اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

حضرت مخدوم

جہانیاں جہاں گشت رح

مؤلفہ

پروفیسر محمد ایوب قادری

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ

مفصّل حالات وسوانح حضرت جلال الدین مخدوم
جہانیاں جہاں گشتؒ
بخاری، اُچی، المتوفی ۷۸۵ھ مطابق ۱۳۸۳ء

— مؤلفہ —
پروفیسر محمد ایوب قادری

— ناشر: —
ایچ ایم سعید کمپنی ناشران وتاجرانِ کتب
پاکستان چوک کراچی

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

———

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

باب ہفتم

باب ہشتم

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

انتساب

اس سرزمین اور وہاں کے مخلص اعزہ احباب اور
باشندوں کے نام

جہاں

میں نے اپنی نوجوانی کے کم وبیش ساڑھے چار سال (اکتوبر سنہ ۱۹۴۵ء تا
اپریل سنہ ۱۹۵۰ء) بسلسلہ تعلیم گزارے اور میری مرحومہ پھوپی[1] اور پھوپھا
چودھری حاجی شمس الدین[2] رئیس و زمیندار قصبہ اوجھیانی (ضلع بدایوں)
کی محبتیں اور شفقتیں اولاد کی طرح میرے شاملِ حال رہیں۔

محمد ایوب قادری

---

[1] پھوپی غفور النساء کا انتقال ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹ مئی ۱۹۶۲ء بروز جمعرات ہوا۔

[2] پھوپا مرحوم کا انتقال ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۵ء کو ہوا۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گذارش

(طبع دوم)

"مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ" کا پہلا ایڈیشن ستمبر ۱۹۶۳ء میں شائع ہوا تھا۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ علمی و تحقیقی حلقوں میں اس کتاب کو پسند کیا گیا۔ اخبار و رسائل نے حوصلہ افزا تبصرے کئے، ارباب علم وفضل نے اظہار پسندیدگی فرمایا۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی علمی، دینی و سیاسی خدمات کا ذکر نمایاں طور سے تاریخی و تہذیبی کتابوں میں آنے لگا۔

عرصے سے یہ کتاب بازار میں موجود نہیں تھی۔ حاجی محمد زکی صاحب (ایجوکیشنل پریس کراچی) کے اصرار پر میں نے اس کتاب پر نظر ثانی کی اور اس میں بعض ابواب میں خاصا اضافہ کیا۔ سیاست سندھ کے سلسلے میں "انشائے ماہرو" ایک نیا ماخذ ابھی حال میں زیور طبع سے آراستہ ہوا ہے۔ اس کتاب سے بعض نئی معلومات ملیں۔ جواہر جلالی کا ایک خطی نسخہ ڈاکٹر ایس وی ترمذی صاحب کے کتب خانے سے ملا۔ اس سے بھی بھرپور استفادہ کیا گیا۔ اس طرح چند اور بھی نئے ماخذ ہم دست ہوئے جن کا ذکر حسب موقع کیا گیا ہے۔

بہرحال خاکسار نے نقش ثانی کو نقش اول سے بہتر بنانے کی کوشش کی ہے۔

محمد ایوب قادری
یکم فروری ۱۹۷۶ء

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ابتدائیہ

(طبع اوّل)

محمد ایوب قادری

مارچ ۱۹۵۸ء میں ملتان کے ماہنامہ "آستانۂ زکریا" کی طرف سے مجھے ایک خط موصول ہوا جس میں تحریر تھا کہ اس رسالے کا خاص شمارہ "مشائخ سہروردنمبر" نکل رہا ہے اور اس کے لئے مجھ سے بھی مضمون طلب کیا گیا تھا۔ میں نے اپنی مصروفیت اور بے بضاعتی کا اظہار کر دیا۔ اسی دوران میں میرے بزرگ پروفیسر ضیاء احمد بدایونی (علی گڑھ) اور محترم دوست ڈاکٹر لطیف حسین ادیب (بریلی) کے خطوط ملے جن میں تحریر تھا کہ میں اس نمبر کے لئے مضمون ضرور لکھوں، مدیر رسالہ نے ان سے رجوع کیا تھا، ناچار ان حضرات کی تعمیلِ ارشاد میں میں نے مضمون لکھنا طے کر لیا، مدیر نے عنوان بھی متعین کر دیا کہ "مخدوم جہانیاں جہاں گشت" پر مضمون لکھا جائے۔ چھ ماہ کے عرصہ میں حضرت مخدوم پر ایک مقالہ تیار ہو گیا، جس کی تیاری میں دیگر کتابوں کے علاوہ حضرت مخدوم کے مطبوعہ ملفوظات "الدرالمنظوم" خاص طور سے پیش نظر تھے۔ مقالہ ملتان بھیج دیا گیا، مگر اس رسالہ کا خاص نمبر شائع نہیں ہوا، مدیر رسالہ سے ایک طویل خط وکتابت کے بعد وہ مقالہ مجھے واپس ملا۔ مقالہ کی تیاری کے سلسلے میں جو مواد پڑھنے کا اتفاق ہوا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مخدوم آٹھویں صدی ہجری یعنی چودھویں صدی عیسوی کی مغربی پاکستان کی نہایت

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

فعال اور باعظمت شخصیت ہیں، ۷۰۷ھ میں اوچ میں پیدا ہوئے اور ۷۸۵ھ میں وصال ہوا، ان کی سرگرمیوں سے تمام ہند پاکستان متاثر ہوا بلکہ ان کے تبلیغی و علمی اثرات بیرون ہند بھی پہنچے خیال ہوا کہ حضرت مخدوم پر ایک مفصل کتاب لکھی جائے۔

بعض احباب نے جب یہ مقالہ دیکھا تو پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور کتابی شکل میں منتقل کرنے کی تائید کی اس سلسلہ میں مخدوم پیر حسام الدین راشدی کا اسم گرامی خاص طور سے قابلِ ذکر ہے چنانچہ میں نے اس موضوع پر مزید مواد جمع کرنا شروع کر دیا جولائی ۱۹۶۰ء میں علی گڑھ، بدایوں اور بریلی کے سفر کا اتفاق ہوا، علی گڑھ میں اس موضوع سے متعلق دو نئی کتابیں مقر نامہ (مخدوم کے مکتوبات) اور سراج الہدایہ (ملفوظات کا مجموعہ) ملیں جو بالکل نیا مسالہ تھا۔

جنوری ۱۹۶۲ء میں کراچی کے بعض مخلص احباب نے "ادارہ تحقیق و تصنیف کراچی" کے نام سے ایک علمی ادارہ کی بنیاد رکھی اور اس میں طے کیا کہ "مخدوم جہانیاں جہاں گشت" کے مقالہ کو کتابی شکل دیدی جائے، چنانچہ میں نے ازسرِ نو کام کا آغاز کر دیا، بہت سی کتابوں کی ورق گردانی کے بعد یہ کتاب تکمیل پذیر ہوئی۔

اس کتاب کی تیاری میں حضرت مخدوم کے ملفوظات کو خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔ حضرت کے ملفوظات کا ایک مجموعہ جامع العلوم کے نام سے ان کے مرید علاء الدین علی نے مرتب کیا ہے جو حضرت مخدوم کے دہلی کے دہ ماہہ قیام کی تفصیلی روداد ہے اس کتاب کا اردو ترجمہ "الدر المنظوم" کے نام سے مولوی نور الحسن بن نواب صدیق حسن قنوجی کی فرمائش پر دہلی سے ۱۳۰۹ھ ۱۸۹۱ء میں شائع ہو چکا ہے، ترجمہ کے فرائض مشہور عالم مولوی ذوالفقار احمد سارنگ پوری نے انجام دیئے ہیں، اس کتاب کا اصل فارسی نسخہ بھی ہمیں مقابلہ کے لئے مل گیا مقر نامہ اور سراج الہدایہ کے نسخے علی گڑھ میں ملے مگر حضرت مخدوم کے دوسرے ملفوظات خزانۂ جلالی، جواہر جلالی اور مظہر جلالی وغیرہ کا حصول سخت دشوار تھا۔ دسمبر ۱۹۶۲ء میں خاص اس مقصد کے لئے بہاولپور، ملتان اور اوچ کا سفر اختیار کیا، اوچ میں گیلانی اور بخاری دو خانقاہیں ہیں۔ بخاری خانقاہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

میں بالکل مقصد برآری نہ ہوئی بلکہ وہاں کے حالات و ماحول سے سخت مایوسی ہوئی، مگر اس سفر میں ایک ذی علم نوجوان عبیداللہ بن مولوی فقیر اللہ خاں صاحب سے تعارف ہو گیا جو بعد کو ہمارے لئے خضرِ راہ ثابت ہوئے۔ اپریل ۱۹۶۳ء میں پھر اوچ حاضر ہوا یہ سفر اس اعتبار سے بہت کامیاب رہا کہ کم وبیش ایک ہفتے کے قیام میں حضرت مخدوم کے تمام ملفوظات نیز حضرت سے متعلق دوسرا قلمی مواد دیکھنے کو مل گیا۔ جس کی روداد مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ گیلانی خانقاہ سے متعلق ایک کتب خانہ ہے جس میں بیشتر مواد قلمی ہے اس کتب خانہ کی ایک فہرست بھی ڈاکٹر غلام سرور صدر شعبہ فارسی کراچی یونیورسٹی کی تیار کردہ شائع ہو چکی ہے، اس میں خزانۂ جلالی کا ایک نسخہ ملا اس نسخہ کے حصول میں ہمارے دوست عبیداللہ خاں صاحب کی مساعیٔ جمیلہ کو پورا پورا دخل رہا۔

۲۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی خانقاہ کے مجاوروں کے دو قدیم خاندان اوچ میں موجود ہیں جو خلیفہ کہلاتے ہیں۔ ان میں سے ایک بزرگ خلیفہ اللہ داد خاں کی خدمت میں ہم حاضر ہوئے اول تو انھوں نے کتابیں دکھانے سے صاف انکار کر دیا۔ مگر دورانِ گفتگو میں ان کے صاحبزادے غلام شبیر صاحب کو معلوم ہوا کہ میرا قدیمی وطن آنولہ ضلع بریلی (روہیل کھنڈ) یو۔ پی ہے، وہ وہاں کے مشہور عالم مفتی عبدالحفیظ حقانی (ت ۱۹۵۸ء) کے دورۂ حدیث میں شریک ہوئے تھے جس زمانہ میں مفتی صاحب مدرسہ انوار العلوم ملتان میں شیخ الحدیث رہے تھے، اس تعلق کے معلوم ہوتے کے بعد وہ اپنا تمام ذخیرہ کتب دکھانے کے لئے تیار ہو گئے۔

خلیفہ اللہ داد خاں صاحب کے ذخیرے میں خلاصہ خزانہ جلالی، خلاصہ جواہر جلالی خلاصہ مظہر جلالی، مناقب الولایت، رسالہ در حالات صفی الدین گازرونی، سفر نامہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت (فارسی) وغیرہ کتب اور بعض دوسرے کاغذات، مسودات اور دستاویز ملے جو بڑے کار آمد ثابت ہوئے۔ اس خاندان میں خلیفہ غلام محمد اور خلیفہ محمد رمضان وغیرہ صاحب علم بزرگ گزرے ہیں، سادات بخاری (اوچ) پر کئی مسودے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اور کتابیں نظر سے گزریں جن کا ذکر اولاد واحفاد کے ضمن میں آٹھویں باب میں کیا گیا ہے۔

۳۔ مجاوروں کا دوسرا خاندان خلیفہ غلام محمد کا ہے، ان سے جب ملاقات ہوئی اور عرض مطلب کیا تو انہوں نے ایک کتاب "مناقب الاصفیار" (قلمی) فوراً پیش کردی۔ مگر جیسے ہی ہم نے اخذ واقتباس کا آغاز کیا تو فوراً ہاتھ پکڑ لیا اور نقل سے مانع ہوئے۔ بمشکل اس کتاب سے بعض اقتباسات لئے جا سکے۔

۴۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے موروثی سجادہ نشین نو بہار شاہ ہیں۔ دسمبر ۱۹۶۲ء میں ان کے یہاں سے ناکام واپس آیا تھا، اب کی مرتبہ پھر کوشش کی کئی دفعہ کی حاضری کے بعد سجادہ نشین اور ان کے صاحبزادوں نے خاندانی اسناد اور فرامین وغیرہ دکھائے جو تمام تر معاملات جائداد یا ان کی دنیاوی حیثیت سے متعلق تھے ان میں بہت سے سرکاری افسروں کے رسمی دعوت نامے فریم کئے ہوئے تھے، ایک شجرہ مرحمت فرمایا گیا کہ اس کو شامل کتاب کر لیا جائے۔ مگر جب اصل ملفوظات کی بات آئی تو حسب عادت ٹال مٹول کرنے لگے۔ بات قریب ختم تھی کہ منشی بہادر علی نمبردار اور غلام شبیر صاحب کی موجودگی اور تائید نے ہماری مشکل حل کردی۔ سجادہ نشین صاحب نے بہت مشکل سے خزانہ جلالی جواہر جلالی، مظہر جلالی اور جامع العلوم کے نسخے دکھائے مگر حضرت مخدوم کا کتابت کردہ قرآن کریم پھر بھی رہ گیا، یہ کتابیں حضرت مخدوم کے حالات کے لئے بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کتابوں کا ہم نے تفصیلی تعارف کرایا ہے۔

یہ تو اوچ کی داستان رہی، ملفوظات کے بعض نسخے علی گڑھ، رام پور اور کلکتہ سے ملے ان کا ذکر بھی ضروری ہے۔

۵۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، کلکتہ کی لائبریری میں حضرت مخدوم کے ملفوظات کا ایک مجموعہ "مناقب المخدوم" کے نام سے ہے، اس کتاب کے تفصیلی اقتباسات ڈاکٹر ریاض الاسلام صاحب (کراچی) کے پاس محفوظ تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے وہ تمام اقتباسات مجھے مرحمت فرما دیئے اس عنایت کے لئے میں ڈاکٹر صاحب موصوف کا شکر گزار ہوں۔

۶ علی گڑھ میں پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب سے حضرت مخدوم کے ملفوظات

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سراج الہدایہ کا نسخہ ملا اور مقرر نامہ کا نسخہ سبحان اللہ کلیکشن مسلم یونیورسٹی لائبریری علی گڑھ سے دستیاب ہوا۔ مقرر نامہ حضرت مخدوم کے مکتوبات کا قابلِ قدر مجموعہ ہے۔

۷۔ رضا لائبریری رام پور میں جامع العلوم کے دو نسخے ملے اس کتاب کا ایک نسخہ سجادہ نشین اوچ کے پاس دستیاب ہوا۔ رام پور میں "شجرہ سہرورد" اور "مجموعہ تکبیرات راجو قتال" بھی اس موضوع پر نئی کتابیں دستیاب ہوئیں، شجرہ سہرورد شیخ سماء الدین دہلوی کے حالات میں اہم رسالہ ہے۔

حضرت مخدوم کے حالات کے سلسلہ میں ان کے ملفوظات جامع العلوم، خزانۂ جلالی جواہر جلالی، مظہر جلالی، مقرر نامہ، مناقب المخدوم وغیرہ بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ مقام مسرت ہے کہ مجھے یہ تمام مواد دستیاب ہوگیا اور اس مواد کی روشنی میں حضرت مخدوم کے حالات سمجھنے میں بہت مدد ملی، اس کے علاوہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی لائبریری (کراچی) اسٹیٹ لائبریری بہاولپور، رضا لائبریری رام پور، مسلم یونیورسٹی لائبریری علی گڑھ کتب خانہ دارالعلوم دیوبند، کتب پیر حسام الدین راشدی سے بھی استفادہ کیا ہے جس کا اعتراف ضروری ہے۔

میں نے حضرت مخدوم کو بحیثیت ایک انسان، عالم اور درویش کے پیش کیا ہے اور ان سے متعلق بعض چیزوں کو من وعن قبول نہیں کیا۔ میری رائے میں حضرت مخدوم سے منسوب سفرنامہ جعلی اور وضعی ہے اسی طرح فیروز شاہ کے عہد میں قدم شریف لانے کا قصہ محض بے بنیاد ہے اور میں نے جون، جولائی ۱۹۶۳ء میں دہلی، لاہور، رام پور، آنولہ اور دیوبند میں بچشم خود مختلف قدم شریف دیکھے اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ سب مجاوروں اور قبر پرستوں کی ایجاد و اختراع ہے، ان دونوں مباحث کو چوتھے اور ساتویں باب میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ نفس کتاب سے متعلق مندرجہ ذیل امور بھی قابلِ ذکر ہیں۔

۱۔ اس کتاب کے پہلے دو باب مسلم ہند پاکستان کے سیاسی وثقافتی پس منظر پر مشتمل ہیں میں نے اس حصہ کو مختصر لکھا تھا مگر میرے بزرگ پروفیسر محمد حامی الدین خاں اور برادر عزیز نثار الحق صاحب کی رائے ہوئی کہ اس حصہ کو ذرا تفصیل سے لکھا جائے تاکہ ہماری علمی

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

و ثقافتی تاریخ صحیح طور سے اجاگر ہوسکے اور حضرت مخدوم سے قبل اور خود ان کے دور کے تاریخی اور سیاسی حالات منظر عام پر آسکیں نیز ان کی شخصیت اور ان کا کردار پوری طرح واضح ہو جائے۔

۲۔ ہجری سنین کی عیسوی سنین سے مطابقت کردی گئی ہے۔

۳۔ کتاب کے آخر میں کتابیات اور اشاریہ بھی شامل ہے۔

۴۔ اوچ کا املا مختلف زبانوں میں مختلف طریقے سے لکھا ہوا ملتا ہے۔ مگر ہم نے اوچ لکھا ہے۔ یہی آجکل وہاں کے سرکاری کاغذات وغیرہ میں لکھا جاتا ہے۔

جن بزرگوں اور احباب نے اس کتاب کی تیاری میں دلچسپی لی میں ان سب کا ممنت پذیر ہوں، برادر عزیز مولوی ثناء الحق نے مقدمہ لکھا اور مولوی حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری (لاہور) نے اس کتاب کا پورا مسوّدہ پڑھا اور مفید مشوروں سے نوازا۔ میں ان دونوں حضرات کا خاص طور سے شکر گزار ہوں۔

کراچی ۳۰ ستمبر ۱۹۶۳ء　　　　محمد ایوب قادری

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مقدمہ

برصغیر ہند پاکستان کے بعض حصوں میں مسلمانوں کا داخلہ خلافت راشدہ کے دور میں ہی ہو چکا تھا، لیکن اسلامی فتوحات کا صحیح طور پر آغاز محمد بن قاسم کے حملہ سے ہوا، اسی وقت سے یہاں مسلمانوں کا سیاسی اقتدار قائم ہوا اور اسی زمانہ سے اس سرزمین میں تبلیغی کوششیں شروع ہوئیں، محمد بن قاسم کے حملہ کے تقریباً تین سو سال بعد محمود غزنوی نے ایک دوسرے راستہ سے برصغیر میں داخل ہو کر اسلامی اثرات کو زیادہ وسیع کیا۔ اس کے اخلاف نے بعض حالات کی بنا پر اپنا مستقر سلطنت غزنین سے اٹھا کر پنجاب میں قائم کیا اور اس طرح اسلامی روایات کو اس قدیم صنم کدہ میں پھلنے پھولنے کے زیادہ مواقع میسر آئے۔ اس زمانے میں بعض اولیاء اللہ نے تبلیغی سرگرمیوں کو تیز تر کر دیا اور آفتاب اسلام کی شعاعیں مقامی لوگوں کے قلوب میں نفوذ کرنے لگیں اس دور کے اولیاء میں حضرت داتا گنج بخشؒ کا نام بہت نمایاں ہے۔ یہ وہ مقدس ہستی ہے جس کو ہند پاکستان میں چشتیہ سلسلہ کی بزرگ ترین شخصیت حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیری نے بھی خراجِ عقیدت پیش کیا ہے اور جس کے بارے میں یہ شعر ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ ؎

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل، کاملاں را رہنما

حضرت داتا صاحب نے دورِ غزنوی میں لاہور میں آ کر قیام فرمایا اور

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

دین کی تبلیغ کا فریضہ انجام دیا، محمد غوری کی پرتھوی راج پر فتح حاصل کرنے سے پہلے ہی خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اس سرزمین میں قدم رنجہ فرمایا اور اجمیر جیسے مرکز کفر و شرک کو توحید کے نور سے جگمگا دیا آپ کے زمانہ میں اور آپ کے بعد اس خانوادے کے دیگر بزرگوں مثلاً خواجہ بختیار کاکیؒ بابا فرید گنج شکرؒ، شیخ نظام الدین اولیاؒ، نصیر الدین چراغ دہلیؒ، خواجہ گیسو درازؒ وغیرہ نے اشاعتِ اسلام کے سلسلہ میں جو مساعی کیں اور دین متین کو جس طرح برصغیر کے مختلف گوشوں میں پہنچایا اس کی تفصیل بیان کرنے کا یہاں موقع نہیں۔

دہلی میں مسلمانوں کو حکومت کرتے زیادہ دن نہیں ہوئے تھے کہ صوفیہ کے دوسرے اہم خانوادے سہروردیہ کے بزرگ تبلیغ دین میں مساعی ہوئے اور انہوں نے اشاعتِ دین کا مرکز ملتان کو بنایا، وہیں حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کے اجل خلیفہ حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا، اور ان کے بیٹے صدر الدین عارفؒ اور پوتے رکن الدین ابو الفتحؒ نے اپنے فیوض و برکات سے اس نواح کے لوگوں کی حالت کو بدل دیا۔

ملتان کے قریب ہی اس خانوادے کی تبلیغی کوششوں کا دوسرا مرکز اوچ میں قائم ہوا، آج کا یہ اجڑا دیار اس زمانہ میں سیاسی اہمیت کا بھی حامل تھا، چنانچہ کچھ ہی عرصہ پہلے سلطان التتمش کے حریف مقابل ناصر الدین قباچہ کا دارالحکومت رہ چکا تھا اور اس وقت بھی سلطنت دہلی کے مغربی صوبہ کا ایک اہم مقام تھا، اس جگہ جلال سرخ بخاریؒ جمال خندہ روؒ، احمد کبیرؒ، جلال الدین جہانیاں جہاں گشتؒ اور ان کے برادر خورد راجو قتالؒ جیسے مقدس بزرگوں نے تبلیغ دین اور رشد و ہدایت کا کام انجام دیا۔ اوچ میں سلسلہ قادریہ کے بھی ایک بزرگ شیخ محمد غوث جیلانیؒ نے نزول اجلال فرمایا اور تبلیغ و اشاعتِ دین کا کام کیا لیکن سہروردی سلسلہ کے بزرگوں کے کارناموں کی درخشانی میں ان کی مساعی کی روشنی کسی قدر ماند نظر آنے لگی۔

سلسلہ قادریہ اور سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگوں کی کوششوں کے ثمرات ازمنہ مابعد

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

میں ظاہر ہوئے، حضرت غوث گوالیاریؒ سے سلسلہ قادریہ اور حضرت باقی باللہ اور ان کے اجل خلیفہ حضرت مجدد الف ثانیؒ سے سلسلہ نقشبندیہ کو کافی تقویت و شہرت حاصل ہوئی اور ان دونوں خانوادوں کے بزرگوں نے رشد و ہدایت اور تبلیغ و اشاعت دین کا کام اسی شد و مد سے انجام دیا جس شدت سے مذکور الصدر دو سلسلوں کے اکابر دے چکے تھے یا دے رہے تھے۔

تبلیغ دین کے سلسلہ میں اولیاء اللہ کے جو کارنامے ہیں ان کا ایک مجمل خاکہ بھی کافی تفصیل چاہتا ہے ان سے صرف نظر کر کے یہاں اس قدر بتا دینا کافی ہوگا کہ مغربی پاکستان میں یوں تو تمام خانوادوں کے بزرگوں کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں، تاہم سلسلہ سہروردیہ کا اثر سب سے زیادہ نمایاں رہا، اس کا سبب ظاہر و باہر ہے۔ اس سلسلہ کے بزرگوں نے شروع ہی سے اپنے لئے اس علاقہ کو منتخب کر لیا تھا، چنانچہ جتنی مقتدر ہستیاں ہوئیں ان کے اثرات اگرچہ برصغیر کے اور گوشوں میں بھی پہنچے لیکن ان کے فیوض و برکات سے یہی علاقہ زیادہ متاثر و متمتع ہوا، یہاں کے باشندے قدرتی طور پر جسمانی قرب کے ساتھ ساتھ اس سلسلہ کے بزرگوں سے روحانی طور پر بھی قریب رہے اور عرصۂ دراز تک یہ پورا علاقہ ان نفوس قدسی کے فیض و کرم کا زلہ ربا رہا۔

سہروردی سلسلہ کے بزرگوں کا مقصد دیگر سلاسل کے اکابر کی طرح یہی تھا کہ لوگوں کی اصلاح حال پر توجہ مرکوز کی جائے، ان کے قلوب کو آلودگیوں سے پاک کر کے ان میں توحید کا نور داخل کیا جائے اور معاشرے کی پوری طرح تطہیر کی جائے لیکن ان بزرگوں کے یہاں ایک ایسی چیز نہایت نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے جو چشتیہ سلسلہ کے مشائخ میں تقریباً مفقود ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ یہ بزرگ سیاسی معاملات کو دنیوی باتیں سمجھ کر ان سے کبھی روگرداں نہیں رہے بلکہ انھوں نے معاملات ملکی اور امور سلطنت میں کافی حصہ لیا، اور اپنی کوششوں سے مطلق العنان بادشاہوں کو جادۂ اعتدال سے بھٹکنے نہیں دیا۔ بعض حضرات ان بے لوث ہستیوں کی مقدس زندگیوں کے اس پہلو کو دیکھ کر سوئے ظن میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ ان کا بادشاہوں سے میل جول رکھنا اور دربار شاہی

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

میں رسوخ حاصل کرنا محض اس لئے تھا کہ دین کے پردے میں دنیا کمائی جائے اور دولت و مرتبہ کے حصول کی کوشش کی جائے۔ لیکن ان کا یہ نظریہ قطعاً باطل ثابت ہوتا ہے، جب ان بزرگوں کی زندگیوں کا امعان نظر سے جائزہ لینے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اس نوع کے کام نفس پرستی اور جاہ طلبی پر مبنی نہیں تھے بلکہ ان کا مقصد حکومت کے کاموں میں اسلامی روح داخل کرنا تھا، اپنے اس طریق کار میں وہ بعض ان صحابہؓ اور تابعین کے پیرو کار تھے جنہوں نے سیاست مدن کو دین کا ایک حصہ سمجھ کر اس میں دلچسپی لی اور حکمرانوں کو صحیح مشورے دیکر عوام کو بدعنوانیوں اور بے اعتدالیوں کا ہدف بننے سے بچایا، اگرچہ بعض خیرہ چشم لوگ ان صحابہ اور تابعین کو بھی مطعون کرنے سے نہیں چوکتے جنہوں نے حکومت کے کاموں کو شجر ممنوعہ سمجھ کر ان سے اپنا دامن نہیں بچایا۔ تاہم جن حضرات کے دماغوں میں اتنی کجی نہیں ہے وہ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان مقدس روحوں کا امور ملکی میں دخل دینا دین کے منافی تھا یا دین کے عین موافق اور جن اولیاء اللہ نے ان کا اتباع کیا وہ جاہ پرست و دنیادار تھے یا معاشرہ کی اصلاح کے خواہاں اور ملت کے بہی خواہ تھے۔

بہرحال سہروردی سلسلہ کے بزرگوں نے برصغیر ہند پاکستان کے مختلف حصوں کے ساتھ عموماً اور پاکستان کے علاقہ کے ساتھ خصوصاً جو اعتنا برتا اور یہاں دین کی تبلیغ و اشاعت کی جو کوششیں کیں وہ ہرگز قابل فراموشی نہیں، ان نفوس قدسی کے ان کارناموں کو دیکھتے ہوئے از بس ضروری تھا کہ ان کے حالات زندگی اور ان کی جملہ مساعی کو کسی قدر تفصیل سے لکھا جائے تاکہ ہماری تاریخ کے سنہری ابواب میں ان کے درخشاں کارنامے پوری طرح اجاگر ہو کر سامنے آئیں اور ان کی صحیح حیثیت متعین کی جا سکے ملتان کے تین بزرگوں بہاء الدین زکریا ملتانیؒ، صدر الدین عارفؒ اور رکن الدین ابوالفتحؒ کے تفصیلی حالات شائع ہو چکے ہیں، اوچ جو سہروردی سلسلہ کا دوسرا اہم مرکز تھا اس کے اہم ترین بزرگ مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے حالات اور کارنامے ابھی تک پوری طرح منظر عام پر نہیں آئے تھے اور اس عظیم شخصیت کو وہ خراج عقیدت

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

پیش نہیں کیا گیا تھا جس کی وہ مستحق تھی۔ غالباً اس وقت تک زمانہ "مردے از غیب بروں آید و کارے بکند" کی عملی تفسیر کا منتظر تھا، چنانچہ محمد ایوب قادری صاحب کے ہاتھوں یہ کام سر انجام کو پہنچا، اور انہوں نے نہایت کوشش و کاوش سے اس بلند پایہ ہستی کے حالات اور کارناموں کی چھان بین کر کے ان کو قلم بند کیا اور زیرِ نظر کتاب کی شکل میں اردو داں طبقوں کے ہاتھوں میں پہنچایا۔

انبیاء اور صوفیاء کے حالات میں بعض قارئین معجزات اور کشف و کرامات کو خصوصیت سے تلاش کرتے ہیں، ان کے نزدیک ان معصوم اور مقدس ہستیوں کی معراج یہی ہے کہ وہ فوق الفطرت باتیں دکھا کر دنیا کو محوِ حیرت کرتے رہیں۔ اگر کسی نبی یا ولی کا ذکر کیا جائے اور اس میں معجزوں اور کرامتوں سے صرف نظر کر لیا جائے تو ایسے لوگوں کے نزدیک وہ ذکر نہ صرف روکھا پھیکا ہوگا بلکہ ان بزرگ ہستیوں کی ایک گونہ توہین متصور ہوگا، انبیاء کے معجزے اور اولیاء کی کرامتیں برحق لیکن غور کیا جائے تو یہ چیزیں ان کا منتہائے کمال نہیں ہو سکتیں، ان کی پاک زندگیوں کا مقصد سچائی کو دنیا میں پھیلانا اور خود کو انسانیت کا اعلیٰ نمونہ بنا کر پیش کرنا ہے، تاکہ بنی نوع انسان ہدایت پائے اور ان کے نقوشِ قدم پر چل کر مقصدِ حیات تک پہنچنے کی کوشش کرے۔ لہٰذا ان مقدس روحوں کو خراجِ عقیدت اسی طرح پیش کیا جا سکتا ہے کہ ان کی زندگیوں کے صحیح خدوخال دنیا کے سامنے لائے جائیں اور یہ بتایا جائے کہ زندگی کے بارے میں ان کا نقطۂ نظر کیا تھا۔

محمد ایوب قادری صاحب نے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے سوانح لکھتے وقت ان ہی باتوں کو پیش نظر رکھا ہے جو لوگ ان کے کشف و کرامات جاننے کے متمنی ہیں وہ یقیناً ان حالات کو پڑھ کر مایوس ہوں گے، لیکن جن لوگوں نے صوفیہ اور اولیاء کی زندگی کے مقصد کو سمجھ لیا ہے وہ یقیناً مؤلف کی اس پیشکش سے ایک گونہ خوشی محسوس کریں گے، قابل مؤلف نے اس مقدس ہستی کو گوشت پوست کا ایک مجسمہ بنا کر پیش کیا ہے، مادی دنیا سے اس کے تعلقات کو واضح کرنے کے لیے اس دور کے جس میں رہ کر اس نے اپنی قابل تقلید زندگی گزاری سیاسی، معاشی اور معاشرتی

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حالات کا ایک واضح خاکہ پیش کیا ہے، اس کے ماضی اور حال کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے پھر اس کی حیات دنیوی کے تمام گوشوں کو ایک ایک کر کے دکھایا ہے پیدائش، بچپن، جوانی اور بڑھاپے کے حوائج و ضروریات کو بتایا ہے، یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے اس نے طریقت کے تقاضوں کو کس طرح پورا کیا۔ دین متین کی کیا خدمات انجام دیں۔ سلوک کی راہوں کو کیسے طے کیا، دنیا سے تعلق رکھنے کے باوجود آلائش دنیوی سے اپنے دامن کو کس طرح بچائے رکھا اور اپنے عمل سے دنیا کو بتا دیا کہ "جام و سنداں باختن" کی صحیح تفسیر یہ ہے، مؤلف کے قلم معجز رقم نے بعض غلط فہمیوں کا بھی نہایت کامیابی سے ازالہ کیا ہے، مثلاً سفرنامہ کا حضرت مخدوم سے انتساب یا قدم شریف کا ایک تاریخی چیز ہونا۔

کتاب جس نہج پر لکھی گئی ہے اور اس کی تالیف میں جو کاوش و کوشش کی گئی ہے اس نے اس کو ایک اہم تحقیقی تصنیف بنا دیا ہے اور اس میں جو مواد شامل ہے اس کی بناء پر یہ ایک ایسی گرانقدر شے بن گئی ہے جو ہر طبقہ کے لئے دلچسپ اور مفید ہے مؤلف نے مواد کی فراہمی میں جس قدر محنت کی ہے اس کا ایک معمولی سا اندازہ کتابیات سے لگایا جا سکتا ہے۔ لیکن ان کے کام کی صحیح قدر و قیمت صرف کتابوں کی طویل فہرست میں مضمر نہیں ہے بلکہ انہوں نے مختلف شہروں کا سفر کر کے مشاہدہ اور مطالعہ کے ذریعہ جو مواد جمع کیا ہے وہ ان کی تحقیق پسند طبیعت کا آئینہ دار ہے، ممکن ہے آئندہ اس موضوع پر کوئی صاحب اس سے زیادہ وقیع چیز پیش کر سکیں لیکن بحالت موجودہ بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ یہ تالیف اس اہم موضوع کے لئے منفرد ہے۔

مجھے خوشی ہے کہ ادارہ تحقیق و تصنیف کی پہلی ہی پیشکش ایک عظیم المرتبت ہستی کے کوائف و حالات کا جامع مرقع اور ایک ایسے جواں سال و جواں ہمت اہل قلم کی دکوشش کا نتیجہ ہے جو کئی موقعوں پر داد تحقیق دے چکا ہے، اللہ تعالیٰ اس تالیف کو حسن قبول عطا فرمائے اور ادارہ کیلئے اس کو مبارک کرے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

ثناء الحق

کراچی ۵ اکتوبر ۱۹۶۳ء

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بابِ اوّل

ہندوپاکستان میں اسلام کا داخلہ

ساتویں صدی عیسوی میں جب اسلام کا مہرِ منور فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہوا تو اس نے ایک صدی کے اندر ہی اندر تمام متمدن دنیا کو اپنے آغوش میں لے لیا اور اپنی ضیا باریوں سے کفر و شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کو ختم کر دیا، بڑی بڑی قدیم اور باجبروت سلطنتیں اور مطلق العنان حکومتیں دیکھتے دیکھتے فنا ہو گئیں، قیصرو کسریٰ کا اقتدار خاک میں مل گیا۔ ۹۳ھ میں محمد بن قاسم سترہ سالہ مسلم سپہ سالار نے سندھ کو فتح کیا اور راجہ داہر کا راج ختم کر کے مہران کی وادی میں اسلامی حکومت کا سنگِ بنیاد رکھا۔ بیشتر آبادی کو انسانیت کے حقوق ملے جو صدیوں سے راجاؤں، ٹھاکروں، مذہبی پروہتوں، برہمنوں اور جاگیرداروں کے جبر و استبداد کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی رعایا نے نئے حاکم اور نئے نظام کو لبیک کہا۔

محمد بن قاسم کی حکومت محمد بن قاسم نے نئے ملک اور نئے حالات کا بغور مطالعہ کیا اور وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہاں کے دفتری نظام کو بڑی حد تک سابقہ طریقے پر برقرار رکھنا چاہیئے۔ مگر اس نے حسبِ ضرورت اس میں اصلاح کی اور راجہ داہر کے وزیر کا مشورہ مانتے ہوئے مالی اور دفتری نظام برہمنوں ہی کے ہاتھ میں رکھا۔[1] مسلمان فوج اور سپاہ کی ذمہ داری کو پورا کرتے تھے، ہندوؤں کے مقدمات ان کی پنچایتوں میں طے ہوتے تھے، ان کو ذمیوں کے حقوق اور پوری مذہبی آزادی دی گئی۔

---

[1] چچ نامہ از علی بن حامد کوفی مرتبہ ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ (مجلس مخطوطات فارسیہ حیدرآباد دکن ۱۹۳۹ء) ص ۲۱۱۔

ان کی عبادت گاہوں اور پجاریوں کا احترام باقی رکھا گیا، محمد بن قاسم کے ایک استفسار کے جواب میں حجاج بن یوسف (ف ۹۵ھ/۷۱۴ء) نے واضح طور سے ہدایات بھیجیں[1]۔

چوں ذمی شدند در خون و مال ایشان دست تصرف ما مطلق باشد واجازت کردہ شد تا معبود خود را عبادت کنند وہیچ کس را از کنیش خود منع وزجر نکنند تا بخانہ ہائے خود برائے خود زندگانی کنند۔	چونکہ ذمی ہو گئے ہیں اس لئے ان کے جان و مال کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچنا چاہیئے اور ان کو اجازت دی گئی کہ اپنے معبود کی عبادت کریں اور کوئی شخص ان کو ان کے مذہب سے منع نہ کرے تاکہ وہ اپنے گھروں میں اطمینان سے زندگی بسر کریں۔

اس طرح محمد بن قاسم نے رعایا کے دل میں اپنی رواداری اور انصاف پسندی کی بدولت ایک خاص مقام حاصل کر لیا، اکثر شہروں اور قصبوں کے فتح کرنے پر وہاں کے عوام الناس، تاجروں اور دستکاروں کو عام معافی دی اور اس طرح ان کے قلوب کو مسخر کر لیا، چچ نامہ میں اس قسم کے اکثر حوالے ملتے ہیں[2]۔

مردمان صناع وتجار وعوام الناس را امان داد وبندیان ایشان را بگزاشت	صنعت کاروں، تاجروں اور عوام الناس کو امان دی اور ان کے قیدیوں کو رہا کر دیا۔

چنانچہ جب محمد بن قاسم کو قید کر کے عراق بھیجا گیا تو ہندو پاکستان کے لوگ روتے تھے۔ اور ایک روایت کے مطابق باشندگان کیرج نے تو اس کی تصویر بھی بنائی تھی، بلاذری (ف ۲۷۹ھ/۸۹۲ء) فتوح البلدان میں لکھتا ہے[3]۔

فبکی اھل الھند علی محمد وصوروہ بالکیرج	اہل ہند نے محمد بن قاسم کے غم میں گریہ وزاری کی اور کیرج کے لوگوں نے تو اسکی تصویر بنائی۔

سندھ میں اموی حکمرانوں کا اقتدار کم وبیش نصف صدی رہا۔ ۱۳۲ھ/۷۴۹ء میں خلافت

---

[1] چچ نامہ ص ۲۰۹ [2] چچ نامہ ص ۲۰۷ و ص ۲۰۹ [3] فتوح البلدان از احمد بن یحیٰی بن جابر بلاذری (دار النشر للجامعین بیروت ۱۹۵۷ء) ص ۶۱۸

اسلامیہ عباسیوں کے قبضے میں آئی اور اس طرح سندھ پر بھی ان کا قبضہ و اقتدار ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ فتح سندھ کے ساٹھ ستر سال بعد تک مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا۔ لیکن جب ان میں یمنی و حجازی قبائلی جھگڑے اٹھ کھڑے ہوئے تو مسلم حکومت کا انحطاط اور زوال شروع ہو گیا۔ اور مقامی باشندوں نے سر اٹھایا جن میں سرفہرست جاٹ اور میڈ قبائل تھے، ملک کے بعض حصے خود مختار ہو گئے، آخر میں خلافت بغداد کا اس دور افتادہ علاقے سے برائے نام تعلق رہ گیا۔ یہاں ۲۴۰ھ/۸۵۴ء میں ہباری خاندان کی حکومت شروع ہو گئی اور ۲۹۰ھ/۹۰۲ء میں ملتان کے بنو سامہ نے خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ اس وقت سے سندھ کے مسلم مقبوضات ملتان اور منصورہ کی خود مختار ریاستوں میں منقسم ہو گئے۔

ابو جعفر منصور خلیفہ عباسی نے عمر بن حفص کو والی سندھ بنا کر بھیجا تھا۔ اسی کے زمانے میں ۱۴۲ھ/۷۵۹ء کے لگ بھگ سندھ میں شیعیت کا داخلہ ہوا اور عبداللہ الاشتر علوی تبلیغ کی غرض سے یہاں پہنچے[1] اور ۲۷۰ھ/۸۸۳ء میں پہلا اسماعیلی داعی ہیثم سندھ میں آیا اور یہاں پہنچ کر اس نے اپنے عقائد کی تبلیغ اور فاطمیوں کی بیعت کی تلقین کی۔[2] ۳۴۷ھ میں اسماعیلی ملتان پر قابض ہو گئے اور تقریباً ۳۵۴ھ میں جلم بن شیبان نے اپنی تقرری کے بعد فاطمی حکومت کو استحکام بخشا۔[3] ملتان اور سندھ پر فاطمیوں کا اقتدار ۴۰۱ھ تک رہا[4] اور محمود غزنوی نے ان کے اقتدار کا خاتمہ کیا۔

تبلیغ اسلام محمد بن قاسم نے ملک گیری اور قیام حکومت کے ساتھ تبلیغ اسلام کے فرائض بھی باحسن وجوہ انجام دیئے تربیتی ادارے، مساجد اور مدارس قائم کئے بلکہ حجاج بن یوسف کی محمد بن قاسم کو واضح ھدایات تھیں کہ تبلیغ اسلام پر پوری توجہ دی جائے۔ وہ اپنے ایک مکتوب میں لکھتا ہے۔[5]

ہر یک را بکلمۂ اسلام استدعا کنید	ہر ایک کو کلمہ اسلام کی دعوت دی جائے۔

---

[1] تاریخ سندھ از مولانا ابو ظفر ندوی (دار المصنفین اعظم گڈھ ۱۹۴۷ء) ص ۱۴۹ - ۱۵۰ [2] تاریخ سندھ ص ۲۵۶ [3] دی فاطمڈس از ڈاکٹر عباس ہمدانی (کراچی ۱۹۶۲ء) ص ۲۳ [4] احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم میں ہے کہ ملتان کے لوگ شیعہ ہیں اذان میں حی علی خیر العمل اور اقامت میں دو بار کلمات ادا کرتے ہیں (ہندوستان عربوں کی نظر میں دار المصنفین اعظم گڈھ ۱۹۶۰ء ص ۳۹۱) ملتان میں شمس سبزواری بھی باطنی داعی اپنے عقائد کی تبلیغ کیلئے آئے جن کی قبر زیارت گاہ بنی ہوئی ہے۔ آب کوثر ص ۳۸۷ [5] چچ نامہ ص ۱۳۶ - ۱۳۷

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

وہر کہ بعز اسلام مشرف گردد اورا تربیت کنید۔

جو اسلام سے مشرف ہو جائے اس کی (اسلامی اصولوں پر) تربیت کریں۔

اور اس کا خاطر خواہ اثر بھی ہوا۔ دیبل کی فتح کے بعد وہاں مسجد تعمیر کی گئی اور مسلمانوں کی آبادی کا انتظام کیا گیا۔[1] دیبل کے بعض اعیان و اکابر مشرف باسلام ہوئے چچ نامہ میں دو حضرات قبلہ بن مہتر ایج اور مولائے دیبلی کے نام ملتے ہیں۔ قبلہ بڑا عاقل، ادیب اور منشی تھا، اسلام لانے کے بعد دیبل کی حکومت اسی کے سپرد کر دی گئی۔ چچ نامہ کے الفاظ یہ ہیں۔[2]

او مردے عاقل و داہی بود و ادیب ہندو نویسندہ ماہر و نیکو داں بود۔ محمد بن قاسم اسلام بروے عرض کرد و قبلہ را بعز اسلام مشرف گردانید و بہ شہادت مقر گشت و دیوانے راکہ در دیبل نصب کردہ بود او را بوے سپرد و حمید بن وادع النجدی بہ ایشاں شحنہ فرمود و حوالت آں ولایت کلی و جزوی بر سبیل امارت بوے مفوض فرمود۔

وہ (قبلہ) دانشمند اور فرزانہ شخص تھا۔ ہند کا ادیب، ماہر اور اچھا منشی تھا۔ محمد بن قاسم نے اس پر اسلام پیش کیا۔ قبلہ اسلام سے مشرف ہوا اور کلمہ شہادت کا اقرار کیا اور دیبل میں جو دفتر قائم ہوا تھا وہ اس کے سپرد کیا اور حمید بن وداع النجدی کو وہاں کا کوتوال بنایا اور وہاں کی ولایت کلی و جزوی طور سے سپرد کر کے وہاں کی امارت اس (قبلہ) کے سپرد کر دی۔

اور مولائے دیبلی قبول اسلام کے بعد محمد بن قاسم کی طرف سے سفیر بن کر داہر کے دربار میں گئے اور ایک مسلمان کا کردار پیش کیا۔[3] محمد بن قاسم جس شہر یا قصبہ کو فتح کرتا وہاں سب سے پہلے مسجد کی بنیاد رکھتا تھا۔ دیبل کے متعلق حوالہ گذر چکا ہے۔ نیرون کے متعلق ہے۔[4]

محمد شحنہ را درون حصار نصب کرد مسجدے بنا نمود و بانگ نماز و امام تعین فرمود۔

محمد (بن قاسم) نے قلعہ کے اندر کوتوال مقرر کر دیا۔ مسجد کی بنیاد رکھی نماز کے لئے (موذن) اور امام مقرر کیا۔

---

[1] فتوح البلدان ص ۶۱ھ [2] چچ نامہ ص ۱۰۸۔ ۱۰۹ [3] چچ نامہ ص ۱۲۶۔ ۱۳۷ [4] چچ نامہ ص ۱۱۸

ارور کی فتح کے بعد وہاں کے باشندوں پر خراج مقرر کر دیا اور مسجد کی تعمیر کی۔[۱]

وضع علیھم الخراج بالرور و بنی مسجدًا

ارور کے لوگوں پر خراج مقرر کیا اور مسجد کی بنیاد رکھی۔

ملتان کے متعلق ملتا ہے کہ۔[۲]

چوں برا اکابر و اعیانِ شہر ملتان عہد وثیق بکرد مسجد جامع و منارہ بنا کرد و امیر داؤد بن نصر بن ولید عمانی با مارت نصب کرد۔

جب ملتان کے اکابر و اعیان سے عہد پختہ ہو گیا تو جامع مسجد اور منارہ تعمیر کرایا اور امیر داؤد بن نصر بن ولید عمانی کو امیر مقرر کیا۔

ان حوالوں کی روشنی میں یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ محمد بن قاسم نے پوری ذمہ داری کے ساتھ تبلیغ اسلام کا فرض انجام دیا اور مساجد و مدارس قائم کر کے مسلم معاشرے کو استحکام بخشا۔ اس نے خاص کام یہ کیا کہ سندھ کے بڑے بڑے زمینداروں اور ٹھاکروں کو تبلیغ کے دعوت نامے بھیجے اور واضح طور سے یہ لکھا کہ اسلام قبول کرنے کی صورت میں خراج معاف کر دیا جائے گا۔ ان میں سے بعض نے اسلام قبول کر لیا اور بعض نے خراج دینے پر آمادگی ظاہر کی۔[۳] محمد بن قاسم کے بعد کے حکمرانوں نے بھی حتی الوسع تبلیغ اسلام کے فرائض انجام دیئے۔ بلکہ کبھی کبھی تو براہِ راست دربار خلافت سے ہند پاکستان کے راجاؤں اور زمینداروں کو تبلیغی خطوط پہنچتے تھے اور ان کا خاطر خواہ اثر ہوتا تھا۔

۹۹ھ؁ ۷۱۷ء میں جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اکثر راجاؤں کو تبلیغی خطوط لکھے، بعض نے اسلام قبول بھی کیا۔[۴] اسی طرح جب ۱۵۸ھ؁ ۷۷۴ء میں مہدی سریر آرائے خلافت ہوا تو اس کے تبلیغی خطوط کے جواب میں پندرہ راجاؤں نے اسلام قبول کیا۔[۵] پھر تو نوبت یہاں تک پہنچی کہ بعض راجاؤں کو خود اسلام کے عقائد و تعلیمات کی تحقیق اور معلومات کا شوق ہوا۔ بزرگ بن شہریار نے عجائب الہند میں لکھا ہے کہ کشمیر بالا اور کشمیر زیریں کے علاقے کے ایک راجہ مہروک بن رانگ (یا رائق) نے منصورہ کے حاکم۔

۱؎ فتوح البلدان ص ۶۱۷ ۲؎ چچ نامہ ص ۱۴۱ ۳؎ چچ نامہ ص ۲۰۹ ۴؎ فتوح البلدان ص ۶۲۰
۵؎ تاریخ سندھ ص ۱۶۱ ۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

عبداللہ بن عمر کو ۲۷۰ھ/۸۸۳ء میں ایک خط لکھا کہ ہندی زبان میں اسلام کے احکام اور قوانین کی تشریح کی جائے۔ چنانچہ اس نے اس مقصد کے لئے ایک عراقی نژاد نوجوان کو بھیجا جو عربی کے سوا مقامی زبانوں کا ماہر تھا اس نے راجا کی شان میں قصیدہ کہا اور قرآن کی تفسیر لکھی اور خیال ہے کہ وہ راجا مسلمان ہوگیا تھا۔[۱] اور ہند پاکستانی زبان میں قرآن کی یہ پہلی تفسیر تھی۔

علمی ترقی محمد بن قاسم کے ہمراہیوں میں قراء[۲] اور حدیث کے بعض عالم بھی تھے ان ہی میں موسیٰ بن یعقوب ثقفی تھے جو ایک ممتاز عالم اور حدیث کے امام تھے وہ ارور کے قاضی بھی مقرر ہوئے تھے بعد کو ان کا خاندان اوچ میں مقیم ہوگیا تھا اور ایک مدت تک یہ خاندان علم وفضل کے لئے مشہور رہا۔[۳] سرزمین ہندپاکستان میں دو تبع تابعی ابوموسیٰ اسرائیل[۴] اور ربیع بن صبیح[۵] بصری بھی پہنچے یہ دونوں مشہور تابعی حسن بصری کے شاگرد تھے۔ اول الذکر صحیح بخاری کے رواۃ میں ہیں اور ثانی الذکر علم حدیث کے اجل امام ہیں۔[۶]

سندھ میں اسلامی حکومت کے قیام کے بعد دیبل، منصورہ، قصدار اور ملتان وہ مرکزی مقامات تھے[۷] جو مسلم تہذیب وتمدن اور اسلامی علوم وفنون کا مرکز بن گئے۔ منصورہ کے متعلق بشاری مقدسی احسن التقاسیم فی معرفت الاقالیم میں لکھتا ہے[۸]

---

[۱] ہندوستان عربوں کی نظر میں ص ۱۹۳-۱۹۵۔ [۲] چچ نامہ ص ۱۰۱ [۳] انڈیاز کنٹری بیوشن ٹو دی اسٹڈی آف حدیث لٹریچر از ڈاکٹر محمد اسحٰق (ڈھاکہ یونیورسٹی، ڈھاکہ ۱۹۵۵ء) ص ۲۳۔ آئندہ اس کا حوالہ "حدیث لٹریچر" سے دیا جائے گا۔ نزہۃ الخواطر از مولوی عبدالحئی (دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدرآباد دکن ۱۹۴۷ء) ج اول ص ۴۴، ۴۵ اور تاریخ سندھ ص ۳۵۶۔ [۴] ہند پاکستان میں دو تابعی یزید بن ابی کبشہ (ف ۹۷ھ/۷۱۵ء) اور مفضل بن مہلب (ف ۱۰۲ھ/۷۲۱ء) بھی آئے لیکن ان کا قیام بہت کم رہا ملاحظہ ہو حدیث لٹریچر ص ۲۳-۲۵ [۵] حدیث لٹریچر ص ۲۵-۲۶ نزہۃ الخواطر جلد اول ص ۴۴-۴۵ [۶] حدیث لٹریچر ص ۲۶-۲۸ تذکرہ علمائے ہند (رحمان علی) مرتبہ ومترجمہ محمد ایوب قادری (کراچی ۱۹۶۱ء) ص ۷۳-۷۴ امام ربیع بن صبیح بصری ہندی از قاضی اطہر مبارکپوری معارف اعظم گڑھ جنوری تا مارچ ۱۹۶۰ء [۷] ڈاکٹر محمد اسحٰق نے دیبل کے نو، منصورہ کے تین اور قصدار کے دو محدثین کا تذکرہ بڑی تفصیل سے کیا ہے ملاحظہ ہو۔ "حدیث لٹریچر" ص ۲۸-۴۴۔ [۸] ہندوستان عربوں کی نظر میں جلد اول ص ۳۸۴-۳۸۵۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

"منصورہ سندھ کا سب سے بڑا شہر اور پایہ تخت ہے اس کی حیثیت دمشق کی طرح ہے، جامع مسجد اینٹ اور پتھر سے بنی ہوئی ہے، باشندے نرم خو اور بامروت ہیں اسلام ان کے یہاں زندہ اور تروتازہ ہے یہاں علم اور علماء کی کثرت ہے۔"

مذہبی اور علمی حالت کی مزید وضاحت کرتے ہوئے یہی مصنف لکھتا ہے [۱]

"منصورہ میں اکثر اہل حدیث ہیں اور میں نے یہاں قاضی ابو محمد منصوری داؤدی کو دیکھا جو اپنے مذہب کے امام اور صاحب درس و تدریس ہیں۔ اور انہوں نے متعدد اچھی اچھی کتابیں لکھی ہیں۔"

پھر سندھ کی عام مذہبی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے [۲]

"سندھ کا کوئی بڑا شہر حنفی مذہب کے فقہا اور علماء سے خالی نہیں مگر مالکیہ معتزلہ اور حنابلہ بالکل نہیں ہیں۔ یہ لوگ سیدھے راستے اور صحیح مسلک پر ہیں نیک، پاکباز اور ان کے خصائل پسندیدہ ہیں۔"

اسلامی علوم و فنون کی ترقی اور اشاعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہند پاکستانی باشندے بھی ان علوم و فنون میں ماہر و کامل ہو گئے، ان میں ابو معشر سندھی (ف ۱۷۰ھ / ۷۸۶ء) ان کے فرزند ابو عبدالملک (ف ۲۴۴ھ / ۸۵۸ء) حافظ ابو محمد خلف بن سالم (ف ۲۳۱ھ / ۸۴۵ء) اور ابو نصر سندھی بڑے بڑے محدث، فقیہہ اور اپنے فن کے امام گزرے ہیں [۳] جنہوں نے بغداد جیسے اسلامی مرکز میں علم و فضل کی مسند کو زینت بخشی اور شہرت و ناموری حاصل کی اسی طرح شعر و ادب کی دنیا میں ابوالعطاء سندھی [۴]، اسحاق (ف ۲۳۵ھ / ۸۴۹ء) ابو ضلع سندھی، منصور ہندی سندھی بن صدقہ، کشاجم سندھی اور ہارون عبداللہ ملتانی وغیرہ کے اسمائے گرامی بقائے دوام کا درجہ رکھتے ہیں [۵] ان میں سے اکثر حضرات صاحب تصنیف و تالیف ہیں [۶]

---

[۱] و [۲] ہندوستان عربوں کی نظر میں ص ۳۸۴ - ۳۸۵ [۳] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو تاریخ سندھ ص ۳۸۵ - ۳۶۰

[۴] ابوالعطاء سندھی کا کلام ڈاکٹر نبی بخش بلوچ اور علامہ عبدالعزیز میمن کے حواشی و مقدمہ کے ساتھ سندھی ادبی بورڈ نے شائع کیا ہے۔ [۵] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ سندھ ص ۳۶۰ - ۳۶۲ [۶] ایضاً و الفہرست از ابن ندیم (مکتبہ تجاریہ کبریٰ قاہرہ) ص ۲۰۶ -

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

غرض کہ مسلمانوں نے ہند پاکستان میں اپنے اولین دورِ حکومت میں پوری تندھی اور کوشش سے اپنے تربیتی ادارے قائم کئے اور علوم و فنون کی نشر و اشاعت میں حصہ لیا۔ تبلیغ اسلام میں پوری پوری کوشش کی اسی کا نتیجہ ہے کہ پاکستان میں مسلمان اکثریت میں ہیں یہاں یہ بات خاص طور سے قابلِ ذکر ہے کہ محمد بن قاسم اور اس کے بعد کے ولاۃ و حکام کے ہمراہ اکثر محدثین اور علمائے کرام آئے اور اسی مقدس جماعت نے اس علاقہ میں اسلام کی تبلیغ کے فرائض انجام دیئے۔

عہد محمود غزنوی ہند پاکستان میں مسلمانوں کا دوسرا دورِ حکومت شاہانِ غزنویہ کی فتوحات سے ہوا ۳۶۹ھ / ۹۷۹ء کے قریب امیر سبکتگین نے ہند پاکستان کی شمالی مغربی سرحد کے بعض اہم فوجی مقامات فتح کرکے پنجاب کے راجا جے پال کی قوت کو کمزور کر دیا اس کے بعد جے پال سے اس کی بدعہدی کی وجہ سے دو مرتبہ بڑے سخت معرکے ہوئے نتیجہ یہ ہوا کہ ۳۸۰ھ / ۹۹۰ء میں کابل اور پشاور کا تمام علاقہ راجا کے حیطۂ اقتدار سے نکل کر امیر سبکتگین کے قبضے میں پہنچ گیا۔

سبکتگین نے ۳۸۷ھ / ۹۹۷ء میں وفات پائی اس کے بعد اس کا فرزند محمود غزنوی تخت نشین ہوا جس کی کشور کشائی، ملک گیری، حوصلہ مندی، رعایا پروری، عدل و انصاف اور معارف نوازی مشہور زمانہ ہیں۔ محمود نے ہند پاکستان کے راجاؤں پر پیہم حملے کرکے اپنی بہادری اور کشور کشائی کا سکہ بٹھا دیا، اور آخر میں لاہور کے علاقہ کا غزنین کی حکومت سے باقاعدہ الحاق کر دیا۔ محمود غزنوی نے ۴۲۱ھ / ۱۰۳۰ء میں وفات پائی۔

محمود نہایت بالغ نظر، غیر متعصب اور علم پرور حکمران تھا، اس کی فوج کے کئی ہندو عہدیدار سوبند رائے تلک اور ناتھ وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں[۱]

الفنسٹن لکھتا ہے کہ محمود نہایت دیندار اور سنی مسلمان تھا، وہ ہر لڑائی میں سربسجود ہو کر خدا تعالیٰ سے دعا مانگتا تھا۔ ایک مثال بھی ایسی سننے میں نہیں آئی کہ اس نے کسی ہندو کو جبراً مسلمان

---

[۱] سوبند رائے کا نام سویندر، سوندھر لئے اور سندر بھی لکھا گیا ہے (مآثر لاہور از ہاشمی فرید آبادی، ادارۂ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۵۶ء ص ۳۷)۔ ہمارا خیال ہے کہ تلک اور ناتھ بھی پورے نام نہیں ہیں بلکہ اصل ناموں کے آخری اجزاء ہیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے عربی و فارسی تاریخوں میں اصل نام اپنی اصلی حالت میں محفوظ نہ رہ سکے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کیا ہو اور ایک شہادت بھی ایسی نہیں ملتی کہ جنگ یا قلعہ گیری کے موقع کے سوا کسی ہندو کو قتل کیا ہو[۱]۔ سلطان محمود علم وادب کا بڑا سرپرست تھا۔ اس کے دربار میں اپنے عہد کے منتخب علما، وفضلا، اور شعرا، وحکماء جمع تھے۔ فردوسی (ف ۴۱۱ھ/۱۰۲۰ء) عنصری (ف ۴۳۱ھ/۱۰۳۹ء) وغیرہ خاص طور سے مشہور ہیں[۲]۔ محمود غزنوی نے غزنین میں سنگ مرمر اور سنگ رخام کی ایک شاندار اور وسیع وعریض مسجد تعمیر کرائی جس کو "عروس فلک" کہا جاتا تھا[۳]۔ اس کے قریب ایک دارالعلوم بنوایا جس سے متعلق ایک عالی شان کتب خانہ تھا جس میں قیمتی کتابیں اور مطلا و مذہب قلمی نسخے تھے[۴]۔ محمود غزنوی کے امرا، واعیان سلطنت بھی علوم وفنون اور رفاہ خلق کے کاموں میں پورا پورا حصہ لیتے تھے۔ فرشتہ لکھتا ہے[۵]:

ہر یکے از امرار واعیان دولت بہ بنائے مسجد و مدارس و رباطات و خوانق مبادرت نمودہ، دراندک فرصت آں مقدار عمارات عالیہ باہتمام رسید از حیز شمار بیرون گشت۔	ہر ایک امیر اور رکن حکومت نے مسجد مدرسے، سرائیں اور خانقاہیں بنوائیں اور تھوڑی ہی مدت میں اس قدر شاندار عمارتیں بن گئیں کہ وہ احاطۂ شمار سے باہر ہیں۔

مسعود غزنوی محمود غزنوی کے بعد اس کا بیٹا مسعود تخت نشین ہوا، لاہور میں اس کا نائب نیال تگین تھا۔ نیال تگین کے بعد مجدود بمعیت ایاز لاہور کا نائب ہوا۔ ایاز ۴۴۹ھ/۱۰۵۷ء میں فوت ہوگیا۔ لاہور میں اندرون شاہ عالمی دروازہ چوک رنگ محل، اس کی قبر بتائی جاتی ہے۔ مسعود بھی بڑا علم دوست حکمراں تھا۔ مشہور فاضل ابوریحان بیرونی نے قانون مسعودی اسی سلطان کے نام معنون کی ہے۔ بیرونی نے ہند پاکستان اور یہاں کے علوم وافکار پر مشہور تصنیف "کتاب الہند" لکھی ہے جس کی بدولت علمی دنیا میں اس کا نام ہمیشہ باقی رہے گا۔

مسعود کی علم دوستی کے متعلق فرشتہ کا بیان ہے[۶]

---

[۱] دی ہسٹری آف انڈیا از الفنسٹن (لندن ۱۸۸۹ء) ص ۳۴۴ [۲] تاریخ فرشتہ (بمبئی ۱۸۳۲ء) ص ۷۵۔۷۸ [۳] تاریخ فرشتہ ص ۵۱ [۴] ایضاً تاریخ یمینی (اردو ترجمہ مولوی وکیل احمد سکندر پوری کانپور ۱۳۰۵ھ) ص ۴۳۵ [۵] تاریخ فرشتہ جلد اول ص ۵۱ [۶] تاریخ فرشتہ ص ۵۷

اس کے آغاز حکومت ہی میں ملک کے اندر اس قدر مدرسے اور مسجدیں تعمیر ہوئیں کہ ان کی تعداد سے زبان بیان عاجز و قاصر ہے۔	در اوائل سلطنت اور در ممالک محروسہ چنداں مدارس و مساجد بنیاد نہادند کہ زبان بیان از تعداد آں عاجز و قاصر است۔

مسعود کے بعد کئی حکمران تخت نشین ہوئے جن میں بہرام شاہ اپنی علم دوستی اور معارف پروری کی بدولت مشہور ہے[1]۔ بہرام شاہ کا بیٹا خسرو علاؤالدین غوری کے ہاتھوں شکست کھا کر ہند پاکستان پہنچا اور غزنوی خاندان کے آخری تین بادشاہوں کا ملجا و ماویٰ پاکستان اور دارالحکومت لاہور رہا۔ ۵۸۲ھ/۱۱۸۶ء میں خسرو ملک کو سلطان محمد غوری نے شکست دے کر لاہور پر قبضہ کر لیا اور غزنوی خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔

اسلامی معاشرہ۔ غزنوی خاندان کی حکومت کم و بیش دو سو سال رہی اور پاکستان کے اکثر علاقے اس کے زیر نگین تھے جس کے نتیجہ میں جلد ہی اسلامی معاشرے کو تقویت حاصل ہوئی جگہ جگہ صدہا مساجد اور مدارس تعمیر ہوئے۔ عربی و فارسی کی نشر و اشاعت ہوئی اور لاہور جلد ہی ایک اسلامی شہر بن گیا۔ عوفی نے اپنے تذکرے لباب الالباب میں ایک خاص باب "فضلائے غزنین و لاہور" پر لکھا ہے[2]۔ ان شعراء میں ابوالفرج رونی (ف سنہ ۴۸۴ھ/۱۰۹۱ء) اور مسعود سعد سلمان (ف سنہ ۴۹۱ھ/۱۰۹۷ء) مشہور شاعر ہیں اور آخرالذکر نے تو عربی و فارسی کے علاوہ ایک ہندی دیوان بھی اپنی یادگار چھوڑا[3]۔ اسی زمانے میں لاہور میں شیخ حسین زنجانی[4]۔ حضرت داتا گنج بخش ہجویری صاحب کشف المحجوب[5]، شیخ اسماعیل محدث[6]

---

[1] ملاحظہ ہو ہسٹری آف بہرام شاہ آف غزنین از ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں (لاہور سنہ ۱۹۵۵ء) ص ۷۴-۸۰ [2] لباب الالباب از محمد عوفی (مرتبہ سعید نفیسی) طبع ایران سنہ ۱۳۳۳ خورشیدی ص ۵۳۹-۵۵۰ [3] ملاحظہ ہو منتخب التواریخ از ملا عبدالقادر بدایونی (اردو ترجمہ از مولوی احتشام الدین مرادآبادی) نول کشور پریس لکھنؤ سنہ ۱۸۶۷ء ص ۱۴ [4] ملاحظہ ہو مآثر لاہور از محمد الدین فوق (مشمولہ نقوش لاہور نمبر سنہ ۱۹۶۲ء) و نزہۃ الخواطر جلد اول ص ۸۲ [5] [6] شیخ اسماعیل (ف سنہ ۴۴۸ھ/۱۰۵۷ء) سب سے پہلے دور کے محدث اور عالم بیان کئے جاتے ہیں۔ اور ان کے متعلق تحریر ہے کہ ہزارہا آدمی ان کی مجلس وعظ میں مشرف باسلام ہوتے تھے (ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند ص ۱۱ و خزینۃ الاصفیاء از مفتی غلام سرور لاہوری جلد دوم۔ نول کشور پریس لکھنؤ سنہ ۱۹۱۴ء ص ۲۴۸ مگر شیخ اسماعیل کے متعلق کوئی ہمعصر شہادت یا قریب العہد ماخذ نہیں ملتا۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ملتان میں شاہ یوسف گردیزی[1] اوچ میں صفی الدین گازرونی[2]۔ شاہ کوٹ میں سلطان سخی سرور[3] مشہور صوفیہ گزرے ہیں۔ جنہوں نے تذکیر و تبلیغ کے فرائض انجام دے کر ان علاقوں میں اسلام کو سربلند کیا۔ اور ان صوفیہ کی کوششوں سے مختلف قومیں اور قبیلے مشرف باسلام ہوئے۔

غلام خاندان سلطان معز الدین محمد غوری کی فتوحات سے ہند پاکستان میں مسلمانوں کا تیسرا دور شروع ہوا اور اسی دور میں برصغیر میں مسلمانوں کی حکومت کی باقاعدہ بنیاد قائم ہوئی دہلی اور اجمیر کی فتح کے بعد تمام دوآبہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ ۳ر شعبان ۶۰۲ھ/۱۲۰۶ء کو اس خدا ترس، عادل اور فیاض بادشاہ کو ایک باطنی نے غزنین جاتے ہوئے شہید کر دیا۔[4]

اس کے بعد معز الدین محمد غوری کا جانشین قطب الدین ایبک ہند پاکستان کا پہلا مسلمان بادشاہ ہوا جس کی تاجپوشی کا باقاعدہ جشن بروز منگل بتاریخ ۱۸ر ذیقعد ۶۰۲ھ/۱۲۰۶ء لاہور میں منایا گیا[5] اور وہیں اس کی آخری آرام گاہ بنی۔[6] یہ سلطان بڑا عادل، شجاع اور سخی تھا۔[7]

قطب الدین ایبک کے زمانے میں اسلام کو خوب ترقی ہوئی۔ مساجد، مدارس اور خانقاہیں تعمیر ہوئیں، ہزاروں کی تعداد میں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔[8] خود سلطان شریعت

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں یوسف گردیزی کو شیخ بہاؤالدین زکریا کا ہمعصر بیان کیا ہے۔ لیکن شیخ محمد اکرام مقامی روایات کی بناء پر ملتان میں ان کی آمد بہرام شاہ کے زمانے میں قرار دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ انتقال ۵۴۷ھ/۱۱۵۲ء میں ہوا ملاحظہ ہو آب کوثر (لاہور ۱۹۵۲ء) ص ۸۳ [2] صفی الدین گازرونی (ف ۳۹۸ھ/۱۰۰۷ء) ملاحظہ ہو تاریخ اوچ از مولوی حفیظ الرحمٰن (دہلی ۱۹۳۱ء) ص ۱۴۰-۱۴۱ و آب کوثر ص ۸۱-۸۳ [3] سلطان سخی سرور (ف ۵۷۷ھ/۱۱۸۱ء) ملاحظہ ہو خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۲۵۲-۲۴۹ و آب کوثر ص ۹۱-۹۴ [4] طبقات ناصری از منہاج سراج (بہ تصحیح ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی) لاہور ۱۹۵۲ء ص ۲۹ [5] طبقات ناصری ص ۵۴۔ فخر مدبر نے تخت نشینی کی تاریخ ۱۷ر ذیقعد لکھی ہے ملاحظہ ہو تاریخ فخر الدین مبارک شاہ (مرتبہ ایڈورڈ ڈینیسن روس) لندن ۱۹۲۷ء ص ۲۲ [6] ۶۰۷ھ میں قطب الدین ایبک فوت ہوا۔ لاہور میں انارکلی بازار سے میو ہسپتال جانے والی سڑک پر ایک گلی میں قطب الدین ایبک کی قبر بتائی جاتی ہے ۱۹۶۱ء میں محکمہ آثار قدیمہ پاکستان نے اس قبر کے متعلق تحقیق شروع کی۔ ملاحظہ ہو نقوش لاہور نمبر ۱۹۶۲ء ص ۱۴ [7] ملاحظہ ہو طبقات ناصری ص ۵۲ و منتخب التواریخ ص ۲۱ [8] تاریخ فخر الدین مبارک شاہ ص ۲۶

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کا بڑا پابند تھا اور شعائر اسلامی پورے طور سے رونق پذیر تھے تاج المآثر کا مولف لکھتا ہے۔[1]

شعائر الشرائع اسلام بہ غایت ظہور انجامید و مناہیج و شعائر مسلمانی بکمال وضوح پیوست۔	اسلامی شریعت کے کاموں کو پوری طرح انجام دیا اور اسلامی شعائر اور طور طریقوں کو مکمل طور پر ظاہر کیا۔

قطب الدین ایبک کا زیادہ وقت ملکی فتوحات اور جنگی مہمات میں گزرا لہٰذا اس کے عہد میں علمی سرگرمیاں محدود پیمانے پر رہیں مگر پھر بھی بہاؤ الدین اوشی ۶۰۷ھ/۱۲۱۰ء جمال الدین محمد اور حمید الدین وغیرہ فضلاء و شعراء اس کے دامن دولت سے وابستہ رہے[2] اور اس کے عہد کا نامور مورخ حسن نظامی نیشاپوری صاحب تاج المآثر[3] ہند پاکستان کا پہلا مسلم مورخ ہے قطب الدین ایبک کے دور کا ایک دوسرا نامور مصنف مبارک شاہ معروف بہ فخر مدبر ہے، جس نے بحر الانساب کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھ کر قطب الدین ایبک کے حضور میں پیش کی۔[4] اس کتاب کے ابتدائی حصے کو اڈورڈ ڈینیسون روس نے "تاریخ فخر الدین مبارک شاہ مرورودی" کے عنوان سے ۱۹۲۷ء میں لندن سے شائع کرا دیا ہے۔[5]

قطب الدین ایبک کے بعد اس کا صحیح جانشین شمس الدین التمش ہوا جو اس سے قبل بدایوں کا صوبیدار رہ چکا تھا۔[6] التمش نے ۲۶ سال حکومت کی اور ۶۳۳ھ/۱۲۳۶ء میں انتقال کیا۔ یہ بادشاہ

---

[1] تاج المآثر بحوالہ بزم مملوکیہ از صباح الدین عبد الرحمٰن (دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۵۴ء) ص ۷ [2] بزم مملوکیہ ص ۱۱ - ۱۲ [3] قطب الدین ایبک اور شمس الدین التمش کے حالات پر یہ پہلی ہمعصر تاریخ ہے اور اب تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی ہے، ڈاکٹر عندلیب شادانی (ف ۲۹ رنومبر ۱۹۶۹ء) مرحوم نے اس پر تحقیقی کام کیا تھا۔ اگر کوئی علمی ادارہ اس کتاب کو شائع کر دے تو تاریخ و ادب کی بڑی خدمت ہوگی۔ [4] تاریخ فخر الدین مبارک شاہ ص ۵، ۷، فخر مدبر نے ایک دوسری کتاب آداب الحرب و الشجاعت لکھی ہے جو شمس الدین التمش کے نام معنون کی گئی ہے۔ [5] اڈورڈ ڈینیسون روس نے غلطی سے اس مصنف کا نام فخر الدین محمد ابن منصور المرورودی الصدیقی لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو بزم مملوکیہ ص ۲۷ - ۲۸ [6] بدایوں شمالی ہند کا مشہور شہر ہے، اسے قطب الدین ایبک نے ۵۹۱ھ میں فتح کیا۔ اس کے صوبیداروں میں شمس الدین التمش اور رکن الدین بھی رہے ہیں جو

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بڑا دیندار، عابد، زاہد اور درویش دوست تھا۔[1] مسجد میں باجماعت نماز ادا کرتا تھا، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی (ف ۶۳۲ھ / ۱۲۳۵ء) کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتا تھا۔ اور ان سے بہت عقیدت رکھتا تھا۔ التمتش کے زمانے میں دہلی میں علماء و فضلاء و مشائخ و صوفیہ کی تعداد میں خاصا اضافہ ہوا اور بڑی تعداد میں لوگ ترکستان، ایران اور ماوراء النہر سے ترک وطن کر کے ہند پاکستان پہنچے کیونکہ اس زمانہ میں کفار مغول نے تباہی مچا رکھی تھی، ان علاقوں میں لوگوں کا جان و مال بالکل محفوظ نہ تھا اور ان کے لئے ہند پاکستان ہی سب سے بڑا ملجاء و ماویٰ تھا اور پھر التمتش ان پناہ گزینوں کی بڑی مدد اور قدر دانی فرماتا تھا۔[2] اور یہ لوگ بھی "حضرت دہلی" کی علمی و ثقافتی زندگی کو خوب رونق اور آراستگی بخشتے تھے۔ عصامی لکھتا ہے:[3]

درآں شہر یک رونقے شد پدید ⁂ بلے لذتے باشد اندر جدید
بسے سیدانِ صحیح النسب ⁂ رسیدند دردے ز ملک عرب
بسے کاسبانِ خراسان زمیں ⁂ بسے نقشبندانِ اقلیم چیں
بسے عالمانِ بخارا نژاد ⁂ بسے زاہد و عابد از ہر بلاد
ز ہر ملک و ہر جنس صنعت گراں ⁂ ز ہر شہر و ہر اصل سیمیں براں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ بعد کو تخت دہلی پر متمکن ہوئے، بدایوں فتح کے بعد ہی سے مسلمانوں کا مرکزی شہر بن گیا۔ اور اس زمانے میں وہاں ایک مدرسہ معزیہ، ایک عظیم الشان جامع مسجد اور عیدگاہ وغیرہ تعمیر ہوئیں، آخر الذکر دونوں عمارتیں آج بھی مسلمانوں کے گذشتہ عظمت و اقتدار کی نوحہ خواں ہیں۔ بغرض اسی زمانہ میں بیرون ہند سے بہت سے علماء و صلحاء بدایوں آکر سکونت پذیر ہوئے جن میں خواجہ عرب بخاری (شیخ نظام الدین اولیاء بدایونیؒ کے نانا) خواجہ حسن رسن تاب (مرید قاضی حمید الدین ناگوریؒ) خواجہ بدرالدین موئے تاب (برادر خواجہ رسن تاب) شیخ حسام الدین ملتانیؒ (خلیفہ صدر الدین عارف ملتانیؒ) علاؤالدین اصولی (استاد شیخ نظام الدین بدایونی) جیسے اکابر صوفیہ اور رضی الدین حسن صغانی، مؤلف مشارق الانوار (ف ۶۵۰ھ) شہاب الدین مہمرہ (مشہور شاعر) اور خواجہ زین الدین دانشمند جیسے علماء خاص طور سے قابل ذکر ہیں (ملاحظہ ہو تذکرۃ الواصلین از مولوی رضی الدین بسمل مطبوعہ نظامی پریس بدایوں ۱۹۴۵ء ص ۶۹، ۲۳، ۳۲، ۳۷، ۹۰، ۷۶، ۹۶، ۹۳۔

[1] اخبار الاخیار از شیخ عبدالحق دہلوی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۲ھ ص ۲۶ [2] طبقات ناصری ص ۸۷

[3] فتوح السلاطین از عصامی (مرتبہ محمد یوشع) مدارس ۱۹۴۸ء ص ۱۱۴ - ۱۱۵

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بسے ناقدان جواہر شناس ⁂ جواہر فروشان بروں از قیاس
حکیمانِ یوناں طبیبان روم ⁂ بسے اہل دانش ز ہر مرز و بوم
درآں شہر فرخندہ جمع آمدند ⁂ چو پروانہ بر نورِ شمع آمدند

التتمش کی فیاضی و قدر دانی نے دہلی کو علماء و فضلاء اور مشائخ و صوفیہ کا مرکز بنا دیا۔ تاج الدین سنگریزہ، امیر روحانی، ناصری اور بہاؤ الدین علی[1] جیسے شعراء، قاضی حمید ناگوری (ف ۶۴۱ھ / ۱۲۰۸۰۹ء)[2] حاجی مجد الدین[3]، فخر الملک عطائی[4]، قاضی منہاج سراج[5]، مولانا جمال الدین بسطامی[6]، نور الدین مبارک غزنوی[7]، جیسے علماء و فضلاء موجود تھے اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی[7] جیسے مشائخ و صوفیہ رشد و ہدایت کے ہنگامے گرم کئے ہوئے تھے[8]، علماء و فضلاء کے قیام کی وجہ سے ہند پاکستان کے بعض مرکزی شہر اوچ[9]، دہلی[10]، بدایوں[11] اور لکھنوتی[12] وغیرہ میں مرکزی مدارس قائم ہو گئے تھے۔ جہاں علماء تدریس کے فرائض بڑی ذمہ داری سے انجام دیتے تھے۔ ان مدارس کے قیام میں سلطان التتمش نیز دوسرے امراء کی سرپرستی اور معارف پروری شامل تھی۔ سلطان التتمش

---

[1] ان شعراء کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو بزم مملوکیہ ص ۹۰۔ ۱۳۱ و آب کوثر ص ۱۳۷۔ ۱۴۰ [2] ملاحظہ ہو اخبار الاخیار ص ۳۷ تا ۴۴ [3] شیخ شہاب الدین کے مرید و خلیفہ تھے۔ ملاحظہ ہو اخبار الاخیار ص ۳۵۔ [4] فتوح السلاطین ص ۱۲۲ [5] قاضی منہاج سراج صاحب طبقات ناصری [6] ملاحظہ ہو بزم مملوکیہ ص ۸۳ [7] ملاحظہ ہو بزم مملوکیہ ص ۸۳ تا ۸۷ [8] ان مشائخ کے تعلقات و حالات کے لئے ملاحظہ ہو بزم مملوکیہ ص ۷۰ تا ۷۹ و سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات از خلیق احمد نظامی ۱۰۹ تا ۱۴۴ (ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۵۸ء) [9] اوچ کے مرکزی دار العلوم اور علمی ترقیوں کا ذکر تفصیل سے اگلے باب میں آئے گا۔ [10] دہلی کے دو مرکزی مدرسے مدرسہ معزیہ اور مدرسہ ناصریہ قابل ذکر ہیں [11] بدایوں میں قطب الدین ایبک یا شمس الدین التتمش نے مدرسہ معزیہ قائم کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جامع مسجد شمسی کے عقب میں تھا (ملاحظہ ہو کنز التاریخ از مولوی رضی الدین بسمل مطبوعہ نظامی پریس بدایوں ۱۹۰۷ء ص ۲۷۔ ۲۸ و آثار بدایوں حافظ فضل اکرم بدایونی مطبوعہ وکٹوریہ پریس بدایوں ص ۷۱۔ ۷۳ ۱۹۱۵ء و گزیٹیر بدایوں ص مطبوعہ الہ آباد ۱۹۰۷ء۔ [12] محمد بن بختیار خلجی نے لکھنوتی وغیرہ میں مساجد و مدارس وغیرہ تعمیر کرائے ملاحظہ ہو طبقات ناصری ص ۶۴۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کے عہد میں بدایوں[1] اور منڈاور ضلع (بجنور)[2] میں عالیشان مسجدیں، عیدگاہیں اور حوض تعمیر ہوئے جو آج تک اس کی دینداری اور اسلام دوستی کی گواہی دے رہے ہیں۔

شمس الدین التمش کے بعد اس کا منجھلا بیٹا رکن الدین تخت نشین ہوا، اگرچہ اس کی حکومت چند ماہ سے زیادہ نہ رہی مگر اس کی معارف پروری اور شعراء نوازی نے اس کو بقائے دوام بخش دیا۔ تاج الدین ریزہ اور شہاب الدین مہمرہ اس کے دامنِ دولت سے وابستہ رہے اور انعام واکرام سے مستفیض ہوئے۔[3] اس کے بعد اس خاندان میں ناصر الدین محمود (ف ۶۶۴ھ/۱۲۶۵ء) اور غیاث الدین بلبن (ف ۶۸۶ھ/۱۲۸۷ء) قابل ذکر حکمراں گزرے ہیں، اول الذکر نہایت دیندار، متقی، زاہد، عابد، سخی، عدل پرور، شب بیدار اور بردبار حکمراں تھا۔ درویشانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اپنی ذاتی مصارف قرآن کریم کی کتابت کے ذریعے پورے کرتا تھا۔ صوفیہ اور مشائخ کا عقیدت مند اور علماء کا قدردان تھا۔ قاضی منہاج سراج نے اپنی مشہور کتاب "طبقات ناصری" اسی سلطان کے نام معنون کی ہے۔ غیاث الدین بلبن بڑی شان وشوکت اور جاہ وجلال کا مالک تھا۔ لیکن صوفیہ کا معتقد اور علماء کا قدردان تھا۔ اس کے عہد میں برہان الدین محمودؒ (ف ۶۸۷ھ/۱۲۸۸ء) نجم الدین عبدالعزیزؒ، شیخ سراج الدین ابوبکر، شرف الدین دلوالجیؒ، برہان الدین بزاز، قاضی رکن الدین سامانوی علامہ کمال الدین زاہد، شمس الدین خوارزمی اور فخر الدین ناقلہ وغیرہ وہ علمائے کرام تھے[4] جن کے نام تاریخ میں بقائے دوام کا درجہ رکھتے ہیں۔ ۶۸۹ھ میں دہلی کا یہ پہلا حکمراں خاندان ختم ہوگیا۔

---

[1] بدایوں کی عمارات کے متعلق ملاحظہ ہو کنز التاریخ ص ۴۱ تا ۴۸ و میمائر آف دی آرکیولاجیکل سروے آف انڈیا نمبر ۱۹۔ دی جامع مسجد ایٹ بدایوں از جے۔ الیف بلاکسٹن (کلکتہ ۱۹۲۶ء) [2] منڈاور کی جامع مسجد کے متعلق گزیٹر بجنور مطبوعہ الٰہ آباد ۱۹۲۸ء ص ۱۲۸ میں مرقوم ہے کہ مقامی روایت ہے کہ یہ مسجد قطب الدین ایبک نے بنوائی جو درست نہیں ہے مگر قاری بشیر الدین پنڈت لکھتے ہیں کہ جب التمش نے باغی راجپوتوں کی سرکوبی کے لئے منڈاور میں دو مہینے قیام کیا تو یہ مسجد بنوائی ملاحظہ ہو تاریخ ہندی قرون وسطیٰ جلد دوم مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۴۹ء ص ۲۴۹ [3] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو بزم مملوکیہ ص ۱۳۵ - ۱۶۷

[4] ان علماء کرام کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو بزم مملوکیہ ص ۲۳۰ - ۲۳۵

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

خلجی خاندان

۳ رجمادی الاُخری ۶۸۹ھ/۱۲۹۰ء کو جلال الدین خلجی ستر سال کی عمر میں دہلی کے تخت پر بیٹھا یہ سلطان منکسر المزاج، حلیم، حق گو اور مذہب کا بڑا پابند تھا اس کی پالیسی نہایت نرم تھی۔ مگر سیدی مولا کا قتل اس کے عہد کا ایک خاص واقعہ ہے[1]۔ اور بقول بعض مورخین اس کے قتل کے بعد عجیب و اقعات پیش آئے اور عہد جلالی کا زوال شروع ہوگیا۔ بالآخر اپنے بھتیجے اور داماد علاؤالدین خلجی کے ہاتھوں ۶۹۵ھ/۱۲۹۵ء میں قید ہستی سے آزاد ہوا اور علاؤالدین خلجی تخت دہلی کا مالک ہوگیا یہ بڑا باجبروت، کشورکشا، صاحب عزم اور ملک گیر بادشاہ تھا۔ شمالی ہند کی ہر چھوٹی بڑی طاقت نے اس کے اقتدار کو تسلیم کرلیا اور یہی وہ پہلا مسلم حکمراں تھا جس نے دکن کو فتح کرکے سلطنت کو وسعت دی۔ اس نے ملکی مصالح اور وقتی ضروریات کے پیش نظر ایک خاص نظام حکومت قائم کیا جو بڑی حد تک کامیاب رہا۔ راشننگ اور کنٹرول کا اجراء کرکے قیمتوں کے اضافے اور اشیاء کی قلت کا انسداد کیا وہ کبھی کبھی علماء سے مشورہ بھی کرتا تھا مگر اس پر عمل ضروری نہیں سمجھتا تھا۔ علاء الملک اور قاضی مغیث الدین سے مشورہ اور گفتگو اس کی صریح دلیل ہے[2]۔ وہ مذہب کا بڑا احترام کرتا تھا[3]۔ علاؤالدین خلجی نے عوام کے اخلاق کی درستی، شراب نوشی کا انسداد، سخرہ خوں آشام کا خاتمہ اور اباحیتوں کا استحصال کیا اور طوائفوں کو نکاح پر مجبور کرکے اصلاح معاشرہ کی پوری پوری کوشش کی ہے[4]۔ مشائخ وصوفیہ سے بھی عقیدت رکھتا تھا۔ بوعلی شاہ قلندر، شیخ رکن الدین ملتانیؒ اور شیخ نظام الدین اولیاء بدایونیؒ سے اس نے اکثر مواقع پر اظہار عقیدت کیا ہے[5]۔

علم وفضل کے اعتبار سے بھی عہد علائی قابل ذکر ہے، اس کے عہد میں بڑے بڑے علماء وفضلاء اور دانشور دہلی میں جمع تھے۔ شیخ نورالحق دہلوی لکھتے ہیں[6]:

طوائف اہل فضل و خداوند کمال اکہ	اہل فضل اور کمال کے گروہ جتنے اس

---

[1] سیدی مولا کے متعلق ملاحظہ ہو منتخب التواریخ ص ۴۹ تا ۵۰ [2] ملاحظہ ہو سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۲۲۱ تا ۲۲۳، ۲۳۳ تا ۲۳۹ و آب کوثر ص ۱۶۹ تا ۱۸۵ [3] سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۲۲۳ تا ۲۲۴ [4] ایضاً ص ۲۴۳ تا ۲۵۰ [5] ایضاً ص ۲۶۷ تا ۲۷۶

[6] زبدۃ التواریخ از شیخ نورالحق دہلوی ورق ۳۰ بحوالہ سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۲۲۶ تا ۲۲۷۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

در عصرِ وے جمع آمدہ بودند در	کے عہد میں جمع ہو گئے تھے... کسی
ہیچ عصرے نیامدہ بلکہ نخواہند آمد	عہد میں نہیں ہوئے تھے بلکہ نہ آئندہ ہونگے۔

ضیاء الدین برنی نے اپنی تاریخ فیروز شاہی میں صرف دہلی میں علاء الدین خلجی کے زمانے کے چھیالیس علماء کے نام تحریر کئے ہیں[1] ان میں قاضی مغیث الدین[2] بیانوی۔ قاضی محی الدین کاشانی[3]۔ مولانا کمال الدین کولی[4]۔ مولانا وجیہ الدین پائلی[5]۔ اور شمس الدین یحییٰ[6] کے اسماء گردہ علماء میں نہایت ممتاز ہیں۔ عہد علائی کے متعلق امیر خسرو لکھتے ہیں[7]

خوشا ہندوستان و رونق دیں	شریعت را کمال عز و تمکین
ز علم با عمل دہلی بخارا	ز شاہاں گشتہ اسلام آشکارا
ز غزنیں تا لب دریا دریں باب	ہمہ اسلام بینی بر یکے آب
مسلمانانِ نعمانی روشِ خاص	ز دل ہر چار آئیں را با خلاص
ز بے خاک مسلمان خیز دیں جوئے	کہ ماہی نیز معنی خیز داز جوئے

خود امیر خسرو (ف ۷۲۵ھ/۱۳۲۵ء) حسن سجزی (ف ۷۳۶ھ/۱۳۳۶ء) اور شیخ نظام الدین اولیاء (ف ۷۲۵ھ/۱۳۲۴ء) عہد علائی کی زندہ جاوید ہستیاں ہیں۔

اسی سلطان علاء الدین خلجی کا زمانہ تھا کہ مخدوم جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت پیدا ہوئے، اس وقت برصغیر پاک و ہند (دہلی) میں مسلمانوں کی سلطنت کے قیام کو کم و بیش سو سال گزرے تھے اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی عمر تقریباً تیرہ سال تھی کہ خلجی خاندان کا ۷۲۰ھ/۱۳۲۰ء میں خاتمہ ہو گیا۔

تغلق خاندان غیاث الدین تغلق نے محسن کش خسرو کو ٹھکانے لگا کر تخت دہلی کو زینت بخشی اور چار پانچ سال ہی میں حکومت کو مضبوط اور نظم و نسق کو درست کر دیا، ملک میں

---

[1] تاریخ فیروز شاہی از ضیاء الدین برنی (کلکتہ ۱۸۶۰ء) ص ۳۵۳ تا ۳۵۴

[2] ملاحظہ ہو سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۲۳۲ تا ۲۳۹۔ [3] [4] [5] [6] ان حضرات کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند ص ۴۸۷، ۵۸۷، ۱۸۱، ۵۸۱، ۲۳۶ تا ۲۳۷۔

[7] ملاحظہ ہو مثنوی دول رانی خضر خاں از امیر خسرو (مرتبہ مولانا رشید احمد سالم) (علی گڑھ ۱۹۱۷ء) ص ۴۶ تا ۴۷

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

امن وامان اور خوشحالی کے آثار پیدا ہو گئے باغیوں اور سرکشوں کو مطیع و منقاد بنایا۔ ۷۲۵ھ ۱۳۲۵ء میں سلطان مہم بنگالہ سے واپس آکر دہلی کے باہر ایک نو تعمیر محل میں ٹھیرا اچانک یہ محل گر پڑا اور بادشاہ مع دیگر امراء کے ختم ہو گیا۔ غیاث الدین تغلق بڑا قابل، منتظم اور انصاف پسند حکمراں تھا، صوم و صلوٰۃ کی پابندی اور شریعت کا احترام کرتا تھا، علماء و مشائخ سے تعلقات خوشگوار تھے۔ شیخ علاء الدین اجودھنی، رکن الدین ملتانی اور بو علی شاہ قلندرؒ سے اس کے تعلقات کا اکثر ذکر ملتا ہے[1] مگر اتفاق کی بات ہے کہ اس کے دور کے سب سے بڑے شیخ، نظام الدین اولیاءؒ سے اس کے تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ غیاث الدین کے بعد اس کا بیٹا محمد تغلق تخت نشین ہوا۔

محمد تغلق قرآن کریم کا حافظ، نماز روزے کا پابند اور بڑا عالم فاضل تھا۔ فلسفہ کا ماہر اور فقہ میں کافی درک رکھتا تھا، اور خیال یہ ہے کہ امام ابن تیمیہؒ کے خیالات وافکار سے خاصا متاثر تھا یہی وجہ ہے کہ صوفیانہ معتقدات اور خانقاہی نظام سے کچھ کھنچا ہوا سا نظر آتا ہے[2] اس نے صوفیائے کرام کو بعض غیر صوفیانہ ذمہ داریاں سپرد کیں۔ سہروردی سلسلے کے اکثر مشائخ نے ان ذمہ داریوں کو قبول کر لیا مگر چشتیہ سلسلے کے مشائخ نے ناراضامندی کا اظہار کیا اور عملی تعاون سے گریز کیا۔ سلطان نے بعض مشائخ کو تبلیغ اسلام کے لئے منتخب کیا اور خود بھی اس سلسلے میں عملی قدم اٹھایا۔[3] دولتآباد میں علماء و مشائخ کی منتقلی اور اس کو ایک دوسرا دار الحکومت قرار دینا اس سلسلے کی ایک خاص کڑی ہے۔ سلطان محمد تغلق کی اس پالیسی کے نتیجہ میں دکن میں مسلمانوں کی اکثریت اور ان کے تعلیمی و تبلیغی اداروں کو استحکام نصیب ہوا۔[4] محمد تغلق دہلی کا وہ پہلا مسلمان بادشاہ تھا جس نے ہند پاکستان کے ان قبائل کے بعض لائق افراد کو جو۔

---

[1] سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۳۱۳ تا ۳۱۴۔ [2] ملاحظہ ہو آئینۂ حقیقت نما از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی (جلد دوم) (کراچی ۱۹۵۸ء) ص ۴۱۷ تا ۴۵۸ و سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ۳۳۶ تا ۳۳۹۔ [3] سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۳۲۸ تا ۳۴۵۔ [4] آئینۂ حقیقت نما جلد دوم ص ۴۶۴ - ۴۶۸ و سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۳۳۹ تا ۳۴۵۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مسلمان ہو چکے تھے۔ حکومت کے نظم و نسق میں شریک بنایا اور بعض اعلیٰ عہدے دیئے اگرچہ یہ بات ان باہر سے آئے ہوئے مسلمانوں کو ناگوار ہوئی جو بلا شرکت غیرے حکومت کے نظم و نسق میں دخیل تھے اور انہوں نے معاشی و اقتصادی فوائد حاصل کرنے کے لئے نسلی برتری اور نسبی افتخار کے غیر اسلامی رجحان کو بھی ہوا دی۔[1] محمد تغلق کا عہد علم و فضل کے اعتبار سے کچھ زیادہ نمایاں نہ تھا۔ مگر پھر بھی ضیاء الدین برنی مؤلف تاریخ فیروز شاہی، ابن بطوطہ سیاح بدر چاچ ملک الشعراء عصامی مؤلف فتوح السلاطین، ضیاء الدین نخشبی[2] بدایونی اور مولانا معین الدین عمرانی[3] وہ نامور علماء و فضلاء ہیں جو علمی دنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ محمد تغلق کے عہد میں بعض صوبے خود مختار ہو گئے اور سلطنت کا استحکام ختم ہو گیا۔ ۷۵۲ھ/۱۳۵۱ء میں ٹھٹھہ کی مہم کے دوران محمد تغلق کا انتقال ہوا۔

محمد تغلق کی حکومت سے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے براہ راست تعلقات تھے سلطان نے مخدوم کو شیخ الاسلامی کا عہدہ دیا اور سیوستان کی چالیس خانقاہیں ان کے سپرد کی تھیں۔ ان تعلقات کی تفصیل حسب موقع بیان کی گئی ہے۔ محمد تغلق کے بعد اس کا چچا زاد بھائی فیروز تغلق تخت نشین ہوا۔ اس کے دور میں رعایا نہایت خوشحال رہی اس نے محمد تغلق کے عہد کے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا اور جن لوگوں کو محمد تغلق کے عہد میں نقصان پہنچا تھا ان سے باقاعدہ راضی نامے حاصل کئے اور ان کو سلطان مرحوم کی قبر کے سرہانے ایک صندوق میں رکھا۔[4] فیروز تغلق نے رفاہ عام کے بہت سے کام کئے، سرائیں، پل، کنوئیں، مدرسے اور مساجد تعمیر کرائیں۔ شفاخانے قائم کئے۔ فیروز شاہ تغلق کے عہد میں

---

[1] ملاحظہ ہو آئینہ حقیقت نما جلد دوم ص ۵۱۵ تا ۵۱۹، سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۳۲۴۔ ۳۲۵ و تاریخ فیروز شاہی ص ۵۰۵ [2] و [3] ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند ص ۲۵۴ تا ۲۵۵ و ۴۹۹ تا ۵۰۰ [4] ملاحظہ ہو فتوحات فیروز شاہی از سلطان فیروز شاہ (علی گڑھ ایڈیشن) ص ۱۹، ایلیٹ نے لکھ دیا کہ یہ صندوق سرہانے دفن کیا گیا تھا۔ چنانچہ اس کی تلاش میں سر جان مارشل ڈائرکٹر آثار قدیمہ کے حکم وایماء سے خان بہادر ظفر حسن او۔ بی۔ ای ف (۳۱ مئی ۱۹۶۵ء) نے سلطان محمد بن تغلق کی قبر کھدوائی تھی۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مولانا احمد تھانیسری[1]، قاضی شہاب الدین دولت آبادی[2]، مولانا خواجگی[3] اور قاضی عبد المقتدر[4] دہلوی جیسے علماء اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ اور مخدوم جہانیاں جہانگشتؒ جیسے مشائخ موجود تھے اس سلطان کے عہد میں حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت کے کم و بیش تینتیس سال گزرے اور حضرت مخدوم کے تعلقات سلطان فیروز شاہ سے بہت استوار رہے جن کو ہم نے ایک باب میں مفصل طور سے بیان کیا ہے۔

صوفیہ کی تبلیغی کوششیں ہند پاکستان میں مسلم اقتدار نے اس ملک کی کایا پلٹ کردی۔ ہر شعبہ زندگی میں انقلاب آیا اور ملک سیاسی استحکام نصیب ہوا ۔ مسلمانوں کی بہت سی نو آبادیاں قائم ہوئیں۔ صنعت و حرفت کے میدان میں نمایاں ترقی ہوئی، خانقاہیں، مقبرے، سرائیں نہریں، کنوئیں اور پل وغیرہ تعمیر ہوئے۔ دہلی میں قطب مینار، قوۃ الاسلام اور علائی دروازہ جیسی عالیشان عمارتیں تعمیر ہوئیں یہ تو سیاسی اثر و اقتدار کے نتائج تھے اس کے علاوہ صوفیہ کی مقدس جماعت نے ہند پاکستان میں اصلاح و تبلیغ کا بڑا کام انجام دیا۔ اکابر صوفیہ میں داتا گنج بخش ہجویریؒ، خواجہ معین الدین چشتیؒ، خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، قاضی حمید الدین ناگوریؒ، شیخ حمید الدین صوفی سوالیؒ، شیخ جلال تبریزیؒ، بابا فرید گنج شکرؒ، بہاء الدین زکریا ملتانیؒ، نظام الدین اولیاء، بوعلی شاہ قلندرؒ، شیخ صدر الدین ملتانیؒ اور شیخ رکن الدین ابوالفتحؒ وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

مسلمانوں کی آمد سے پہلے ہند پاکستان کی اکثریت ایک کرب عظیم میں مبتلا اور زندگی کے عام حقوق سے بھی محروم تھی، برہمن ارباب من دون اللہ بنے ہوئے تھے، ذات پات کی بیجا قیود سے انسانیت بری طرح کراہ رہی تھی، معاشرہ میں شودروں کا کوئی مقام نہ تھا اور وہ جانوروں سے بھی زیادہ ذلیل سمجھے جاتے تھے مذہبی اور معاشی پابندیوں نے ان کی کمر توڑ دی تھی، اسلام ان لوگوں کے لئے ایک آیۂ رحمت ثابت ہوا، صوفیائے کرام انسانیت کے اعلیٰ اصولوں کی تبلیغ کرتے اور اتحاد و محبت کا پیغام دیتے۔ توحید اور عالمگیر انسانیت کے اعلیٰ اصول عملی طور سے پیش کرتے جنہیں دیکھ

---

[1] [2] [3] [4] ان حضرات کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند ص ۱۰۳ تا ۱۰۴، ص ۲۳۹ تا ۲۴۰، ص ۱۸۲ تا ۱۸۳، ص ۳۲۴ تا ۳۲۵۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

گرگروہ کے گروہ اور قبیلے کے قبیلے مسلمان ہو جاتے اور اس طرح "ید خلون فی دین اللہ افواجا"
کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے ہوتی۔ مشہور مؤلف ٹی ڈبلیو آرنلڈ بنگال میں اشاعت اسلام
کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتا ہے [1]

"داعیان اسلام جب بنگال میں پہنچے تو نیچ ذات کے ہندو اور وہاں
کے اصلی باشندے جو ہندوؤں کے مذہب سے قریب قریب خارج
سمجھے جاتے تھے اور اپنے آرین سرداروں کے ہاتھوں سے طرح طرح کی
ذلتیں اور اذیتیں اٹھاتے تھے، مسلمانوں کی طرف ہاتھ پھیلا کر بڑھے ان
لوگوں کے نزدیک جن میں مفلس مچھلی پکڑنے والے، شکاری، قزاق اور
ادنی قوم کے کاشتکار تھے اسلام ایک اوتار تھا جو ان کے لئے آکاش
سے اترا تھا وہ حکمراں قوم کا مذہب تھا اور اس کے پھیلانے والے وہ
باخدا لوگ تھے جو توحید کی خبر اور سب انسانوں کے برابر ہونے کا مژدہ
ایسی قوم کے پاس لائے تھے جس کو سب ذلیل و خوار سمجھتے تھے"۔

سید ہاشمی فرید آبادی تبلیغی سرگرمیوں کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں [2]

"مسلمانوں سے جب ان (پارچہ بافوں) کا معاشی رابطہ بڑھا تو سب سے پہلے
یہی لوگ اسلامی دائرے میں کھنچ آئے اور ان میں مذہب اسلام کی اتنی
اشاعت ہوئی کہ اب ہندوستان میں پارچہ بافوں کی اکثریت مسلمان
ہے اسی طرح دوسرے پیشہ ور آہستہ آہستہ اسلام کی طرف مائل ہونے
لگے (اور) مسلمانوں کی تعداد میں آئندہ اضافہ ہوا"۔

خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آرنلڈ لکھتا ہے کہ رفتہ رفتہ بہت سے لوگ خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ
کے معتقد ہو گئے اور انہوں نے بت پرستی چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا اب خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت سب

---

[1] دعوت اسلام از مولوی عنایت اللہ دہلوی (اردو ترجمہ پریچنگ آف اسلام) از ٹی ڈبلیو آرنلڈ
(علی گڑھ ۱۸۹۸ء) ص ۲۹۸ [2] تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت جلد اول ص ۲۳۲

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

طرف ہو گئی اور آخر میں ہندوؤں کے گروہ کے گروہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے
مشہور ہے کہ جس وقت خواجہؒ دہلی سے اجمیر جا رہے تھے تو راستے میں سات سو ہندوؤں کو
انہوں نے مسلمان کیا۔[۱] شیخ ابو الفضل علامی نے لکھا ہے کہ خواجہؒ بزرگ کے اجمیر میں قیام کرنے
کی وجہ سے گروہ کے گروہ مسلمان ہوئے۔[۲] خواجہ مبارک العلوی لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ کے
قدم مبارک کی برکت سے یہ علاقہ اسلام سے منور ہو گیا۔[۳]

بابا فرید گنج شکر نے پاک پٹن کو رشد و ہدایت کا مرکز بنایا اور پنجاب میں اسلام کی
خوب اشاعت فرمائی، راجپوتوں کے کئی قبیلے مثلاً سیال اور وٹو وغیرہ ان کے ہاتھ پر مشرف باسلام
ہوئے[۴] پاک پٹن کی ایک پوری قوم مع اپنے مقتدا کے جو ایک جوگی تھا، فرید الدین گنج شکر کی
توجہ سے مسلمان ہو گئی، راجپوتوں کے بعض دوسرے قبیلے بھلیاں اور جاٹ وغیرہ نے بھی حضرت
بابا فریدؒ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔[۵]

اسی طرح بابا گنج شکرؒ کی اولاد اور سجادہ نشینوں کی توجہ سے بھی بعض راجپوت قبائل اور
سودرھی قوم مسلمان ہوئی اور اسی قوم کے لوگ بابا فریدؒ کی قبر پر چراغ بتی کرنے والے اور
جاروب کش تھے۔[۶]

بو علی شاہ قلندرؒ (ف ۷۲۴ھ/۱۳۲۴ء) مشہور صوفی بزرگ گزرے ہیں، ان کے ہاتھ پر اکثر
راجپوت مسلمان ہوئے، ایک شخص امر سنگھ نامی نے قلندرؒ صاحب کی توجہ سے اسلام قبول کیا جسکی
اولاد پانی پت کے محلہ راجپوتان میں رہتی تھی۔[۷] شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے ایک خلیفہ صلاح الدین

۱۔ تاریخ مسلمانانِ پاکستان و بھارت۔ از سید ہاشمی فرید آبادی جلد اول (انجمن ترقی اردو کراچی) ص ۲۳۲
دعوت اسلام ص ۳۰۱ ۲۔ آئین اکبری از شیخ ابو الفضل علامی (بہ تصحیح سر سید احمد خاں) جلد دوم (دہلی
سنہ ۱۲۷۲ھ) ص ۲۰۷ ۳۔ سیر الاولیاء از مبارک العلوی (مطبع محب ہند، دہلی سنہ ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء) و سفینۃ الاولیاء
از دارا شکوہ (اردو ترجمہ از محمد علی لطفی) (کراچی سنہ ۱۹۵۹ء) ص ۱۲۸ ۴۔ آب کوثر ص ۲۵۱ و دعوت اسلام ص ۳۰۰
۵۔ جواہر فریدی از محمد علی اصغر چشتی (اردو ترجمہ) (اللہ والے کی قومی دکان۔ لاہور) ص ۳۹۳ تا ۳۹۴ ۶۔ ایضاً
ص ۳۵۰ - ۳۵۱ - ۷۔ دعوت اسلام ص ۳۰۱

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بلرامی (ف ۸۲۰ھ) کے دست حق پرست پر نواح بدایوں کا ایک گروہ جو عرف عام میں "چودھری" کہلاتا ہے مشرف بہ اسلام ہوا. چودھریوں کی آبادی کھیڑہ بزرگ، عارف پور نوادہ، تال گاؤں، بینی، دوگریا، لائی، بری، حسین پور، خاص پور، گور پری، نظام پور، بن گرڈھ، محی الدین نگر وغیرہ میں ہے[1] سہروردی سلسلے کے مشائخ کی تبلیغی سرگرمیوں کا جائزہ ہم اگلے باب میں لیں گے.

غرض کہ صوفیائے کرام کی مقدس جماعت نے ہند پاکستان میں اشاعت اسلام کی پوری پوری کوشش کی اور ان کی مساعئ جمیلہ کا یہ نتیجہ ہے کہ ہند پاکستان میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو اسی ملک کے رہنے والے تھے[2] اور پھر مشرف باسلام ہوئے. کاش مسلم سلاطین علماء، امراء، سپہ سالار نیز دوسرے بااثر طبقے کے لوگ اشاعت اسلام میں پورا حصہ لیتے تو برصغیر کا پورا نقشہ ہی اور ہوتا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہند پاکستان کی جن قوموں قبیلوں اور برادریوں نے اسلام قبول کیا تھا ان کی تعلیم و تربیت اور فلاح و بہبود کا پورا پورا حق ادا نہیں ہوا بلکہ معاشی واقتصادی مصالح کے پیش نظر ان کا شمار معاشرے میں دوسرے درجہ پر ہوا اگرچہ یہ بات اسلامی تعلیم اور اصولوں کے سراسر خلاف ہے.

---

[1] تذکرہ نوری (سوانح شاہ ابوالحسین نوری میاں مارہروی) مؤلفہ مولوی غلام شبیر بدایونی (لائل پور ۱۹۶۸ء) ص ۲۱۴ [2] دعوت اسلام ۲۷۱

باب دوم

سہروردی سلسلہ

شیخ شہاب الدین سہروردی عراق عجم کے قصبہ سہرورد میں پیدا ہوئے اور بغداد میں اپنے چچا ابونجیب عبدالقاہر کے سایۂ عاطفت میں پرورش و تربیت پائی نامور علمار و فضلا سے علوم مرجہ حاصل کئے، حدیث، فقہ، کلام اور علوم ادبیہ میں مہارت کاملہ رکھتے تھے تصوف اور زہد و اتقا میں اپنی نظیر آپ تھے۔ خلفائے بغداد اور بہت سے امرار و سلاطین شیخ سہروردی کا بہت احترام کرتے تھے[1] وہ سنت کے نہایت متبع تھے اور شافعی مسلک رکھتے تھے فقہ میں اجتہاد کا درجہ حاصل تھا۔ انہوں نے عزہ محرم ۶۳۲ھ ۱۲۳۴ء میں بغداد میں انتقال کیا۔ شیخ سہروردی کثیر تصانیف کے مالک تھے۔ بروکلمان نے اپنی مشہور عربی ادب کی تاریخ میں شیخ کی اکیس[۲] کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ حکیم شمس اللہ قادری نے ان میں سے دس کا مفصل تعارف کرایا ہے[2] سب سے اہم کتاب عوارف المعارف ہے جو تصوف کی نہایت مقبول اور خاص کتاب سمجھی جاتی ہے۔ صوفیہ کے حلقوں میں اس کا باقاعدہ درس ہوتا تھا[3] ہند پاکستان میں ممتاز علماء اور مصنفین نے عوارف المعارف پر شرح و حواشی

---

[1] الامام العارف شیخ شہاب الدین سہروردی از حکیم شمس اللہ قادری ص ۱۲ تا ۱۶ [2] الامام العارف شیخ شہاب الدین سہروردی ص ۲۱ تا ۲۳ [3] حضرت بابا فرید الدین گنج شکر سے شیخ نظام الدین نے عوارف کے پانچ باب پڑھے تھے ملاحظہ ہو فوائد الفواد از امیر حسن سنجری (اردو ترجمہ) ص ۶۱ اللہ والے کی قومی دکان لاہور ۱۹۵۶ء۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

لکھے ہیں اور مختلف زبانوں فارسی، ترکی اور اردو میں ترجمے ہوئے ہیں۔[1]

شیخ شہاب الدین سہروردی اجل صوفیائے کرام میں ہیں۔ لوگ مختلف دیار و امصار سے بغداد میں آکر شیخ سے فیض حاصل کرتے تھے۔ ان کے نامور خلفاء میں قاضی حمید الدین ناگوری[2]، شیخ نور الدین مبارک غزنوی اور شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی خاص طور سے قابل ذکر ہیں ان حضرات کے ذریعے ہند پاکستان میں سہروردی سلسلہ کی خاص طور سے ترویج و اشاعت ہوئی۔

شیخ حمید الدین ناگوری (ف ۶۴۱ھ؍۱۲۴۳ء) التتمش کے عہد کے نامور شیخ تھے انہوں نے سیر و سیاحت خوب کی تھی۔ خواجہ بختیار کاکی سے بہت گہرے تعلقات تھے، تصوف پر کئی کتابیں لکھیں جن میں طوالع شموس سب سے زیادہ مشہور ہے، اس کتاب میں باری تعالیٰ کے ننانوے ناموں کی صوفیانہ انداز میں شرح کی ہے۔[3] شیخ ناگوری سماع کے بہت دلدادہ تھے، شمالی ہند کے قدیم شہر بدایوں میں شیخ ناگوری کے خلفاء میں شیخ شاہی رسن تاب اور شیخ احمد نہروالی مشہور ہیں۔

شیخ شاہی بڑے صاحب مرتبہ بزرگ تھے، رسیاں بٹ کر حلال روزی کماتے تھے، ان کے دو بھائی خواجہ بدر الدین موئے تاب اور خواجہ عثمان بھی بڑے صاحب نسبت بزرگ تھے اور اپنے بھائی شیخ شاہی کے مرید و خلیفہ تھے، خواجہ بدر الدین بالوں کی رسیاں بٹا کرتے تھے[4] یہی نفوس قدسیہ تھے جن کے ذریعے کٹھیر میں اسلام کی اشاعت ہوئی۔ شیخ نظام الدین اولیاء بدایونی ان کے متعلق فرماتے ہیں[5]

---

[1] اردو زبان میں سب سے پہلے عوارف المعارف کا ترجمہ مولوی ابوالحسن فرید آبادی نے کیا تھا جو سنہ ۱۸۹۳ء میں نول کشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوا تھا۔ سنہ ۱۹۶۲ء میں غلام علی اینڈ سنز (لاہور نے) عوارف کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے۔ عوارف کے خلاصہ مفتاح الہدایہ و مفتاح الکافیہ کا انگریزی کا ترجمہ کرنل۔ ایچ۔ ڈبلیو۔ کلارک نے سنہ ۱۸۹۱ء میں لندن سے شائع کیا۔ [2] قاضی حمید الدین ناگوری کے حالات کے لئے دیکھئے تذکرہ علمائے ہند ص ۱۶۹ تا ۱۷۰۔ اخبار الاخیار ص ۳۷، ۴۴، [3] ۴۴، [4] شیخ شاہی رسن تاب و خواجہ بدر الدین موئے تاب کے حالات کے لئے دیکھئے اخبار الاخیار ص ۴۹ و تذکرۃ الواصلین ص ۲۳ تا ۳۶۔ [5] فوائد الفواد بحوالہ تذکرۃ الواصلین ص ۳۴۔

در بدائن دو پیر اور لودند یکے شیخ شاہی روشن ضمیر دو ئمی ابوبکر موئے تاب ابوبکر موئے تاب رادیدہ ام و شیخ شاہی راندیدہ ام۔	بدایوں میں دو بھائی تھے ایک شیخ شاہی روشن ضمیرؒ اور دوسرے ابوبکر موئے تابؒ ابوبکر موئے تابؒ کو میں نے دیکھا ہے۔ شیخ شاہی کو نہیں دیکھا۔

شیخ احمد نہر والیؒ بھی بڑے پایہ کے صوفی تھے، خود شیخ حمید الدین ناگوری ان سے ملنے بدایوں آئے، حضرت شیخ ناگوری اپنے مرید احمد نہر والی کے متعلق فرماتے ہیں کہ[1]:

"اگر مشغولی احمد بسنجند بایہ دہ صوفی باشد۔"	اگر احمد کے ریاضت و مجاہدہ کو وزن کریں تو دس صوفیوں کے برابر ہوگا۔

جس مجلس میں حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کا وصال ہوا تھا اس میں شیخ احمد موجود تھے، پارچہ بافی ان کا ذریعہ معاش تھا[2]۔ ۶۸۱ھ ؍ ۱۲۸۲ء میں بدایوں میں وصال ہوا۔

شیخ نورالدین مبارک غزنوی التتمش کے عہد میں دہلی کے شیخ الاسلام رہے اور "میر دہلی" کے لقب سے معروف تھے، اکثر وعظ کہتے تھے اور مراسم دربار پر بھی تنقید کیا کرتے تھے ۶۳۲ھ ؍ ۱۲۳۴ء میں وصال ہوا[3]۔

اس سلسلے میں شیخ جلال الدین تبریزیؒ کا ذکر بھی ضروری ہے۔ یہ شیخ ابوسعید تبریزیؒ کے مرید ہیں، مگر ایک مدت تک حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی صحبت میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کئے تھے۔ شمس الدین التتمش کے عہد میں دہلی آئے۔ جب شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ سے اختلاف ہوا تو دہلی سے بدایوں ہوتے ہوئے بنگال روانہ ہوگئے۔ بدایوں کے قیام میں

---

[1] فوائد الفواد ص ۱۸۱ [2] اخبار الاخیار ص ۴۷ [3] اخبار الاخیار میں منقول ہے کہ شیخ احمد نہر والی نے اپنے پیر قاضی حمید الدین ناگوری سے ہندی زبان میں گفتگو کی تھی افسوس کہ حضرت کے وہ اقوال محفوظ نہ رہ سکے ورنہ زبان اردو کے خزانے کے قیمتی جواہر ریزے ہوتے۔ شیخ احمد نہر والی کی اس گفتگو اور ذریعہ معاش سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اصل و نسل کے اعتبار سے ہند پاکستانی تھے۔ [3] ملاحظہ ہو اخبار الاخیار ص ۲۸ تا ۲۹ و سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۱۰۹ تا ۱۱۰۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت تبریزی کی نورانی صورت دیکھ کر ایک دہی بیچنے والا بہت متاثر ہوا، یہ شخص بدایوں کے قریب کے ایک گاؤں کا باشندہ تھا اور اس گاؤں کے اکثر لوگ ڈاکہ زنی کیا کرتے تھے، وہ شخص حضرت تبریزی کے دست مبارک پر مسلمان ہو گیا۔ علی نام مقرر ہوا۔ یہ بدایوں کے بڑے صاحب باطن بزرگ ہیں[1]

جب حضرت جلال تبریزی بنگال پہنچے تو وہاں رشد و ہدایت کا ہنگامہ برپا کر دیا۔ خانقاہ اور مسجد تعمیر کی اور لنگر خانہ جاری کر دیا، بہت سے مسلمان حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور خاص طور سے وہ ہندو اور بودھ جو نہایت پستی کی حالت میں زندگی گزار رہے تھے۔ حضرت تبریزی کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے[2]۔ سنہ ۶۴۱ھ/۱۲۴۴ء میں بنگال میں انتقال ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ دیوتلہ (دیو محل) میں دفن ہوئے۔ دیوتلہ میں چلے اور لنگر خانہ کے آثار آج بھی موجود ہیں[3]

سہروردی سلسلہ کی "فردوسی" شاخ کے مشائخ نے بہار کے علاقے میں رشد و ہدایت کے بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں۔ اس شاخ میں خواجہ بدر الدین فردوسیؒ (ف سنہ ۷۱۶ھ) ایسے شخص ہیں جو ہند پاکستان میں آئے اس سلسلے کے درخشندہ ستارے شیخ شرف الدین یحییٰ منیری (ف سنہ ۷۸۲ھ/۱۳۸۰ء) ہیں، جو کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں[4]

---

[1] خیال یہ ہے کہ یہ بزرگ "گدی" جماعت کے رکن تھے۔ ممکن ہے کہ ان ہی بزرگ کی تبلیغ و تحریک سے بدایوں کے دیہات کے "گدی" مسلمان ہوئے ہوں، خواجہ علی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو فوائد الفواد ص ۱۰۸، اخبار الاخیار ص ۴۴ تا ۴۵ و تذکرۃ الواصلین ص ۴۳ تا ۵۷۔ [2] ملاحظہ ہو عجائب الاسفار ابن بطوطہ (اردو ترجمہ از مولوی محمد حسین) سنہ ۱۹۱۳ء ص ۳۵۸ تا ۳۶۱ و دعوت اسلام ص ۳۰۱ [3] جلال تبریزی کے متعلق ڈاکٹر عبد الرحیم نے ایک تحقیقی مضمون لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو جرنل آف دی پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی جولائی سنہ ۱۹۶۰ء ڈاکٹر عبد الکریم کا مضمون بھی دیکھئے۔ جرنل آف دی پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی اکتوبر سنہ ۱۹۶۰ء ان دونوں مضامین میں بتایا گیا ہے کہ ابن بطوطہ نے جلال سلہٹی سے ملاقات کی تھی۔ [4] سلسلہ سہروردیہ۔ فردوسیہ کے مفصل حالات معین الدین دردائی" نے تاریخ سلسلہ فردوسیہ" کے نام سے لکھے ہیں یہ کتاب بہار شریف (پٹنہ) سے سنہ ۱۹۶۳ء میں شائع ہوئی ہے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سلطان شمس الدین التتمش اور بہاء الدین زکریا ملتانی کے بہت اچھے تعلقات تھے۔ اوچ و ملتان میں اگرچہ اس وقت ناصر الدین قباچہ کی حکومت تھی۔ مگر شیخ زکریا ملتانی، سلطان التتمش سے ہمدردی رکھتے تھے اور انہوں نے کھل کر التتمش کا ساتھ دیا، قباچہ کے استیصال کے بعد یہ تعلقات اور بھی استوار ہو گئے۔ التتمش نے شیخ زکریا ملتانی کو شیخ الاسلام کے منصب پر فائز کیا[1] ۶۶۵ھ/۱۲۶۶ء میں اس عظیم المرتبت صوفی شیخ کا ملتان میں وصال ہوا[2]۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے جد امجد حضرت جلال سرخ بخاریؒ، شیخ زکریا ملتانیؒ کے مشہور خلفاء میں ہیں[3]۔

صدر الدین عارفؒ

صدر الدین عارف ۶۲۱ھ/۱۲۲۴ء میں پیدا ہوئے اور اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ زکریا ملتانی کے سایۂ عاطفت میں تعلیم و تربیت پائی، قرآن کریم سے بڑا شغف رکھتے تھے اسی لئے عارف مشہور ہوئے[4]۔ اپنے والد حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے وصال کے بعد رشد و ہدایت کی مسند پر متمکن ہوئے[5]۔ ترکہ میں سات لاکھ درہم نقد ملے تھے مگر سخاوت کا ایسا مظاہرہ کیا کہ ایک ہی دن میں ساری دولت فقراء و مساکین میں تقسیم کر دی[6]۔ مگر اس جود و سخا کے باوجود ان کے یہاں دولت کی فراوانی تھی۔ ایک مرتبہ شیخ رکن الدین فردوسیؒ (ف ۷۲۴ھ/۱۳۲۴ء) ملتان پہنچے اور حضرت صدر الدین عارفؒ کے مہمان ہوئے تو ایسا پُر تکلف دستر خوان بچھا جیسا کہ بادشاہوں کے یہاں ہوا کرتا تھا۔ حضرت شیخ عارف کے آگے طرح طرح کے کھانے اور حلوے رکھے

---

[1] ملتان کے سہروردی مشائخ کے سلاطین سے تعلقات اور ان کی سیاسی سرگرمیوں پر پروفیسر خلیق احمد نظامی نے ایک مفصل تحقیقی مقالہ لکھا ہے جو میڈیول انڈیا کواٹرلی، علی گڑھ جلد سوم شمارہ نمبر اول و دوم میں شائع ہوا ہے۔ [2] حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے مفصل حالات مولوی نور احمد خاں فریدی نے بڑے دلچسپ انداز میں "تذکرہ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ" کے نام سے لکھے ہیں یہ کتاب ۱۹۵۴ء میں قصر الادب جگو والہ (ضلع ملتان) سے شائع ہوا ہے۔ [3] سیر العارفین از حامد بن فضل اللہ جمالی (مطبع رضوی دہلی ۱۳۱۱ھ) ص ۱۲۸ کے شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں کہ غالباً ہندوستان میں موروثی سجادہ نشینی کی یہ پہلی اہم رسم ہے کہ اس پر بعد میں اوچ کے بخاری پیروں نے بھی عمل کیا (آب کوثر ص ۲۰۱) [4] سیر العارفین ص ۱۳۸ [5] بزم صوفیہ ص ۱۰۷ تا ۱۰۸۔ [6] تذکرہ صدر الدین عارف (جلد اول) از نور احمد خاں فریدی (قصر الادب بگوالہ ۱۹۵۸ء) ص ۹۴

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سہروردی سلسلہ کے ان شیوخ کا جنہوں نے مشرقی علاقوں میں اپنا اثر ڈالا مختصر حال لکھنے کے بعد اب ہم سہروردی سلسلہ کے اول شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کا مختصر ذکر کرتے ہیں جن کے خاندان سے مخدوم جہانیاں جہاں گشت اور ان کے اب و جد نے فیوض و برکات حاصل کیے تھے۔

بہاء الدین زکریا ملتانیؒ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی ۵۶۶ھ / ۱۱۷۰ء میں قصبہ کوٹ کروڑ میں پیدا ہوئے بارہ سال کے تھے کہ ان کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، خراسان اور بخارا میں علوم متداولہ کی تحصیل کی پھر حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے، بغداد پہنچ کر شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے حلقہ ارادت میں منسلک ہو گئے اور بہت قلیل عرصہ میں اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے اور مرشد کے حکم کے مطابق ملتان کو رشد و ہدایت کا مرکز بنایا اور حضرت زکریا ملتانی کی بدولت سہروردی سلسلہ کی نشر و اشاعت اور ترویج و تبلیغ ہوئی، ہزارہا اشخاص حلقہ ارادت میں منسلک ہوئے۔ اور بہت سے مشرف بہ اسلام ہوئے اور مغربی پاکستان کے اکثر قبیلے حضرت زکریا ملتانیؒ کی تعلیم و تلقین سے مسلمان ہو گئے۔ کمبوہ برادری حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے ہاتھ پر مشرف با اسلام ہوئی۔ شاہ حمزہ مارہروی (ف ۱۱۹۸ھ) لکھتے ہیں[۱]

"ایں فریق کمبویاں از قدیم در ملتان و آں حدود توطن داشتہ اند و از آنجا منشعب شدہ در مکانہائے مختلف قرار گرفتہ اند و وطن پیدا کردہ اند چنانچہ در شہر میرٹھ و شاہجہاں آباد و سنبھل و بریلی و کول و مارہرہ و دھولپور و گوالیار وغیرہ آباد ہستند۔ گروہے در ابتدا از آں فریق بر دست مخدوم بہاء الدین زکریا سہروردی و پسر ایشاں صدر الدین قدس سرہما بشرف اسلام مشرف شدند و تا حال در ملتان کنبوہے ہنود نیز ہستند"

شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے تربیت یافتہ درویشوں کی جماعتیں ملتان اور سندھ اور اس کے گرد و نواح میں مسلسل دورے کرتیں اور اس سے بہت مفید نتائج نکلتے۔

---

[۱] دعوت اسلام ص ۳۰۰ سے کاشف الاستار از شاہ حمزہ مارہروی (قلمی) ورق ۲۴۲ ب (مملوکہ محمد ایوب قادری)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

شیخ عارف مسند رشد و ہدایت کے صدر نشین ہونے کے ساتھ ساتھ مسند درس کو بھی زینت بخشتے تھے، ہر مبتدی و منتہی کو درس دیتے تھے، یہاں تک کہ صرف و نحو کے طلبہ کو بھی محروم نہ فرماتے تھے تعریف جدولی شیخ عارف کی تصنیف ہے[۱] شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں[۲] کہ ہندوستان کے مشائخ میں سب سے پہلے آپ تھے جنہیں شیخ ابن العربی کے نظریات اور تصنیفات کے متعلق شیخ فخر الدین عراقی (ف ۶۸۸ھ / ۱۲۸۹ء) کے ذریعے معلومات ہوئیں۔ شیخ عراقی شیخ عارف کے بہنوئی اور حضرت زکریا ملتانی کے مرید خاص تھے[۳] حضرت عارف کے زمانے میں سہروردیہ بہائیہ سلسلے کی وسعت سندھ ملتان سے شمالی ہند تک پہنچ گئی۔ بدایوں میں شیخ حسام الدین معروف بہ جمال ملتانی (ف ۶۸۷ھ / ۱۲۸۸ء) مشہور صاحب نسبت بزرگ تھے، جو شیخ عارف کے خلیفہ تھے[۴]۔ بدایوں میں حضرت عارف کے ایک دوسرے مرید و خلیفہ شیخ احمد معشوق (ف ۷۲۳ھ / ۱۳۲۲ء) بھی کچھ دنوں رہے[۵]۔ ۷۰۹ھ / ۱۳۰۹ء میں صدر الدین عارف کا انتقال ہوا ان کے ملفوظات کنوز الفوائد کے نام سے ان کے مرید ضیاء الدین نے جمع کئے تھے۔ شیخ عارف کے خلفاء میں اوچ کی دو ممتاز شخصیتیں احمد کبیر (والد ماجد مخدوم جہانیاں جہاں گشت) اور شیخ جمال ہیں، جن کا تفصیلی ذکر آگے آئے گا۔

شیخ رکن الدین ابو الفتح شیخ رکن الدین ابو الفتح ۶۴۹ھ / ۱۲۵۱ء میں پیدا ہوئے وہ اپنے جد امجد کے براہ راست مرید اور اپنے والد شیخ صدر الدین عارف کے خلیفہ تھے انہیں اپنے زمانہ میں بڑا عروج حاصل ہوا۔ سلطان علاء الدین خلجی ان کا بڑا معتقد تھا۔ حضرت اس کی زندگی میں دو مرتبہ دہلی گئے سلطان نے بڑی عقیدت سے استقبال کیا اور رخصت کے وقت کئی لاکھ تنکے نذر کئے، مگر انہوں نے سب مستحقین و فقراء میں تقسیم کر دیے۔ قطب الدین مبارک شاہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء

---

[۱] تذکرہ صدر الدین عارف (جلد اول) از نور احمد خاں فریدی (قصر الادب جگووالہ ۱۹۵۸ء) ص ۹۴ [۲] آب کوثر ص ۲۰۳ و سیر العارفین ص ۱۳۹ تا ۱۴۰ [۳] شیخ عراقی کے حالات کے لئے دیکھئے بزم صوفیہ ص ۱۵۳ تا ۱۷۰

[۴] حاجی جمال ملتانی کے حالات دیکھئے اخبار الاخیار ص ۸۷، سیر العارفین ص ۱۳۸ تا ۱۳۹ تذکرۃ الواصلین ص ۳۷ تا ۴۱

[۵] شیخ احمد معشوق کے لئے دیکھئے فوائد الفواد ص ۲۶۹ و سیر العارفین ص ۱۲۹ تا ۱۳۰ و تجلیات اولیائے سہرورد از مولانا ضیاء القادری بدایونی ص ۳۷ (مشمولہ آستانہ زکریا ملتان جنوری ۱۹۵۸ء)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سے خصومت رکھتا تھا اس لیے اس نے حضرت رکن الدین ملتانی کو دہلی بلایا اور چاہا کہ شیخ دہلی میں قیام کریں۔[1] جب حضرت شیخ ملتانیؒ دہلی پہنچے تو حضرت شیخ المشائخ نے ان کا استقبال کیا اور یہ شیخین السعیدین آپس میں بڑے خلوص و محبت سے ملے بادشاہ نے حضرت ملتانی سے ملاقات کے دوران پوچھا کہ سب سے پہلے آپ کا کس نے استقبال کیا تو فرمایا کہ[2]

"کسے کہ بہترین اہل شہر است"

جب ملتان میں کشلو خان نے بغاوت کی اور محمد تغلق نے اس کو شکست دے کر اہل ملتان کے خون کی ندیاں بہانے کا حکم دیا۔ اور اس پر عمل بھی شروع ہوگیا، تو حضرت رکن الدین ابوالفتحؒ ننگے پاؤں بادشاہ کے پاس سفارش کے لئے گئے اور اہل شہر کو معافی دلائی۔ عصامی لکھتے ہیں[3]

یکے آتشے کینہ را بر فروخت ❊ وزاں آتش اقصائے ملتان بسوخت
چو بشنید در شہر طوفان خون ❊ برہنہ سر و پائے آمد بروں
کشادہ زبان شفاعت گری ❊ ہمی گفت شاہا! جہاں پروری
بر اہل گناہ نزد اہل صفا ❊ پسندیدہ تر ہست عفو از جزا
چوں بشنید آں شاہ آفاق گیر ❊ شد از شیخ مشفق شفاعت پذیر

۷۳۵ھ/۱۳۳۵ء میں حضرت کا وصال ہوا۔ ملتان میں حضرت رکن الدینؒ کا عالیشان مقبرہ ہے جو دنیا کی مشہور عمارتوں میں شمار ہوتا ہے۔ حضرت کے کوئی اولاد نہ تھی خلفاء میں شیخ وجیہہ الدین سناحی[4] (ف ۷۳۸ھ/۱۳۳۸ء) حمید الدین حاکم[5] اور حضرت جلال الدین مخدوم جہانیاں جہانگشت

---

[1] حضرت شیخ رکن الدین سے سلاطین دہلی کے تعلقات کے سلسلے میں ملاحظہ ہو بزم صوفیہ۔ ص ۲۶۳ تا ۲۷۳ [2] سیرۃ الاولیاء ص ۱۳۶ [3] فتوح السلاطین ص ۴۴۳

[4] شیخ وجیہہ الدین سناحی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو اخبار الاخیار ص ۱۳۱، سیر العارفین ص ۱۴۵ تا ۱۴۶ و تذکرہ شیخ رکن عالم مرتبہ از مولانا نور احمد خان فریدی (قصر الادب، جگو والہ ۱۹۶۱ء) ص ۲۴۴ [5] حمید الدین حاکم کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ جلیلہ از مولوی غلام دستگیر نامی (لاہور ۱۹۶۰ء) ص ۷۳، ۱۲۶ نیز تذکرہ حمیدیہ از شیخ شہر اللہ بن رحمت اللہ لنگاہ ملتانی (اردو ترجمہ از مولوی غلام دستگیر نامی) مطبوعہ لاہور ۱۳۷۸ھ/۱۹۵۹ء

وغیرہ مشہور ہیں، آخر الذکر وہ عظیم المرتبت شخصیت ہے کہ جن کے حالات و سوانح اس تذکرہ کا موضوع ہیں۔

اوچ مرکز علم وعرفان اوچ ایک قدیم تاریخی شہر ہے۔ جہاں سکندر اعظم تک کے قدم پہنچے ہیں[1] ہندوؤں کے زمانے میں یہ شہر مرکزی حیثیت کا مالک تھا اور مسلمانوں کے ابتدائی دور حکومت میں بھی اس کو نہایت عروج ہوا۔ غزنوی عہد میں اوچ میں ایک نامور بزرگ شیخ صفی الدین گازرونی پہنچے، وہ مشہور صوفی بزرگ خواجہ ابو اسحٰق گازرونی[2] کے مرید اور بھانجے تھے۔ صفی الدین گازرونی نے ۳۹۸ھ میں وصال فرمایا[3]۔ یہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اوچ میں مدرسہ اور خانقاہ قائم کی اور وہاں سے ہزاروں طالبانِ حق فیض حاصل کرتے تھے۔ حضرت گازرونی نے اوچ کو بہت ترقی دی بہت سی عمارتیں بنوائیں[4] اور بقول مؤلف تاریخ اوچ حضرت گازرونی کے مدرسے میں ڈھائی ہزار طالب علم تعلیم پاتے تھے[5]۔ حضرت گازرونی کی خانقاہ اوچ بخاری کے شمالی جانب محلہ خوجے میں واقع ہے اس کو میاں شاہ محمد خاں مدار المہام نے مرمت کرا کے

۱؎ دی اینشینٹ جاگرفی آف انڈیا از الگزینڈر کننگھم (لندن ۱۸۷۱ء) ص ۲۴۲ تا ۲۴۳ ۲؎ ابو اسحٰق گازرونی بن شہریار اپنے زمانے کے بڑے اجل شیخ ہیں۔ شیخ ابو علی حسین بن محمد فیروز آبادی سے علم تصوف حاصل کیا۔ علم حدیث میں بڑا درجہ رکھتے تھے، مکہ میں شیخ ابو الحسین علی بن عبداللہ کی زیارت کی تھی اور ان سے حدیث کی روایت کرتے ہیں ابو اسحٰق گازرونی فارسی الاصل تھے۔ ان کے والد مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ حضرت ابو اسحٰق گازرونی کے والد پارچہ بافی کیا کرتے تھے (فوائد الفواد ص ۲۰۸) ۴۲۶ھ میں انتقال ہوا۔ (سفینۃ الاولیاء ص ۱۶۱) (ملاحظہ ہو نفحات الانس از شیخ عبدالرحمٰن جامی۔ مطبوعہ نول کشور ۱۸۸۵ء) ص ۲۰۶

۳؎ مولوی حفیظ الرحمٰن نے تاریخ اوچ میں صفی الدین گازرونی کی ولادت ۳۵۳ھ اور اوچ میں آمد ۳۷۰ھ لکھی ہے ص ۱۴۰ مگر مولوی حفیظ الرحمٰن نے مآخذ کا ذکر نہیں کیا کہ انہوں نے صفی الدین گازرونی کے سنین اور حالات کہاں سے لئے ہیں ۴؎ بلکہ شیخ عبدالحق لکھتے ہیں کہ بنائے بلدہ اوچہ در عمارت از صفی الدین شدہ است (اخبار الاخیار ص ۲۰۵) ۵؎ تاریخ اوچ ص ۶۹

بربادی سے بچالیا۔[۱]

اس کے بعد اوچ کی سب سے زیادہ ترقی ناصرالدین کے عہد (۶۰۷ھ ۱۲۱۰ء تا ۶۲۵ھ ۱۲۲۸ء) میں ہوئی اس زمانے میں یہ شہر علم وفضل کے اعتبار سے دلی کے ٹکر کا تھا قاضی منہاج سراج نے اس شہر کو "حضرت اچہ" سے خطاب کیا ہے[۲]۔ قباچہ کے عہد میں اوچ میں بڑے بڑے علمار وفضلا، اور شعرار وحکمار، علم وحکمت اور شعروادب کی مجلسیں جمائے ہوئے تھے۔ تاتاریوں کی غارت گری اور دہشت انگیزی سے بھاگ بھاگ کر لوگ اوچ پہنچتے تھے اور قباچہ کے انعام واکرام سے سرفراز ہوتے تھے[۳]۔ طبقات ناصری کے مؤلف قاضی منہاج سراج ۲۶ رجمادی الاول ۶۲۴ھ ۱۲۲۷ء کو اوچ پہنچے اور چھ ماہ بعد ماہ ذی الحجہ میں مشہور دارالعلوم "مدرسہ فیروزی"۔ ان کے سپرد ہوا[۴]۔ قباچہ کا وزیر عین الملک بھی علم دوست اور حکمار وفضلا کا قدردان تھا۔ تذکرہ لباب الالباب کا مؤلف سدیدالدین عوفی[۵] اس معارف پرور وزیر کے الطاف وعنایات کا خاص طور پر معترف ہے۔

عوفی کا تذکرہ عین الملک کی سرپرستی میں لکھا گیا۔ عوفی کی دوسری تصنیف جوامع الحکایات ولوامع الروایات،[۶] ناصرالدین قباچہ کی تحریک پر شروع ہوئی مگر اس کتاب کے مکمل ہونے سے پہلے ہی قباچہ کی کتاب حیات ختم ہوگئی۔ عوفی کی ایک کتاب مدائح السلطان کا بھی ذکر ملتا ہے ناصرالدین قباچہ کے عہد میں پاکستان کی سب سے پہلی تاریخ چچ نامہ عربی سے فارسی میں منتقل ہوئی اور وزیر عین الملک کے نام پر معنون کی گئی ہے[۷] اس کتاب کا مؤلف محمد بن علی بن حامد بن ابی بکر اپنے وطن کوفہ سے اوچ پہنچا اور اس نے اس کتاب کا عربی نسخہ مولانا کمال الدین سے

۱؎ ایضاً ص ۱۴۱۔ ۲؎ طبقات ناصری ص ۵۶ ۳؎ ایضاً ص ۵۶ تا ۵۷ ۴؎ ایضاً ص ۵۷ ۵؎ مولف لباب الالباب کا نام بعض نے صدرالدین یا نورالدین بھی لکھا ہے ملاحظہ ہو بزم مملوکیہ ص ۲۶۴۔ ۶؎ اس کتاب کا اردو ترجمہ وتلخیص انجمن ترقی اردو (ہند) کی طرف سے ۱۹۴۳ء شائع ہوچکا ہے، ترجمہ کے فرائض اختر شیرانی مرحوم نے انجام دیئے ہیں۔ ۷؎ چچ نامہ ص ۶۔ ۷

حاصل کرکے فارسی میں منتقل کیا اصل کتاب ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ کی ترتیب و حواشی کے ساتھ شائع ہو چکی ہے، اردو اور سندھی زبانوں میں بھی اس کتاب کا ترجمہ ہو چکا ہے

قباچہ کے عہد میں اوچ تعلیم و تدریس کا بڑا مرکز تھا۔ مدرسہ گازرونی اور مدرسہ فیروزی کا ذکر ہو چکا ہے۔ ناصر الدین قباچہ نے اس زمانے کے مشہور عالم قاضی قطب الدین کاشانی کے لئے ملتان میں ایک مدرسہ تعمیر کرایا قاضی کاشانی ایسے عظیم المرتبت عالم تھے کہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ان کے اقتدار میں نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ جب وہ دہلی پہنچے تو شمس الدین التمش نے ان کا بڑا اعزاز فرمایا۔[1] مولوی حفیظ الرحمٰن لکھتے ہیں کہ بعد میں قاضی کاشانی اوچ آگئے تھے اور ان کے لئے یہاں مدرسہ تعمیر ہوا تھا۔[2] مگر "مولف تذکرہ بہاء الدین" لکھتے ہیں کہ قطب الدین کاشانی دہلی کے بعد ملتان ہی میں مقیم رہے اور ان کے مدرسہ میں طلبہ مستعدین کا اجتماع ہو گیا۔ ملتان ہی میں ان کا انتقال ہوا[3]۔ دسویں صدی ہجری تک قلعہ (ملتان) پر ان کی قبر معلوم و مشہور تھی۔[4] ۶۲۵ھ (۱۲۲۸ء) میں ناصر الدین قباچہ شمس الدین التمش سے شکست کھا کر دریائے سندھ میں غرق ہو گیا، اس کے بعد اوچ کی مرکزی حکومت ختم ہو گئی اور مغلوں کے پیہم حملوں کی وجہ سے یہ شہر خاصا تباہ و برباد ہوا۔ ناصر الدین قباچہ کے عہد کے بعد حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت کے زمانے میں اوچ کو سب سے زیادہ شہرت و عظمت حاصل ہوئی اور آج اوچ صرف ایک قصبہ کی صورت میں اپنے شاندار ماضی کا نوحہ خواں ہے۔

حضرت جلال سرخ بخاریؒ

حضرت جلال سرخ بخاری،[5] مخدوم جہانیاں جہانگشت کے جد امجد

---

[1] فوائد الفواد ص ۱۹۱ تا ۱۹۲ [2] تاریخ اوچ ص ۱۴۴ تا ۱۴۵ [3] تذکرہ بہاء الدین زکریا ص ۱۲۸ تا ۱۳۳ مولف تاریخ اوچ کا یہ بیان بھی صحیح نہیں ہے کہ قطب الدین کاشانی کا انتقال اوچ میں ہوا اور جگ پورہ میں دفن ہوئے (تاریخ ص ۱۴۴ تا ۱۴۵) [4] مولف تاریخ اوچ ص ۱۴۴۔۱۴۵ نے لکھا ہے کہ قطب الدین کاشانی کا انتقال اوچ میں ہوا اور جگ پورہ میں دفن ہوئے مگر سیر العارفین ص ۱۲۵۔۱۲۷ میں بصراحت تحریر ہے کہ کچھ عرصے کے بعد وہ (قطب الدین کاشانی) وہاں (ملتان) سے چلے آئے دہلی پہنچے اور وہیں وفات پائی۔ [5] یہ بزرگ مختلف القاب اور اسماء میر سرخ، شریف اللہ، ابو البرکات ابو احمد، میر بزرگ، مخدوم اعظم، جلال اکبر اور عظیم اللہ کے نام سے بھی مشہور ہیں (خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۳۵) بہاول پور گزیٹیر میں ان کی تاریخ پیدائش یکم رمضان ۵۹۵ھ لکھی ہے (پنجاب اسٹیٹس گزیٹیرس جلد ۳۶ اے۔ بہاولپور اسٹیٹ) (لاہور ۱۹۰۸ء) ص ۱۶۰۔۱۶۱ آئندہ اس کا حوالہ بہاولپور گزیٹیر سے دیا جائے گا۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اپنے دور کے نامور شیخ اور خاندان بخاری کے ممتاز فرد ہیں یہ وہ شخص ہیں جن کو بخارا سے ہند پاکستان آنے پر سب سے زیادہ شہرت نصیب ہوئی۔ پہلے ملتان[1] پہنچے اور پھر کچھ عرصہ[2] بعد بھکر کا رخ کیا۔ وہاں کے ایک رئیس بدرالدین بن صدرالدین خطیب کی بیٹی سے عقد کیا[3] بدرالدین بھکری کے مزید حالات نہیں ملتے ابن بطوطہ ۷۳۴ھ (۱۳۳۴ء) میں بھکر پہنچا ہے وہ بدرالدین اور ان کے خاندان یا اولاد و احفاد کا کوئی ذکر نہیں کرتا۔ اس نے وہاں کے تین بزرگ یعنی امام عبداللہ حنفی، قاضی شہر ابوحنیفہ اور شیخ شمس الدین شیرازی کا ذکر کیا ہے۔[3] حضرت جلال سرخ بھکر سے ملتان منتقل ہو گئے اور اس انتقال سکونت کی وجہ یہ تھی کہ بعض اہل قرابت اور برادری کے لوگوں سے نزاع ہو گیا۔[4]

نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں[5]

نخستین از بخارا سر آمدہ بخانقاہ شیخ الاسلام	بخارا سے نکل کر پہلے خانقاہ شیخ الاسلام
بہاء الدین زکریا اقامت گزید و کان	بہاء الدین زکریا میں مقیم ہوئے اور یہ
ذلک فی سنتہ ست ماتہ وثلثین خمس	واقعہ ۶۳۵ھ (۱۲۳۷ء) میں ہوا۔

حضرت بخاری تیس سال کامل اپنے مرشد شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کے پاس مقیم رہے اور ان کے فیوض و برکات سے مستفیض و مستفید ہوئے۔

حضرت جلال بخاری علوم ظاہری میں ماہر ولی کامل اور مشہور سیاح معرفت تھے۔ اور شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے یاران با صفا اور مریدان باوفا سے تھے۔ خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت فرماتے ہیں۔

دادا دعاگو (مخدوم جہانیاں) کے حضرت جلال الدینؒ خلیفہ شیخ کبیر (بہاء الدین زکریا ملتانیؒ) کے تھے۔

---

[1] سیر العارفین ص ۱۵۵ و تحفۃ الکرام ص ۳۶۷ از میر علی شیر قانع تتوی (اردو ترجمہ از اختر رضوی) سندھی ادبی بورڈ ۱۹۵۹ء مگر اخبار الاخیار میں ہے بخارا سے بھکر آئے۔ ص ۶۱ [2] اخبار الاخیار ص ۶۱، خزینۃ الاصفیا جلد دوم ص ۳۷ تا ۳۸ و تحفۃ الکرام ص ۳۶۷، ۲۸۹۔ [3] سفرنامہ ابن بطوطہ جلد دوم ص ۱۸ [4] سیر العارفین ص ۱۵۵ اخبار الاخیار ص ۶۱ خزینۃ الاصفیا جلد دوم ص ۳۵ [5] الفرع النامی من الاصل السامی از نواب صدیق حسن خان مطبع صدیقی بھوپال ۱۳۰۱ھ ص ۱۴۰

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

تحفۃ الکرام میں مرقوم [1] ہے کہ جس وقت حضرت جلال سرخ بھکر پہنچے تو اس وقت ان کے ہمراہ ان کے دو فرزند علی اور جعفر بھی تھے۔ خزینۃ الاصفیار کی روایت [2] یہ ہے کہ یہ دونوں فرزند بخارا واپس چلے گئے اور پھر کبھی ہندپاکستان نہیں آئے ممکن ہے ان کی واپسی میں آپس کے نزاع کو بھی دخل ہو جس کا اوپر ذکر ہوچکا ہے۔

تاریخ فرشتہ میں تحریر ہے کہ ایک مرتبہ جلال سرخ بخاری اپنے مرشد شیخ الاسلام بہار الدین زکریا ملتانیؒ کی خانقاہ ملتان میں مقیم تھے ان دنوں گرمی کا موسم تھا۔ سخت لو چل رہی تھی اس وقت ان کو بخارا کی برف یاد آئی حضرت شیخ الاسلام نے صفائے باطن سے معلوم کرلیا۔ خدا کی قدرت دیکھئے کہ تھوڑی دیر میں ابر آیا، اولے پڑے اور حضرت جلال سرخ اپنی مراد کو پہنچے [3]۔

حضرت جلال سرخؒ اپنے مرشد شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے انتقال کے بعد کچھ دنوں اور ملتان میں رہے اور پھر اپنے مرشد زادہ شیخ صدرالدین عارفؒ کی اجازت وحکم سے اوچ میں سکونت پذیر ہوئے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حضرت جلال سرخ کا اوچ میں آنا جانا ان کے مرشد کی زندگی ہی میں ہوگیا تھا۔ مگر وہاں مستقل سکونت حضرت عارف کی اجازت سے اختیار کی۔ حضرت مخدوم فرماتے ہیں [4]

"شیخ کبیر بہار الحق والدین نے دعا گو کے دادا کو بعد تیس برس کے اچہ کی طرف بھیجا بعد وفات شیخ کبیر کے شیخ صدرالدین نے چند زمانہ رکھا بعد اس کے اجازت دی کہ اچہ میں ساکن ہو"

حضرت بہارالدین زکریا ملتانیؒ کا وصال ۶۶۱ھ / ۱۲۶۲ء میں ہوا، اور اس کے کچھ مدت بعد حضرت جلال سرخ اوچ میں پہنچے۔ مؤلف تاریخ اوچ لکھتے ہیں [5] کہ ۱۲۴۴ء / ۶۴۲ھ میں حضرت جلال سرخ اوچ پہنچ کر سکونت پذیر ہوئے اس وقت اس مقام کا نام دلوگڑھ تھا، اور یہاں کا راجہ دلو سنگھ تھا۔ وہ حضرت کے رعب سے بھاگ گیا اور اس مقام کا نام اوچ ہوگیا۔ شیخ محمد اکرم صاحب نے بھی اس بیان کو قبول کرلیا ہے [6]۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں اس شہر کا نام "اچہ" طبقات ناصری اور عوفی کے

---

[1] تحفۃ الکرام ص [2] خزینۃ الاصفیار جلد دوم ص [3] تاریخ فرشتہ جلد دوم ۴۰۵
[4] الدر المنظوم ص ۶۷ تا ۶۸ [5] تاریخ اوچ ص ۹۵ وگزیٹیر بہاولپور ص ۱۶۰-۱۶۱ [6] آب کوثر ص ۳۰۹

تذکرہ لباب الالباب اور چچ نامہ میں مذکور ہے اور قباچہ کی حکومت کے بعد التمش کی حکومت میں آیا لہٰذا کسی راجہ کا یہاں تابع ہونا بھی تاریخی حقائق کے خلاف ہے۔

حضرت جلال سرخ نے اوچ میں قیام کے بعد اصلاح و تبلیغ کا کام پوری مستعدی کے ساتھ شروع کر دیا۔ علاقہ اوچ کی اقوام چدہر، ڈہر، سیال اور وارم وغیرہ نے حضرت کی ہدایت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔[۱] مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں[۲]

ہزار ہا مخلوق خدا را بہدایت ہادی حقیقی براہ راست آورد و شہر جھنگ سیالاں کہ در پنجاب مشہور و معروف است بنا نہ بود۔

ہزار ہا مخلوق خدا کو اللہ تعالےٰ کی ہدایت سے راہ راست پر لائے اور شہر جھنگ سیالاں کی جو پنجاب میں مشہور و معروف ہے بنیاد ڈالی۔

اس علاقہ کا ایک راجا گھلو بھی حضرت جلال سرخ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوا جس کی اولاد ٹھٹھہ گھلوان، ادبادڑہ، جھنڈ میانی، ہیٹو واہی، چوٹالہ، خانواہ، ملک پور، صبراہ، کرم علی والا اور سعد اللہ پور (ضلع ملتان) کے مواضعات میں پھیلی ہوئی ہے[۳]

تقریباً بچانوے سال کی عمر میں ۱۹ر جمادی الاول مطابق ۲۰ر مئی ۶۹۰ھ / ۱۲۹۱ء کو حضرت جلال سرخ بخاری کا وصال ہوا۔ اور سنہ وصال لفظ "مخدوم" سے برآمد ہوتا ہے[۴]۔ اس زمانے میں اوچ ایک وسیع قصبہ تھا اور حضرت جلال سرخ بخاری کا قیام اس موقع پر تھا جو موجودہ اوچ سے چھ کوس کے فاصلے پر چناب رسول پور کے نام سے مشہور ہے اور وہیں پر دفن ہوئے مگر دریا کی طغیانی کی وجہ سے حضرت جلال سرخ کی خاک پاک کو اس موقع پر منتقل کیا گیا جو سیونک بیلا کہلاتی ہے یہاں بھی دریا کی طغیانی نے مزار پر حملہ کیا۔ پھر یہاں سے دوبارہ خاک کو نکال کر صدر الدین راجو قتال (ف ۸۲۷ھ / ۱۴۲۴ء) کے مزار کے متصل دفن کیا گیا۔ پھر مخدوم حامد نوبہار اول نے ۱۰۲۶ھ / ۱۶۱۷ء میں یہ ارادہ کیا کہ حضرت کی خاک پاک کو

---

[۱] تاریخ اوچ ص ۹۸ [۲] بہاولپور گزیٹئر ص ۱۶۰ ۔ ۱۶۱ [۲] خزینۃ الاصفیا، جلد دوم ص ۳۶ [۳] تذکرہ صدر الدین عارف ص ۱۷۱ [۴] تعجب ہے کہ مولوی نور احمد خاں فریدی مؤلف "تذکرہ صدر الدین عارف" نے حضرت جلال سرخ کی تاریخ وفات ۸۵۷ھ لکھ دی ہے (تذکرہ صدر الدین عارف ص ۱۷۱)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

راجو قتال کے مقبرے سے نکال کر علیحدہ دفن کیا جائے۔ اس سلسلے میں جنگ وجدال تک نوبت پہنچی چوتھی مرتبہ حضرت جلال سرخ کی خاک پاک یہاں سے نکال کر اس موقع پر دفن کی گئی جہاں اب مزار ہے۔[1]

حضرت کے مقبرہ کی موجودہ عمارت کو ۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ء میں نواب بہاول خاں ثالث رئیس بہاول پور نے نہایت پائیدار صورت میں بنوایا۔ مقبرہ کے احاطے میں ایک کنواں اور تالاب بھی کھدوایا پھر ۱۳۰۱ھ میں نواب صادق محمد خاں رابع نے اس کی مرمت، وسعت اور خوبصورتی کا اہتمام کیا مقبرے کے دروازے پر یہ رباعی درج ہے۔[2]

یارب بر سالت رسول الثقلین ؛ یارب لغزاکنندۂ بدر و حنین

عصیان مراد وحصہ کن در عرصات ؛ نیمے بہ حسن بخش و نیمے بہ حسین

احمد کبیر سہروردیؒ حضرت جلال سرخ بخاری کے دو فرزند علی و جعفر جوان کے ہمراہ بخارا سے آئے تھے وہ کچھ دنوں ہند پاکستان میں رہ کر بخارا واپس چلے گئے[3] اور بدرالدین بھکری کی دو صاحبزادیوں سے جو حضرت جلال سرخ کے سلسلہ ازدواج میں یکے بعد دیگرے آئیں پہلی صاحبزادی سے بہاءالدین محمد غوث اور دوسری بیوی سے احمد کبیر پیدا ہوئے جو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے والد ماجد ہیں۔

احمد کبیر، صدرالدین عارف کے مرید و خلیفہ ہیں، بڑے عارف، ذاکر اور صاحب کرامت بزرگ تھے کشف و کرامات کا اخفاء فرمایا کرتے تھے۔[4] ہر وقت خشیت الٰہی کا غلبہ رہتا تھا حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ وہ کسی وقت خوف کی وجہ سے بستر پر نہیں سوتے تھے، سردی اور گرمی میں صرف ایک کپڑا اوڑھ لیا کرتے تھے روزانہ دو قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے ایک دن میں اور دوسرا رات میں،

---

[1] ملاحظہ ہو تاریخ اوچ ص ۹۷ تا ۹۸ [2] ایضاً [3] خزینۃ الاصفیا جلد دوم ص ۲۸ و بہاولپور گزیٹیر ص ۱۶۰ - ۱۶۱ مگر نواب صدیق حسن خاں نے الفرع النامی (ص ۴۰) میں لکھا ہے کہ علی اپنے والد کے پاس سندھ میں رہ گئے۔ [4] سیرالعارفین ص ۱۵۵، خزینۃ الاصفیا ص ۳۸ و تاریخ فرشتہ جلد دوم (اردو ایڈیشن) (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۳۳ء) ص ۶۸۲ [5] الدرالمنظوم ص ۲۰۳۔

قرآن کریم سے بڑا شغف رکھتے تھے[1] جس وقت احمد کبیر کوئی آیت تلاوت فرماتے تو معلوم ہوتا تھا کہ گویا سینۂ مبارک سے نعرے نکل رہے ہیں[2]

حضرت صدر الدین عارفؒ کے خلیفہ اور سلسلہ سہروردیہ کے نامور بزرگ شیخ جمال خنداں رو، اوچی حضرت احمد کبیر کی حفاظت اور رعایت فرماتے تھے، حضرت مخدوم سے روایت ہے کہ ایک موقع پر شیخ جمال نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت جلال بخاری نے کہا تھا کہ میرا فرزند احمد کبیر بڑا باشوق اور عشق الہٰی میں سرشار ہوگا۔ تم اس کی حفاظت کرنا لہٰذا میں اس رعایت کو ملحوظ رکھتا ہوں[3] خود احمد کبیر ابتدا میں حضرت شیخ جمال کا کچھ زیادہ خیال نہیں رکھتے تھے ایک مرتبہ حضرت رکن الدین ابو الفتح نے حضرت مخدوم کے ذریعے پیغام بھیجا تو احمد کبیر فوراً حضرت جمال خنداں رو کی خدمت میں پہنچے اور قدم بوس ہوئے اور پھر آئندہ کبھی بے اعتنائی کا اظہار نہیں کیا[4] حضرت احمد کبیر پر غلبہ اور کشف کا یہ عالم ہوتا تھا کہ فرض اور نفل نماز میں بھی نعرہ مارتے اور زار زار روتے تھے[5]

اس زمانے میں اوچ میں تین خانقاہیں تھیں۔

۱۔ خانقاہ شیخ جمال خنداں رو ۲۔ گازرونیوں کی خانقاہ اور ۳۔ احمد کبیر سہروردی کی خانقاہ، احمد کبیر کی خانقاہ میں دور و نزدیک کے اکثر مسافر، مشائخ اور سیاح آکر مقیم ہوا کرتے تھے[6]

حضرت احمد کبیر کا اوچ میں انتقال ہوا، حضرت مخدوم انتقال کی کیفیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ[7]

> "جس رات میرے والد کا انتقال ہوا میں اس رات موجود تھا، اس روز وہ عشاء کی نماز وقتِ مستحب میں نہ پڑھ سکے، جب آدھی رات ہوئی تو مجھے بلایا، وضو کیا اور نماز عشاء ادا کی اور ویسے ہی قبلہ کی طرف منہ کر کے جان بحق تسلیم کی۔"

---

[1] الدر المنظوم ص ۲۳۸ [2] ایضاً ص ۵۴۶ [3] ایضاً ۵۵۰ تا ۵۵۱ [4] ایضاً ص ۵۵۱ [5] ایضاً ص ۵۵۰ [6] الدر المنظوم ص ۳۱۰ و ۴۰۳ [7] ایضاً ۵۹۷

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت احمد کبیر کا سن وصال بھی معلوم نہ ہوسکا۔[1] مؤلف تاریخ اوچ لکھتے ہیں کہ حضرت جلال سرخ بخاری کے مزار کے بالکل متصل ان کے فرزند احمد کبیر کا مزار ہے۔ خود ہی مؤلف مذکور نے بڑی صراحت سے لکھا ہے کا حضرت جلال سرخ کا جہاں آج کل مزار ہے وہاں حضرت کی خاک پاک ۱۰۲۶ھ/۱۶۱۷ء میں چوتھی مرتبہ منتقل کی گئی تھی۔ لہذا حضرت احمد کبیر کا مزار اس کے متصل ہونا صحیح نہیں۔[2]

حضرت احمد کبیر کے بہت سے مرید تھے ان کے خلفاء میں شیخ جلال مجرد سلہٹی خاص طور سے مشہور ہیں۔ جنہوں نے بنگال و سلہٹ میں اسلام کی شمع روشن کی اور ان کی کوششوں سے اس دور دراز کفرستان میں شجر اسلام بار آور ہوا۔ مشہور ہے کہ وہ احمد کبیر کے بھانجے تھے زمانہ حال کے بعض مورخین کا خیال ہے کہ کامروپ میں ابن بطوطہ شیخ جلال مجرد سلہٹی سے ملا تھا۔[3]

شیخ جمال خنداں رو شیخ جمال نامور محدث، متورع عالم اور صاحب نسبت درویش اور صدر الدین عارف کے خلیفہ تھے، شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی نے بچپن ہی میں ان کی جبیں منور سے ان کے علم و فضل اور صلاح و تقویٰ کا اندازہ لگا لیا تھا۔[4] اور حضرت عارف کو وصیت فرمائی تھی کہ جب جمال اوچی تمہارے پاس پہنچیں تو خاص طریقے سے تعلیم و تربیت فرمانا اور نصف تبرکات و آثار ان کے سپرد کر دینا چنانچہ اسی طرح عمل میں آیا۔[5]

شیخ جمال محدث اپنے مرشد کے حضور سے باطنی نعمتوں سے مالا مال ہو کر اوچ واپس آئے اور

---

[1] الدر المنظوم میں ہے کہ سات سال کی عمر میں ۷۱۴ھ/۱۳۱۴ء احمد کبیر اپنے فرزند مخدوم جہانیاں جہانگشت کو شیخ جمال اوچی کی خدمت میں لے گئے تھے (سیر العارفین ص ۱۵۶ و تاریخ فرشتہ (اردو) ۶۸۵۲) اور پھر اس کے بعد ابتدائی تعلیم اوچ ہی میں حاصل کر کے حضرت مخدوم جہانیاں ملتان گئے اور وہاں سے تحصیل علم کر کے اوچ آئے تو ان کے والد زندہ تھے (الدر المنظوم ص ۵۰، ۷) [2] تاریخ اوچ ص ۹۷ تا ۹۸ و ۱۴۰ تا ۱۴۱ [3] شیخ جلال سلہٹی کے حالات کیلئے ملاحظہ ہو تذکرہ صدر الدین عارف ص ۱۷۴ تا ۱۸۹، آب کوثر ص ۳۵۵ تا ۳۶۹، جرنل آف دی پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی (کراچی) جولائی ۱۹۶۰ء و اکتوبر ۱۹۶۰ء [4] تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ شیخ جمال حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے مرید تھے (اردو ایڈیشن ص ۱۶۸۵) [5] سیر العارفین ص ۱۲۹ و خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۲۶ تا ۲۷۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

وہاں ایک مدرسہ اور خانقاہ کی بنیاد ڈالی مدرسہ میں خود حدیث کا درس دیتے تھے، حضرت مخدوم جہانیاں نے شیخ جمال محدث سے ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی۔ شیخ جمال محدث کی خانقاہ اوچ کی مشہور خانقاہ تھی[1]۔ وہ بڑے حلیم، بردبار اور صاحب اخلاق درویش اور عالم تھے، ایک مرتبہ قلندریوں نے ان کے ساتھ زیادتی کی مگر انہوں نے حلم واستقلال کو ہاتھ سے نہ دیا[2]۔ ظاہر میں مخلوق کے ساتھ بڑی محبت اور اخلاق سے پیش آتے تھے اور باطن میں خالق سے انس ورغبت رکھتے تھے[3]۔ آخر زمانے میں ان کے مدرسے اور خانقاہ کیلئے بادشاہ وقت کی طرف سے معافی ووظیفہ بھی مقرر ہوگیا تھا۔ شیخ جمال محدث کی شہرت حدود ہند پاکستان سے باہر دنیائے اسلام میں بھی تھی اور وہاں کے اکابر علماء ومشائخ ان سے متعارف تھے[4]۔

شیخ جمال محدث اتباع سنت کا بڑا خیال رکھتے تھے اسی لئے ہمیشہ موٹا کپڑا زیب تن فرماتے تھے۔ بازار سے ایک تنکہ کی چادر منگواتے اور اس میں تینوں کپڑے پگڑی، کرتا اور ازار بنالیتے تھے[5]۔

شیخ جمال خنداں رو اوچی کا صحیح سال وفات معلوم نہ ہوسکا۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے ۶۷۶ھ/۱۲۷۷ء[6] اور مولوی حفیظ الرحمٰن بہاولپوری اور مولوی نور احمد خاں فریدی نے ۷۰۰ھ/۱۳۰۱ء تحریر کیا ہے[7]۔ جو صحیح نہیں اس لئے کہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی پیدائش ۷۰۷ھ/۱۳۰۸ء تمام تذکرہ نویسوں اور مورخین کے نزدیک مسلمہ ہے اور حضرت مخدوم جہانیاں سب سے پہلے شیخ جمال خنداں رو کی خدمت میں سات سال کی عمر یعنی ۷۱۴ھ/۱۳۱۴ء میں حاضر ہوئے اس کے بعد ان کی خدمت میں ابتدائی تعلیم بھی حاصل کی لہٰذا ہمارا خیال ہے کہ جمال خنداں رو کا انتقال آٹھویں صدی کے ربع اول کے اختتام پر ہوا ہے۔ صحیح سال وفات کا تعین دشوار ہے۔ شیخ جمال کا مزار اوچ موغلہ میں ہے[8]۔ اسی وجہ سے اس حصے کو اوچ جمالی بھی کہتے ہیں۔

شیخ جمال خنداں رو کے بعد ان کے جانشین ان کے عالم وفاضل فرزند شیخ رضی الدین گنج علم ہوئے ان کو ظاہری علم وفضل کے ساتھ نعمت باطنی سے بھی بہرہ وافر ملا تھا۔ حضرت

---

[1] الدر المنظوم ص ۳۴۳ [2] ایضاً ص ۴۰۳ تا ۴۰۴ و ۴۲۲ د ۴۲۹ [3] ایضاً ۴۰۳ تا ۴۰۴
[4] ایضاً [5] ایضاً ص ۱۵۱ د ۳۷۶ [6] خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۲۷ [7] تاریخ اوچ
ص ۱۴۹ و تذکرہ صدر الدین عارف ص ۵۵ [8] تاریخ اوچ ص ۱۴۹

گنج علم نے اپنے والد کے بعد مدرسہ اور خانقاہ کا خوب انتظام کیا۔ ذکر کرام میں تحریر ہے کہ شیخ رضی الدین گنج علم ۶۶۷ھ ۱۲۶۸ء میں پیدا ہوئے اور سنہ ۷۷۰ھ ۱۳۶۸ء میں انتقال ہوا۔[1]

شیخ جمال الدین خنداں رو کا خاندان علم و فضل کے اعتبار سے ہمیشہ ممتاز رہا۔ وہ مخدوم جہانیاں کے استاد تھے اس کے بعد ان کے خاندان کو بخاری مخادیم کی اتالیقی کی عزت برابر حاصل رہی مولوی حفیظ الرحمٰن اپنی ۱۹۳۱ء کی تالیف: "تاریخ اوچ" میں لکھتے ہیں کہ آج تک یہ رسم ہے کہ جب بخاری سجادہ نشین کے گھر میں فرزند پیدا ہوتا ہے تو شیخ جمال الدین کی خانقاہ پر ایک گھوڑا بطور تحفہ پیش کیا جاتا ہے۔[2]

---

[1] ذکر کرام از مولوی حفیظ الرحمٰن (بہاولپور سنہ ۱۹۳۸ء) ص ۸۵ تا ۸۶ [2] تاریخ اوچ ص ۱۵۰

باب سوم

مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ

آں گوہر معدن سیادت ؛ سلطان سرادق سعادت
آں حامی دین سلالۂ پاک ؛ فرزند نبی خاص لولاک
بانی شریعت و طریقت ؛ استاد مشائخ حقیقت
اندر پئے مصطفےٰ در اسلام ؛ از فقر نہادہ گام بر گام
سیاح جہاں براہ دینی ؛ برداشتہ توشہ یقینی
ہم سائر بیت حج اکبر ؛ ہم زائر روضۂ پیمبر
آمد ز خدا بفتح بابش ؛ مخدوم جہانیاں خطابش
او صدر مشائخ معالیت ؛ در خدمت او ولی جمالیت[1]

پیدائش مخدوم جہانیاں جہانگشت کی ولادت باسعادت ۱۴ شعبان المعظم ۷۰۷ھ مطابق ۱۹ جنوری ۱۳۰۸ء بروز جمعرات اوچ میں ہوئی[2]۔ مولوی حفیظ الرحمان لکھتے ہیں کہ خانقاہ میں ایک مقام پر لفظ "خادم نبی" لکھا ہے۔ جس سے ۷۰۷ھ/۱۳۰۸ء برآمد ہوتے ہیں۔ اور یہی سال پیدائش ہے[3]۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے اس لفظ کو یوں منظوم کیا ہے۔

میر کامل ولی جلال الدین ؛ قرۂ دیدۂ علی آمد
سال تولید آں شہ مخدوم ؛ از دلم "خادم نبی" آمد

---

[1] سیر العارفین ص ۱۵۵ [2] لطائف اشرفی جلد اول از نظام یمنی ، مطبوعہ نصرت المطابع دہلی ۱۲۹۹ھ/۱۸۹۱ء ص ۳۹۲ الدر المنظوم ص ۲۳، اخبار الاخیار ص ۱۴۳، سفینۃ الاولیاء ص ۱۵۴ و آئین اکبری جلد دوم ص ۲۱۱ [3] تاریخ اوچ ص ۱۰۵

مخدوم کی جبین مبارک سے بچپن ہی میں رشد و ہدایت کے انوار ظاہر تھے۔ حضرت جہانگیر اشرف سمنانی سے منقول ہے کہ حضرت مخدوم کی پیدائش کے بعد ان کے والد ماجد حضرت کو شیخ جمال خنداں رو کی خدمت میں لے گئے اور ان کے قدموں میں ڈال دیا حضرت شیخ جمال خنداں رو نے فرمایا کہ اس فرزند کی بزرگی و عظمت دنیا میں ایسی ہوگی جیسی آج کی رات (شب برات) کی ہے[1] قاضی شمس الدین ملتانی ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مخدوم سے ان کے والد ماجد نے پوچھا کہ تمھیں اپنی ولادت کے متعلق کچھ یاد ہے؟ تو حضرت اپنے والد کے حضور میں خاموش رہے مگر جب ان کے پاس سے باہر آئے تو میری طرف رخ کیا اور فرمایا میں اس عورت کو جس نے چھٹے روز مجھے دودھ پلایا اور کپڑے پہنائے پہچانتا ہوں[2]

اسم و لقب حضرت مخدوم جہانیاں کا نام نامی ان کے جد امجد کے اسم گرامی پر جلال الدین[3] رکھا گیا[4] لیکن عام طور پر "مخدوم جہانیاں جہاں گشت" کے نام سے معروف ہیں۔ "مخدوم جہانیاں" لقب ہے جو ان کو بطور عیدی کے اپنے سلسلہ کے مشائخ عظام سے ملا ہے۔

حضرت مخدوم ایک مرتبہ شب عید میں شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے مقبرہ میں مشغول تھے اور ان سے عیدی مانگ رہے تھے۔ وہاں سے جواب ملا کہ "مخدوم جہانیاں" ہو، حضرت صدر الدین عارفؒ کے یہاں سے بھی یہی خوشخبری ملی اور جب حضرت رکن الدین ابوالفتحؒ کے مقبرے پر حاضر ہوئے تو وہاں سے بھی یہی جواب ملا۔ جب حضرت مخدوم واپس آئے تو جو شخص دیکھتا تھا یہی کہتا تھا کہ "مخدوم جہانیاں" آ رہے ہیں[5] حضرت مخدوم نے سیر و سیاحت خوب فرمائی تھی۔ اس لئے "جہاں گشت" مشہور ہوئے۔

---

[1] خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۶۳، ۵۷، لطائف اشرفی ص ۳۹۲ [2] سیر العارفین ص ۱۶۲ [3] ہند و پاکستان میں حضرت مخدوم کے خاندان کا سلسلہ ان کے ان جد بزرگوار جلال الدین معروف بہ جلال سرخ سے شروع ہوتا ہے آخری دور کے تذکروں میں مذکور ہے کہ حضرت مخدوم کا شجرہ نسب دس واسطوں سے دسویں امام علی نقی سے ملتا ہے لیکن سیر العارفین، اخبار الاخیار اور آپ کے ملفوظات میں اس چیز کی طرف کوئی اشارہ نہیں ملتا اس روایت کا اولین ماخذ تاریخ فرشتہ ہے بعد کے مؤلفین نے یہ روایت وہیں سے نقل کی ہے دلچسپ بات یہ ہے کہ ہر شجرہ میں ناموں اور ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔ [4] سیر العارفین ص ۱۵۵، تاریخ فرشتہ (اردو ایڈیشن) ص ۶۸۵ و آئین اکبری جلد دوم ص ۲۱۱۔

[5] سیر العارفین ص ۱۵۷ تا ۱۵۸ و تاریخ فرشتہ (اردو ایڈیشن)، ص ۶۸۶۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

عہدِ طفلی حضرت مخدوم کی پرورش بہت ناز ونعم کے ساتھ ہوئی۔ ان کے عہد طفلی کا ایک واقعہ خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے مزاج میں ادب و شائستگی کو کس قدر دخل تھا۔ حضرت کی عمر سات سال کی تھی کہ ان کے والد احمد کبیر اوچ کے مشہور عالم و شیخ حضرت جمال خنداں رو کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت مخدوم کو ساتھ لے گئے۔ حضرت شیخ نے اس موقع پر حاضرین کے سامنے کچھ خرمے پیش کئے۔ چند خرمے حضرت مخدوم کے حصے میں بھی آئے جن کو انہوں نے مع گٹھلیوں کے کھالیا۔ حضرت شیخ نے مسکراتے ہوئے پوچھا کہ خرموں کو مع گٹھلیوں کے کیوں کھا گئے۔ حضرت مخدوم نے نہایت ادب سے جواب دیا کہ حضرت کے ہاتھ سے ملے ہوئے خرموں کی گٹھلیاں پھینکنی مناسب نہ تھیں۔ حضرت مخدوم کی یہ گفتگو حضرت شیخ کو بہت پسند آئی۔ انہوں نے فرمایا کہ۔

بابا آرے! شما پسرانید کہ دو زمان خویش منور خواہد ساخت و ہم خاندان مشائخ۔	بابا ہاں! تم وہ صاحبزادے ہو کہ اپنے خاندان اور اپنے مشائخ کے خاندان کو روشن کروگے۔

حضرت جمال خنداں رو کی یہ پیشنگوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی۔ [۱]

تعلیم و تربیت حضرت مخدوم کا خاندان دو پشت سے ہند و پاکستان میں رشد و ہدایت کا مرکز بنا ہوا تھا۔ ان کے دادا اور والد سہروردی سلسلہ کے مشائخ میں سے تھے اور ان حضرات کی خانقاہ اوچ میں خاص طور سے مشہور تھی۔ حضرت مخدوم نے ابتدائی تعلیم و تربیت اوچ میں حاصل کی۔ اوچ کے دو اساتذہ [۲] شیخ جمال محدث خنداں رو اور شیخ بہاء الدین، قاضی اوچ کے اسماء گرامی ملتے ہیں۔ شیخ جمال خنداں رو اوچ کے بڑے عالم اور شیخ تھے ان کے درس میں ہدایہ، بزدوی، مشارق الانوار، مشکوٰۃ المصابیح اور عوارف المعارف کا دورہ رہتا تھا۔ ان کے علاوہ بھی طالب علم کے حسب خواہش کتاب کا درس دیتے تھے [۳] حضرت مخدوم نے شیخ جمال سے حدیث کا درس لیا تھا۔ مولانا شمس الدین اور شیخ فخر الدین گازرونی حضرت مخدوم کے ہم سبق تھے [۴] حضرت مخدوم نے دو حدیثوں کے اسباق کی تفصیل بھی بیان کی ہے [۵] حضرت شیخ جمال

---

[۱] سیر العارفین ص ۱۵۶ تاریخ فرشتہ (اردو ایڈیشن) ص ۶۸۵ [۲] زمانہ حال کے بعض تذکرہ نویسوں نے بحوالہ لطائف اشرفی لکھا ہے کہ حضرت مخدوم نے اپنے چچا محمد بخاری سے بھی ابتدائی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ حالانکہ لطائف اشرفی جلد اول (ص ۳۹۰) میں بہ تصریح مذکور ہے کہ یہ تربیت بسلسلہ سلوک و تصوف تھی نہ کہ ظاہری تعلیم کے متعلق۔ [۳] ہ [۴] الدر المنظوم ص ۶۳۱ [۵] ایضاً ص ۶۳۷ تا ۶۴۰۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کے طریقہ درس کے متعلق حضرت مخدوم فرماتے ہیں[1]

"وہ عام سبق پڑھاتے تھے اور اگر کوئی جگہ مشکل ہوتی تو ذرا دیر سر جھکاتے اور مشکل کو حل کر دیتے تھے۔ عجب علم تھا جو وہ رکھتے تھے"

قاضی اوچ شیخ بہاء الدین کی خدمت میں حضرت مخدوم نے ہدایہ اور بزدوی کا کچھ حصہ پڑھا اسی دوران میں قاضی صاحب کا انتقال ہو گیا[2]۔ حضرت مخدوم فرماتے ہیں[3]

"مولانا بہاء الدین قاضی اچہ دعاگو کے استاد تھے، میں ان کے پاس پڑھتا تھا اور تواضع کرتا تھا۔ ایک دن مجھ سے کہا کہ تو سر کو بلند کر کے سلام کر، نیچا کر کے سلام مت کر کیونکہ مکروہ ہے"

ملتان میں تحصیل علم

قاضی بہاء الدین کے انتقال کے بعد حضرت مخدوم ملتان پہنچے۔ ملتان کے مشہور سہروردی سلسلے میں حضرت مخدوم کے جد امجد اور والد بزرگوار منسلک تھے اور اس وقت حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح سجادہ نشین خانقاہ سے ایک عالم مستفیض ہو رہا تھا۔ حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ جب میں اوچ سے ملتان پہنچا تو حضرت شیخ رکن الدین نے خانقاہ کے بجائے مدرسے میں میرے قیام کا انتظام کیا اور ان کے کھانے کا انتظام بھی خانقاہ کی بجائے گھر سے کیا گیا۔ حضرت شیخ رکن الدین نے حاضرین سے تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ حضرت جلال بخاریؒ کا پوتا ہم سے ملاقات کرنے کے لئے نہیں آیا ہے بلکہ تحصیل علم کے لئے آیا ہے[4]۔ حضرت شیخ رکن الدین نے حضرت مخدوم کی تعلیم کے لئے شیخ موسیٰ اور مولانا مجد الدین کو مقرر کیا۔ ان علماء سے انہوں نے ہدایہ و بزدوی کو ختم کیا[5]۔ حضرت مخدوم کا قیام بسلسلہ تعلیم ملتان میں ایک سال رہا۔ حضرت مخدوم فرماتے ہیں[6]

---

[1] ایضاً ص ۲۷ تا ۲۸ [2] مولوی نور احمد خاں فریدی لکھتے ہیں کہ مولانا بہاء الدین کا شاندار مقبرہ اوچ میں تھا۔ سنہ ۱۲۲۳ھ کی طغیانی میں دریا سے اسے صدمہ پہنچا اور خانقاہ کا نصف حصہ بنیاد سے چوٹی تک گر گیا باقی حصہ بڑے استقلال سے حوادث دہر کا مقابلہ کر رہا ہے (تذکرہ شاہ رکن عالم ملتانی قصر الادب جگووالہ سنہ ۱۹۶۱ء ص ۳۹۸) [3] الدر المنظوم ص ۳۶۰ [4] ایضاً ص ۵۰۶ تا ۵۰۷ [5] ایضاً ص ۵۵۰ [6] ایضاً ص ۸۲۰ ۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

"ایک برس تک میں وہاں رہا، چند کتابیں جو کہ بعد انتقال قاضی بہاءالدین رح رہ گئی تھیں ان کو میں نے تمام کیا"۔

حضرت مخدوم طالب علمی کے زمانے میں اکثر اپنے ساتھی طالب علموں سے بحث و تحمیص بھی کرتے تھے۔ مقرر نامہ میں ہے[۱]

روزے این فقیر با چند متعلمان در بقعہ شریف ملتان در خانقاہ ملک المشائخ شیخ رکن الدین طاب ثراہ بحث تعریف یک دیگر بود۔	ایک دن یہ فقیر شہر ملتان میں ملک المشائخ شیخ رکن الدین کی خانقاہ میں چند طالب علموں کے ساتھ علم صرف کے متعلق بحث کر رہا تھا۔

اسی طرح کا ایک واقعہ مکہ معظمہ میں پیش آیا۔ اس موقعہ پر دوران بحث میں حضرت مخدوم کو غصہ بھی آگیا تو ان کے شیخ عبداللہ مطری نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا[۲]

حضرت مخدوم ملتان میں نہایت اطمینان و آرام سے رہے حضرت شیخ رکن الدین ان کے قیام و طعام کا خاص خیال رکھتے، روزانہ اچار، روٹیاں اور آشام کا ایک پیالہ حضرت مخدوم کو ملتا تھا۔ یہ آشام میووں اور گھی یا دودھ سے تیار ہوتا تھا۔ حضرت شیخ رکن الدین رح کی یہ خاص غذا تھی۔ حضرت مخدوم فرماتے ہیں۔" کہ پھر مجھے ایسا آشام کبھی نہیں ملا اور کبھی کبھی شیخ کا پس خوردہ بھی مل جاتا تھا"[۳]

جب حضرت مخدوم ملتان میں اپنی تعلیم ختم کر چکے تو حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح نے نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ ان کو خاص اپنی کشتی کے ذریعے اوچ بھیجا[۴] حضرت مخدوم نے ملتان کے اپنے ایک استاد نورالدین کا بھی ذکر کیا ہے۔ آپ نے علوم ظاہری سے فراغت حاصل کر لی تو سلطان محمد تغلق نے ان کو شیخ الاسلام مقرر کیا[۵]

استفادہ علمی، حرمین شریفین میں

حضرت مخدوم علم و فضل کے سچے طالب اور شیدائی تھے۔ مختلف دیار و امصار میں گھوم پھر کر "مومن کی دولت گمشدہ" کو حاصل کرتے تھے،

---

[۱] و [۲] مقرر نامہ (مجموعہ مکاتیب مخدوم جہانیاں جہانگشت) مرتبہ تاج الدین احمد اقلمی مخزونہ مسلم یونیورسٹی لائبریری، سبحان اللہ کلیکشن علی گڑھ) مکتوب نمبر ۱۳۱۔ [۳] درالمنظوم ص ۸۲۰۔

[۴] ایضاً ص ۵۵۰ [۵] ایضاً ص ۲۴۵ و ص ۲۵۵

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

انہوں نے سیر و سیاحت کے دوران اکابر شیوخ اور نامور علماء و اساتذہ سے اکتساب فیض کیا اور مختلف ظاہری و باطنی علوم حاصل کئے۔ علمائے حرمین شریفین سے استفادہ علمی فرمایا۔ انہوں نے وہاں کے مشائخ کرام میں شیخ عبداللہ یافعی[1] اور شیخ عبداللہ مطری کا خاص طور سے ذکر فرمایا ہے۔ ملفوظات میں اکثر آیات و احادیث کی تفسیر و تشریح کے بیان میں حضرت مخدوم نے فرمایا کہ ہندوستان میں کسی نے یہ معانی بیان نہیں فرمائے۔ یہ معانی مکہ یا مدینہ کے فلاں عالم نے بیان کئے۔ شیخ عبداللہ مطری سہروردی کے بیان میں حضرت مخدوم فرماتے ہیں۔

مکہ و مدینہ میں سارے موذن اہل علم و محدث و مشائخ ہیں۔ موذن مدینہ مبارک کے شیخ عبداللہ مطریؒ تھے بعد اس کے ان کے اوصاف بیان فرمائے کہ کس قدر بزرگوار اور میرے استاد تھے۔ دعاگو نے عوارف تمام ایک سال میں نزدیک ان کے پڑھی ہے جبکہ میں مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک چلہ معتکف تھا تو وہ واسطے دعاگو کے سحر کے وقت ایک ہاتھ میں کھانا اور دوسرے ہاتھ میں چراغ لاتے اور حجرے ہی میں سبق پڑھاتے۔ اسی محل میں ایک عزیز نے پوچھا کہ شیخ مدینہ کوئی لڑکا نہیں رکھتے تھے کہ خود طعام و چراغ لاتے تھے، فرمایا تعظیم دعاگو کے اور سبب شفقت کے کہ جو وہ رکھتے تھے گھر سے نزدیک میرے آتے تھے۔ (شیخ عبداللہ مطری) ہاتھ پکڑ کر ایک جگہ لے گئے کہ تو یہاں مشغول ہو اور سلام کر کہ شیخ قطب عالم رکن الحق والدین اسی جگہ سلام کرتے اور مشغول ہوتے اور ہر شب جمعہ میں حاضر ہوتے اور شب دوشنبہ میں یہاں آتے اور مقام شیخ نصیر الدینؒ کا بتایا بائیں جانب شیخ رکن الدینؒ کے دعاگو دونوں شیخوں کے مقام کے عقب میں مشغول ہوتا اور سلام کرتا تھا[2]

---

[1] عفیف الدین عبداللہ بن اسعد یافعی اپنے زمانے کے ممتاز عالم اور شیخ تھے ان کی تصانیف میں مرآۃ الجنان عبرۃ الیقظان اور روضۃ الریاحین فی حکایات الصالحین مشہور و معروف ہیں ۷۶۸ھ / ۱۳۶۶ء میں انتقال ہوا ملاحظہ ہو نفحات الانس (اردو ترجمہ لاہور ۱۹۵۵ء) ص ۷۲۲ - ۷۲۳ -

[2] الدر المنظوم ص ۳۶ تا ۳۷ ص - ۶۰۳

حضرت مخدوم اپنے ملفوظات میں شیخ مدینہ کی شفقت و محبت کا بار بار ذکر فرماتے ہیں۔ شیخ عبداللہ مطری سہروردی کی شفقت و عنایت کی بنا پر حضرت مخدوم کو مسجد نبوی میں ایک مرتبہ امامت کرنے کی بھی سعادت حاصل ہوئی[1]۔ حضرت مخدوم نے عوارف کا سبق شیخ عبداللہ مطری سہروردی سے اس خاص نسخہ سے لیا تھا جو شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے مطالعہ میں رہ چکا تھا بعد کو یہ نسخہ شیخ نے حضرت مخدوم کے پاس ایک حاجی کے ذریعے بھیجا تھا[2]۔ غرض مکہ اور مدینہ منورہ کے قیام کے زمانہ میں حضرت مخدوم نے شیخ مکہ عبداللہ یافعی سہروردی اور شیخ مدینہ عبداللہ مطری سہروردی سے مختلف کتابیں پڑھیں دونوں شیوخ سے صحاح ستہ اور عوارف المعارف کے درس لئے حضرت مخدوم نے قصبہ شوکارہ (عراق) میں پہنچ کر شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ شرف الدین محمود سہروردی سے عوارف المعارف کا درس لیا[3]۔

جواہر جلالی کے مرتب شیخ فضل اللہ عباسی لکھتے ہیں[4]:

"حضرت شیخی و مخدومی مداللہ ظلہ (حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت) خرقۂ تبرک از شیخ عبداللہ مطری پوشیدہ و مدت دہ سال مداومت صحبت او بود و کتب حدیث و سلوک و اخذ طریقت و اجازت مقراض راندن و توبہ دادن و خرقہ پوشانیدن و تلقین ذکر ازو یافت و شیخ عبداللہ از شیخ رشید الدین ابی عبداللہ محمد بن ابی القاسم المقری الصوفی البغدادی پوشید و او از شیخ شیوخ العالم شہاب الحق والشرع والدین السہروردی پوشید"

حضرت مخدوم کا قیام مکہ معظمہ میں سات سال رہا۔ کتابت کے ذریعے گزارہ کرتے تھے اور چاندنی رات میں دو جز لکھ لیا کرتے تھے اور اس کی اجرت ایک فلوس نقرئی ہوتی تھی چونکہ اس زمانہ میں وہاں غلہ مہنگا تھا۔ اس لئے اس رقم میں جو کی دو روٹیاں ملتی تھیں[5]۔ حضرت مخدوم نے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے قیام کے دوران میں ان تمام کتابوں کا اعادہ کیا جو ہند پاکستان میں پڑھ چکے تھے۔

---

[1] الدر المنظوم ص ۱۶۴ [2] الدر المنظوم ص ۸، ۴۷۔ ۹، ۴۷، ۵۲۲، ۶۰۹ [3] ایضاً ص ۵۲۲، ۶۰۹
[4] جواہر جلالی (قلمی) ص ۵، ۴ ب [5] الدر المنظوم ص ۷۹

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

صحیح بخاری، صحیح مسلم، مؤطا امام مالک، سنن ترمذی، سنن امام بیہقی کے نام خاص طور سے ملتے ہیں۔[1] حضرت مخدوم بلا تکلف عربی بولتے تھے۔[2]

علوم میں جامعیت و کمال علم شریعت و طریقت میں حضرت مخدوم کا کوئی نظیر نہ تھا۔ حضرت کے ملفوظات کے جامع شیخ علاء الدین علی نے ان علوم کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔[3]

"این علم ہمہ درین ملفوظ ظاہر اند ازین علوم در ذات آں صاحب علوم بود"	یہ تمام علوم جو اس ملفوظ میں ظاہر ہیں وہ ذات ان سب علوم کی جامع تھی۔

حضرت مخدوم کے علم و فضل کے سلسلے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

(مخدوم جہانیاں) جامع است میان علم و ولایت[4]

صاحب تاریخ فرشتہ کا بیان ہے۔

"جلال الدین حسین بخاری عالم متبحر تھے اور علوم عقلی و نقلی میں آپ نے نہایت مشقت کھینچی تھی اور مقید اس امر کے نہ تھے کہ ایک شخص کے مرید ہو کر دوسرے سے رجوع نہ کریں اور فرماتے تھے کہ تمام فضلاء اور شیوخ کی زیارت سے مستفیض ہونا چاہیئے اور اس جناب نے سبھوں سے فیض و نصیب حاصل کیا۔"[5]

صاحب مآثر صدیقی کا بیان ہے۔

"آپ علوم کتاب و سنت کے جوہر فرد اور کمالات باطنی کے معدن تہذیب اخلاق اور ملکات روحانی کے سہیل یمن تھے۔"[6]

---

[1] ایضاً ص ۵۱۶ تا ۵۱۷ [2] ایضاً ص ۵۱۶ و ۶۰۶ [3] ایضاً ص ۱۱ تا ۱۳ [4] اخبار الاخیار ص ۱۴۲ [5] تاریخ فرشتہ جلد دوم ص ۶۸۵ [6] مآثر صدیقی (سوانح عمری نواب صدیق حسن خاں قنوجی) جلد اول از نواب علی حسن خان (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۲۴ء) ص ۳۷

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

صاحب نزہۃ الخواطر لکھتے ہیں [۱]

کان عالما بارعا مجتہدا فی الطاعات والخیرات متعبدا مرتاضا فقیہا محدثا حنفیا فی الاصول والفروع یعنی علیٰ مذہب الامام ابی حنیفۃ رحمۃ اللّٰہ ویعمل علی العزیمۃ ولا یتبع الرخصۃ

وہ ذہین عالم، نیکیوں اور عبادات میں کوشش کرنے والے عبادت گزار، مرتاض، محدث، اصول و فروع میں مسلک حنفی کے ماننے والے تھے۔ امام ابو حنیفہ کے مذہب کے مطابق فتویٰ دیتے تھے وہ عزیمت پر عمل کرتے تھے اور رخصت کو نظر انداز کر دیتے تھے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں [۲]

"کان .... متوقد الذہن جموم القریحۃ فی نہایت من الفطنۃ وللبرعۃ الخاطر وحلاوۃ المنطق وعذوبۃ البیان وحسن الانشاء وشرف الطبع وکرم الاخلاق اشتغل علیہ خلق کثیر من قاص ودان وتخرج الجماعات من الفضلاء وقصدتہ لطلبۃ والمسترشدون حتی صار علما مفردا فی الھند "

وہ تیز ذہن نکتہ شناس، ذہین وفطین تھے حاضر دماغی، شیریں بیانی حسن انشاء، شرافت طبع، اور حسن اخلاق میں نمایاں تھے، نزدیک و دور کے بہت سے لوگ ان کی خدمت میں مستفید ہوتے تھے اور بہت سے اہل فضل وکمال ان سے فیض پاتے تھے طلبہ اور مرید انکی خدمت میں حاضر ہوتے تھے وہ ہندوستان میں تبحر علمی کی وجہ سے منفرد تھے۔

حضرت مخدوم کو علوم قرآنی میں بڑا درک حاصل تھا، قرارت وتجوید، شان نزول اور تفسیر میں بڑی فضیلت کے مالک تھے جیسا کہ ملفوظات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت مخدوم

۱، ۲ نزہۃ الخواطر از حکیم عبد الحئی (جلد دوم) نمبر شمار ۵۲

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

نے اپنے پوتے حامد بخاری کو قرآن کریم پڑھاتے ہوئے فرمایا۔

"میں نے قرآن کریم کی ساتوں قراتیں سیکھی ہیں اور جو مجھ سے سنے تو اسناد اس کے صحیح ہیں [۱]"

علم حدیث میں بڑی گہری نظر رکھتے تھے، مشکوٰۃ المصابیح حضرت مخدوم نے اوچ کے ایک نامور محدث سے سماعت فرمائی، مصابیح کے اسباق میں شیخ جمال کے بیٹے قاری تھے [۲] اکثر حضرات حدیث کے معانی حضرت مخدوم سے حل کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ مولانا شرف الدین محتسب ایک حدیث کے اشکال حل کرنے کے لیئے آئے حضرت مخدوم نے نہایت شرح وبسط سے اس کے معانی بیان فرمائے [۳]

حضرت مخدوم صرف ونحو ولغت کی تحصیل کے سلسلے میں فرماتے ہیں۔

"تحصیل صرف ونحو ولغت کا ذکر نکلا تو حضرت مخدوم نے ارشاد فرمایا۔

______ من تعلم العربیۃ لیسھل علیہ

علم الشریعۃ فکانما عبد اللہ مأتہ عام لم یعص طرفتہ

عین یعنی جو شخص کہ علم عربیت یعنی صرف ونحو سیکھے تاکہ علم شریعت یعنی علم فقہ واصول فقہ اس پر آسان ہو جائے تو گویا اس نے سو برس اللہ تعالیٰ کی عبادت کی کہ طرفتہ العین اس کی نافرمانی نہ کی ہو، پس کون عبادت اس سے بہتر ہوگی کہ وہ علم عربیت کو حاصل کرے ورنہ وہ ماضی ومستقبل وامر ونہی وفاعل ومفعول ومبتدا وخبر کو کیا جانے وہ تو معنی فقہ کے غلط کرے گا اور غلط کہے گا۔ پس خطائے عظیم ہوگی [۴]"

حضرت مخدوم شیخ طریقت کے لئے تین علوم (۱) علم شریعت (۲) علم طریقت اور علم حقیقت لازمی قرار دیتے ہیں۔ علم شریعت میں تفسیر قرآن، احکام فقہ اور علم حدیث میں ماہر وکامل ہونا چاہیئے [۵]

---

[۱] الدر المنظوم ص ۲۷۴، ۸۲۴ [۲] الدر المنظوم ص ۲۰۰ [۳] الدر المنظوم ص ۱۷۳

[۴] الدر المنظوم ص ۱۳۸ [۵] الدر المنظوم ص ۲۰۳

Digitized by Maktabah-Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت مخدوم کے ملفوظات شاہد ہیں کہ ان کو ان علوم میں فاضلانہ دسترس حاصل تھی۔ حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ دنیوی علوم پر انسان کو تضیع اوقات نہیں کرنا چاہیئے۔[1] ایک موقع پر حضرت مخدوم نے علم کے سلسلے میں اپنے مرید خاص تاج الدین سیاہ پوش کو لکھا کہ [2]

علم ہماں مقدار حاصل باید کرد کہ تواں بعمل کوشیدن زیرا کہ مقصود ازیں علم مومن عمل نیک است۔	علم اسی قدر حاصل کرنا چاہیئے کہ جس پر عمل ہوسکے کیونکہ اس علم سے مومن کا مقصد نیک عمل کرنا ہے۔

گر بکار کنی سخن بسیار ست
ورنی نہ کنی کتابہا خروارست

بیعت و خلافت سہروردیہ سلسلہ

حضرت مخدوم نے علوم ظاہری کی تحصیل کے بعد راہ سلوک میں قدم رکھا ان کے دادا اور والد سہروردی سلسلہ میں منسلک تھے اور ملتان کی مشہور خانقاہ سہروردیہ بہائیہ کے نمائندے اور وکیل تھے خود حضرت مخدوم نے بھی ظاہری علوم کی تکمیل حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح کے مدرسہ میں جاکر ملتان ہی میں کی تھی۔ حضرت مخدوم نے اول اپنے والد احمد کبیر اور چچا محمد بخاری سے سلوک کی تعلیم پائی۔ پھر حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی کی طرف رجوع کیا شیخ رکن الدین اپنے دور کے نامور مشائخ میں تھے ان کے فیوض و برکات سے ملتان مرکز ہدایت بنا ہوا تھا حضرت مخدوم شیخ رکن الدین ابوالفتح کی خدمت اقدس میں پہنچے، بیعت وارادت کے بعد اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ [3]

او مرید شیخ الاسلام شیخ رکن الدین ابوالفتح قریشی است۔	وہ شیخ الاسلام رکن الدین ابوالفتح قریشی کے مرید ہیں۔

حضرت مخدوم کو اپنے شیخ طریقت شیخ الاسلام رکن الدین سے بڑی محبت و عقیدت تھی ایک مرتبہ حضرت رکن الدین اپنے مکان کی دہلیز سے باہر آرہے تھے۔ جیسے ہی دروازے کی آخری سیڑھی پر پہنچے تو حضرت مخدوم نے اپنا سینہ پیش کردیا تاکہ حضرت ان کے سینہ پر اپنا پیر رکھ دیں۔ حضرت نے جب یہ صورت حال دیکھی تو انگشت شہادت دانتوں میں دبالی اور فرمایا کہ تم نے ولایت و معرفت کا اعلیٰ مقام حاصل

---

[1] مفرح نامہ مکتوب نمبر ۱۰ [2] ایضاً مکتوب نمبر ۲۶ [3] اخبار الاخیار ص ۱۴۲

کرلیا ہے، اس کے بعد حضرت مخدوم کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ لیا اور اپنا سینہ مبارک ان کے سینے سے لگایا۔[۱]

جواہر جلالی کے مرتب فضل اللہ عباسی لکھتے ہیں۔[۲]

حضرت قطب العالمین شیخی دمخدومی دائستاذی وملاذی (مخدوم جہانیاں جہاں گشت) فرمود کہ ایں درویش خرقہ مبارک خرقہ ارادت از بندگی شیخ قطب العالم رکن الحق والشرع والدین ابوالفتح فیض اللہ بن شیخ العارف صدر الحق والدین محمد بن شیخ الکبیر قطب العالم بہار الحق والدین زکریا القریشی پوشیدہ وخرقہ تبرک از عم خود سید السادات صدر الدین محمد بخاری پوشیدہ وخرقہ تبرک از پدر خود سید کبیر الدین سیدی احمد پوشید داو ز پدر خود سید السادات جلال الحق والدین حسین بخاری پوشید داو ز کبیر مرشد بہاء الحق والشرع والدین زکریا قریشی پوشید"

حضرت مخدوم اپنے ملفوظات میں خود ایک جگہ فرماتے ہیں کہ شیخ ایسا چاہیئے اور پھر حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت کا ایک مرید خانقاہ میں ذکر وشغل میں مشغول تھا، اس نے ایک خواب دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ تو حج کو جا صبح کو اس مرید نے یہ خواب حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح سے بیان کیا۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ خواب تجھ کو شیطان نے دکھایا ہے، اور وہ چاہتا ہے کہ تجھ کو اشغال واذکار سے علیحدہ کردے اس واقعہ کو بیان کر کے حضرت مخدوم نے فرمایا کہ "شیخ ایسا چاہیئے"[۳] حضرت مخدوم نے حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح سے خرقہ خلافت پایا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔[۴]

"از شیخ الاسلام رکن الحق والدین خرقہ تبرک پوشید"

شیخ ابوالفضل علامی لکھتا ہے۔[۵]

"از شیخ رکن الدین ابوالفتح سہروردی خلافت یافت"

---

[۱] سیر العارفین ص ۱۵۸ [۲] جواہر جلالی (قلمی) ۴ ۴/۷ہب [۳] الدر المنظوم ص ۱۸۷

[۴] اخبار الاخیار ص ۱۴۲ [۵] آئین اکبری سرسید ایڈیشن جلد دوم ص ۲۱۱

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مؤلف بزم صوفیہ مرآۃ الاسرار کے حوالہ سے لکھتے ہیں [1]

مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخدمت شیخ رکن الدین ابوالفتح بن شیخ صدرالدین بن شیخ بہاءالدین زکریا قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم تربیت یافت واز دستِ وے خرقہ پیران سہروردیہ پوشید۔

مخدوم جہانیاں جہانگشت نے شیخ رکن الدین ابوالفتح بن شیخ صدرالدین بن شیخ بہاءالدین کی خدمت میں تربیت حاصل کی اور انہیں کے ہاتھ سے سہروردی پیروں کا خرقہ پہنا۔

فرشتہ کا بیان ہے [2]

"(اول) اپنے والد احمد کبیر سے خرقہ خلافت پایا اور دوسرا خرقہ حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح سے پایا، روایت ہے کہ برسوں ان کی خدمت کی"۔

خلاصۃ التواریخ میں تحریر ہے۔ [3]

"(مخدوم جہانیاں) مرید وخلیفہ پدر بزرگوار خود است از شیخ رکن الدین ابوالفتح نیز خلافت یافت۔"

مخدوم جہانیاں اپنے والد بزرگوار کے مرید وخلیفہ ہیں اور شیخ رکن الدین ابوالفتح سے بھی خلافت پائی ہے۔

صاحب خزینۃ الاصفیاء لکھتے ہیں [4]

"مخدوم جہانیاں ارادت بخدمت شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی سہروردی آورد واز وے خرقہ خلافت یافت" [5]

مخدوم جہانیاں شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی سہروردی کی خدمت میں مرید ہوئے اور خرقہ خلافت پایا۔

---

[1] بزم صوفیہ ص ۴۰۰، ۴۰۱ [2] تاریخ فرشتہ جلد دوم ص ۶۸۵۔ [3] خلاصۃ التواریخ از منشی سبحان رائے بھنڈاری مرتبہ مولوی ظفر حسن (دہلی ۱۹۱۸ء) ص ۶۲ [4] خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۵۸ [5] زمانہ حال کے تذکروں مثلاً کلیات جدولیہ فی احوال اولیاء اللہ الموسوم بہ تحفۃ الابرار مولفہ مرزا آفتاب بیگ جدول چہارم مطبوعہ مطبع رضویہ دہلی ۱۳۲۳ھ ص ۱۷، ماثر صدیقی جلد اول ص ۳۹ تاریخ اوچ ص ۱۰۵ بزم صوفیہ ص ۳۹۹ آب کوثر ص ۳۱۱ وتذکرہ شاہ رکن عالم ملتانی (ص ۴۰۰ تا ۴۰۱) میں بھی حضرت مخدوم جہانیاں کو شیخ رکن الدین ابوالفتح سہروردی ملتانی کا مرید وخلیفہ لکھا ہے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت مخدوم نے ملفوظات میں حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح کی خدمت میں حاضر ہونے کا اکثر جگہ ذکر کیا ہے[۱]۔ اور حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح کی حکایات و واقعات تو کثرت سے نقل فرمائے ہیں[۲]۔

ایک واقعہ ملفوظات سے درج کیا جاتا ہے جس سے حضور شیخ میں حضرت مخدوم کی قربت اور رعایت کا اندازہ ہوتا ہے۔

"شیخ قطب عالم رکن الحق والدین قدس اللہ سرہٗ پیر کے دن واسطے زیارت اپنی والدہ کے جاتے۔ (حضرت) روز سہ شنبہ کو خانقاہ سے باہر آئے دعاگو (حضرت مخدوم) اور دعاگو کے استاد مولانا نورالدین دونوں ہمراہ رکاب چلے، مقام مذکور میں والدہ کی زیارت کی اس جگہ سے ذرا پیچھے آئے، چار تکبیریں نماز جنازہ کی کہیں، ہم نے بھی اقتدا کیا، میں نے اپنے استاد سے کہا کہ آپ شیخ سے پوچھو کہ یہ چار تکبیریں کیا تھیں، انہوں نے کہا کہ میری حد نہیں ہے یعنی میرا منصب نہیں ہے کہ میں پوچھوں۔ ہم اسی میں تھے کہ شیخ ہماری طرف اپنا منہ لائے اور فرمایا تم جانتے ہو اس جگہ مولانا شمس الدین کو دفن کیا ہے، پائنتی میری والدہ کے، اس جگہ ایک نشان بھی کیا"[۳]

حضرت مخدوم نے اپنے اکابر مشائخ حضرت شیخ صدرالدین[۴] عارف اور شیخ کبیر بہاء الدین[۵] زکریا ملتانی کا بھی ملفوظات میں اکثر ذکر فرمایا ہے۔ حضرت مخدوم حضرت شیخ رکن الدین کی قبر پر حاضر ہوئے اور حضرت شیخ سے بعد وصال بھی مستفیض ہوتے رہے۔ شیخ رکن الدین نے حالت خواب میں خرقہ پہنایا[۶]۔ حضرت شیخ نے حضرت مخدوم کو "قطب عالم" کے خطاب سے نوازا[۷]۔ ایک واقعہ خاص طور سے قابل ذکر ہے[۸]۔

۱؎ الدرالمنظور ص ۱۶۱، ۱۲۵، ۱۲۶، ۲۵۴ ۲؎ ایضاً ص ۹۴، ۵۰، ۱۴۹، ۱۳۹، ۱۵۲، ۱۸۷، ۲۴۰، ۲۵۳، ۲۹۶، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۴، ۳۷۹، ۴۱۴، ۴۲۵، ۴۲۶ ۳؎ الدرالمنظوم ص ۱۲۵، ۱۲۶ ۴؎ ایضاً ص ۱۹۹، ۲۹۷، ۳۱۱، ۳۶۸ ۵؎ ایضاً ص ۲۸، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۴۰، ۲۰، ۳۵ ۶؎ ایضاً ص ۱۶، ۲۵۵، ۲۵۶ ۷؎ ایضاً ص ۲۵۷

۸؎ ایضاً ص ۲۵۵

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

"شیخ کامل حالتِ ممات میں وہ تربیت کرتا ہے۔ جو زندگی میں کرتا تھا۔ جیسے کہ دعا گو (حضرت مخدوم) کو شیخ رکن الدین قدس سرہ نے تربیت کیا، منجملہ اس تربیت کے کہ ایک یہ ہے کہ سلطان محمد نے مجھ کو شیخ الاسلام کیا اور چالیس خانقاہیں میرے تصرف میں کر دیں۔ شیخ مجھ کو خواب میں دکھائی دیئے اور کہا کہ تو جو کو چلا جا نہیں تو غرق ہو جائے گا۔ صبح کو شیخ کے امام نے کہا کہ جلد روانہ ہو جا کیا تیاری کرتا ہے، شیخ نے تجھے اشارہ کیا ہے۔ میں نے مخدوم والد سے اجازت چاہی اور روانہ ہو گیا"[1]

حضرت مخدوم نے اپنے ملفوظات میں بیس بزرگوں سے خرقہ پوشی کا ذکر کیا ہے جن میں سات ایسے واسطے ہیں جو سلسلہ سہروردیہ عالیہ سے والبستہ ہیں۔ ان مشائخ کرام کے نام یہ ہیں[2]۔

۱. احمد کبیر سہروردی (والد ماجد حضرت مخدوم و خلیفہ صدر الدین عارفؒ)
۲. شیخ رکن الدین ابوالفتح سہروردی ملتانیؒ
۳. شیخ قوام الدین سہروردیؒ (خلیفہ حضرت رکن الدین ملتانیؒ)
۴. شیخ مکہ عبداللہ یافعی سہروردیؒ۔
۵. شیخ مدینہ عبداللہ مطری سہروردیؒ۔
۶. شیخ شرف الدین محمود شاہ سہروردی (خلیفہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ)
۷. شیخ نجم الدین کبریٰ سہروردیؒ۔

ان کے علاوہ دیگر تیرہ مشائخ اور ہیں جن سے خرقہ خلافت حاصل کیا[3] (۱) محمد بخاریؒ (۲) شیخ نظام الدین (۳) شیخ قطب الدین منور (۴) شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ (۵) شیخ قطب عدن فقیہہ بصال (۶) ابو اسحٰق گازرونیؒ[4] (۷) شیخ امام الدین (۸) حمید حسینی

---

[1] الدر المنظوم ص ۱۶ تا ۱۷ [2] ایضاً [3] لطائف اشرفی ص ۳۹۰

[4] گازرون کے مشہور صوفی شیخ ابواسحٰق (ف ۴۲۶ھ) کے علاوہ کوئی دوسرے بزرگ ہوں گے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(۹) احمد کبیر رفاعی (۱۰) شیخ نجم الدین اصفہانی (۱۱) مہتر خضر علیہ السلام (۱۲) اوحد الدین حسینی (۱۳) شیخ نور الدین۔

بعض مشائخ کرام سے خرقہ تبرک حاصل کرنے کے متعلق جواہر جلالی کے مرتب شیخ فضل اللہ عباسی لکھتے ہیں[1]

"حضرت شیخنا و مخدومنا قطب العالمین جلال الحق والشرع والدین مدظلہ ظاہر فرمود کہ ہر کہ گاہ زرمن آمدم شیخ امام الدین برادر شیخ امین الدین بلیانی (کذا) چنیں فرمود کہ امین الدین مرا وصیت کردہ است کہ سید جلال الدین بخاری قصد من کردہ بود، از اچہ و ملتان می آمد فاما شیطان اور اگفتند کہ شیخ امین الدین وفات یافتہ، کجامی روی، بازگشتہ در مکہ مبارک رفتہ است باز اینجا خواہد رسید، او را از جہت من مقراض برانی و سجادہ نشانی و مقراض من او را بدہی و از جہت من مجاور باشند تا بر سر دیگرے مقراض رانند و خرقہ پوشانند، شیخ امام الدین ہم چناں کرد و خرقہ خود پوشانید و تلقین ذکر کرد"

شیخ محمود تشتری کے متعلق لکھتے ہیں[2]

"خرقہ تبرک از شیخ رکن الحق والدین محمود شاہ بن حسین تشتری ساکن شوکارہ پوشید"

شیخ حمید حسینی کے متعلق رقم طراز ہیں[3]

"خرقہ تبرک و صحبت و اجازت مقراض راندن و پوشیدن خرقہ از سید السادات حمید الدین ابوالوقت محمود بن نجیب الحسینی السمرقندی دارد"

شیخ شمس الدین یحییٰ اور شیخ ابوسعید کرمانی کے متعلق فرماتے ہیں[4]

"سجادہ و تبرک از بندگی شیخ شمس الدین یحییٰ اودھی یافت"

"شیخ ابوسعید نفر کرمانی را در مکہ مبارک دریافت و بخرقہ و اجازت مجاز شد"

---

[1] [2] [3] [4] جواہر جلالی (قلمی) ۳ ۲۶۹ ب - ۲۷۸ و

حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت اکثر شیخ رکن الدین الوالفتح ملتانی کی طرف سے سہروردی سلسلہ میں بیعت کیا کرتے تھے۔[۱]

چشتیہ سلسلہ حضرت مخدوم کو چشتیہ سلسلہ میں خرقہ خلافت حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ سے حاصل تھا، صاحب سیر العارفین لکھتے ہیں[۲] کہ ایک روز شیخ مکہ عبداللہ یافعی نے فرمایا کہ دہلی سے بڑے بڑے مشائخ اٹھے اور ان کی نشانی حضرت شیخ نصیر الدین محمود زندہ ہیں کہ اس شہر میں اپنے مشائخ کا چراغ روشن کیے ہوئے ہیں حضرت مخدوم یہ سن کر ان کے مشتاق ہو گئے اور دہلی پہنچ کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ نصیر الدین نے خرقہ خلافت مشائخ چشت سے سرفراز فرمایا اور اس روز سے حضرت نصیر الدین محمود "چراغ دہلی" کے لقب سے مشہور ہوئے[۳] حضرت مخدوم نے حضرت شیخ نصیر الدین محمود کا اپنے ملفوظات میں اکثر ذکر فرمایا ہے[۴] جواہر جلالی کے مرتب لکھتے ہیں[۵]

"خرقہ تبرک از شیخ الاسلام نصیر الحق والدین محمود اودھی اد رشید"

ملفوظات میں حضرت چراغ دہلی کے متعلق ایک واقعہ ہے[۶]

"جبکہ دعاگو (حضرت مخدوم) مکہ مبارکہ سے اچہ میں آیا اور شیخ نصیر الدین شہر سے ٹھٹھہ میں جاتے تھے، سلطان محمد نے طلب کیا تھا ان پر خفا تھا[۷] تو وہ خانقاہ میں نزدیک والد مخدوم کے اترے اور کہا کہ تم مدد کرو کیونکہ میرے حق میں خفگی ہے، مجھے ٹھٹھہ میں لئے جاتے ہیں۔ مخدوم والد واسطے شیخ کے مدد ہوئے چنانچہ اثنا راہ میں لوٹ آئے، سلطان محمد مر گیا، مخدوم والد کی خانقاہ میں اترے ہم نے ان کی ضیافت کی ان کو مہمان کیا۔"

---

[۱] الدرالمنظوم ص ۲۵۶ [۲] سیر العارفین ص ۱۵۶، ۱۵۷ [۳] کلیات جدولیہ کے مؤلف نے حضرت مخدوم کا اول مشائخ چشت میں ذکر کیا ہے (جدول دوم ص ۵۷) اور پھر مشائخ سہروردیہ میں تذکرہ کیا ہے۔ (جلد چہارم ص ۱۷) [۴] الدرالمنظوم ص ۱۶، ۱۶۰، ۱۶۱، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ص ۲۴۰ [۵] جواہر جلالی (قلمی) ص ۷۷ب ۱ [۶] الدرالمنظوم ص ۳۸۰۔ [۷] سلطان محمد تغلق اور حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے تعلقات اچھے نہ تھے۔ سیر العارفین (ص ۹۵، ۹۶) اخبار الاخیار (ص ۸۱) اور تاریخ فرشتہ جلد دوم (ص ۶۵۱، ۶۵۲)

حاشیہ باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجیے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت مخدوم بقول شیخ سعدیؒ

"تمتع زہر گوشہ یافتم زہر خرمنے خوشہ یافتم"

پر عمل پیرا تھے اور حضرت مخدوم نے اپنے قول "جمیع مشائخ و فضلا، را باید دید و از ہر کدام نصیبے و فیضے باید ربود" کے مطابق عالم اسلام کے اجل مشائخ کرام اور صوفیائے عظام سے فیض حاصل کیا۔

حضرت مخدوم جب ۱۳۸۰ء ۷۸۱ھ میں دہلی تشریف لائے اور قریب دس ماہ قیام کیا تو قیام دہلی کا ایک خاص مقصد یہ بھی بیان کیا کہ "چار مقبروں میں چار روز رہوں گا" اور ان کے نام (۱) حضرت قطب الدین (بختیار کاکیؒ) (۲) حضرت نظام الدین اولیاءؒ (۳) حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ۔ چوتھے مقبرے کا نام مرقوم نہیں ہے [۱]۔ حضرت مخدوم شیخ المشائخ نظام الدین کے مقبرے کی زیارت کو اکثر تشریف لے جایا کرتے تھے۔[۲]

شیخ جیلانیؒ سے عقیدت

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (ف ۱۱۶۶ء ۵۶۱ھ) سے نہایت عقیدت تھی ملفوظات میں شیخ جیلانی کا ذکر اکثر کیا ہے۔ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کے ان کی خدمت میں حاضر ہونے اور فیض حاصل کرنے اور دوسرے موقع پر ادب و احترام نبوی کا ذکر کیا ہے بلکہ ایک جگہ حضرت مخدوم شیخ عبدالقادر جیلانی کا قول نقل فرماتے ہیں۔[۳]

طوبیٰ لمن رآنی — خوش خبری ہو انہیں جنہوں نے مجھ کو دیکھا

او رائی من رآنی — یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا یا میرے دیکھنے

حاشیہ بقیہ پچھلے صفحہ سے آگے۔ میں ذکر کیا گیا ہے کہ سلطان محمد تغلق نے حضرت چراغ دہلی کو تکلیف پہنچائی لیکن کوئی واضح سبب نہیں بتایا۔ ملا عبدالقادر بدایونی کا بیان ہے کہ

"فیروز شاہ تغلق حضرت چراغ دہلی کی مدد سے تخت نشین ہوا بلکہ افواہ یہ ہے کہ بادشاہ کی زندگی ہی میں شیخ نصیر الدین چراغ دہلی نے فیروز شاہ کو بادشاہ بنانے کے ڈھنگ ڈال دیئے تھے۔"

یہی سبب سلطان محمد تغلق اور شیخ نصیر الدین محمود کی کشیدگی کا معلوم ہوتا ہے۔ منتخب التواریخ از ملا عبدالقادر بدایونی (اردو ایڈیشن لکھنؤ ۱۸۷۲ء) ص ۸۵۔

[۱] الدر المنظوم ص ۳۹۱ [۲] ایضاً ص ۳۹۴ [۳] ایضاً ص ۲۵۹۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اور آئی من رآہ | والے کے دیکھنے والے کو دیکھا یا میرے
اور ائی من رآہ | دیکھنے والے کے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا۔

اور اس کے بعد فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ شرف الدین محمود تستری کو دیکھا اور انہوں نے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کو دیکھا اور شیخ الشیوخ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی زیارت کی۔ اس طرح میں اس شرف سے مشرف ہوا۔ اور میں رحمت خداوندی کا مستحق ہوا[۱] حضرت مخدوم نے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے کئی واقعات وکرامات اپنے ملفوظات "جامع العلوم" میں ذکر کئے ہیں۔ ان کے ملفوظات۔ "خزانہ جلالی" کا آخری باب۔ "ذکر الادعیۃ الماثورہ والشروط استجابۃ الدعاء" پر ہے، اس میں بھی حضرت مخدوم نے ایک طویل دعا نقل فرمائی ہے۔ جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے منقول ہے[۲]

۱؎ اخبار الاخیار ص ۱۴۲ ۲؎ خزانۂ جلالی ص ۳۲۷ ب و ۳۲۸ و

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

باب چہارم

سیر و سیاحت

حضرت مخدوم نے سیر و سیاحت بہت فرمائی، تمام ممالک اسلامی میں گھوم پھر کر علمائے عظام اور صوفیائے کرام سے فیوض و برکات حاصل کئے[1]۔ "سیروا فی الارض" پر عمل کرتے ہوئے دنیا کی سیاحت کی اور "جہاں گشت" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ حضرت جہانگیر اشرف کچھوچھوی رح کا ارشاد ہے کہ بہت سے اولیاء اللہ نے معارف و حقائق کی تلاش میں سیاحت کی ہے لیکن مخدوم جہانیاں کی طرح کسی نے سفر نہیں کیا، ربع مسکوں کی سیاحت کی اور شاید ہی کوئی درویش ایسا ہو جس سے انہوں نے پورے فائدے حاصل نہ کئے ہوں[2]۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح لکھتے ہیں[3]

سیاحت بسیار کرد و بسیارے از اولیاء	انہوں نے بہت سیاحت کی اور بہت سے
نعمت و برکت یافتہ "	اولیائے کرام سے نعمت و برکت حاصل کی۔

مفتی غلام سرور لاہوری ذرا تفصیل سے لکھتے ہیں[4]

"مصر و شام و عراقین و بلخ و بخارا و خراسان	"انہوں نے مصر، شام، عراقین، بلخ، بخارا
سفر کردہ و از بسیارے مشائخ کبار اخذ	خراسان کا سفر کیا اور بہت سے نامور
فائدہ و نعمت نمودہ بسیار حج گزارد کہ	مشائخ سے فائدہ اور نعمت حاصل کی،
ازاں جملہ شش حج اکبر بودند "	بہت سے حج کئے ان میں سے چھ حج اکبر تھے"۔

---

[1] الدر المنظوم جلد اول ص ۵ ۔ [2] لطائف اشرفی جلد اول ص ۳۹۰ [3] اخبار الاخیار ص ۱۴۲ [4] خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۵۸۲ ۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

صاحب سیر العارفین مولانا جمالی کنبوہ اس سلسلے میں ایک مزید اطلاع دیتے ہیں۔[1]

این حقیر در مکہ و مدینہ و بیت المقدس و بغداد و بسیار جاہہائے دیگر حجرہ ہائے متبرک او (حضرت مخدوم جہانیاںؒ) یافتہ است و در آنجا دوگانہ نماز ادا نمودہ الآن آں حجرہ ہا را مجاوراں اندو جاروب کشی می کنند و چراغہا و قنادیل می افروزند۔	اس حقیر نے مکہ، مدینہ، بیت المقدس، بغداد اور بہت سے دوسرے مقامات پر ان کے متبرک حجرے پائے ہیں اور وہاں نماز دوگانہ ادا کی ہے اور اب تک ان حجروں میں مجاور ہیں۔ جو جاروب کشی کرتے ہیں اور چراغ اور قندیل روشن کرتے ہیں

حضرت مخدوم کے ملفوظ خزانۂ جلالی میں ایک مستقل باب "سفر و تجارت" سے متعلق ہے، اس میں سفر کی غرض و غایت اور آداب و طریق کو مفصل طور سے لکھا ہے اور سفر کے دس مقاصد بیان کئے ہیں۔

۱۔ تعلیم ۲۔ تجارت ۳۔ تفکر در لطائف آفرینش باری تعالیٰ ۴۔ حج ۵۔ جہاد ۶۔ زیارت مدینہ ۷۔ زیارت بیت المقدس ۸۔ ملاقات بزرگان دین ۹۔ زیارت قبور بزرگان ۱۰۔ ہجرت[2]

حضرت مخدوم کے بلاد اسلامی کی سیر و سیاحت کے سلسلے میں جن معلومات کی ضرورت ہے افسوس وہ نہیں ملتیں۔ بہرحال حضرت مخدوم کا آغاز سفر شیخ الاسلام کے منصب پر فائز ہونے کے بعد ہوا۔ محمد تغلق کا زمانہ تھا اور حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح کا وصال ۷۳۵ھ میں ہو چکا تھا۔ لہٰذا حضرت مخدوم کا آغاز سفر ۷۳۵ھ کے بعد اور واپسی ۷۵۱ھ سے کچھ قبل ہوئی[3]

۱؎ سیر العارفین ص ۱۵۲ ۲؎ سیر العارفین کی تالیف ۹۳۸ھ اور ۹۴۱ھ کے درمیان ہوئی ہے ملاحظہ ہو "خسرو ثانی شیخ جمالی دہلویؒ"، از ڈاکٹر نذیر احمد اردو ادب علی گڑھ شمارہ ۱ جلد چہارم جولائی تا ستمبر ۱۹۵۴ء ص ۱۴۶۔ ۳؎ خزانۃ الفوائد الجلالیہ (معروف بہ خزانۂ جلالی) مرتبہ شیخ احمد المدعو بہ بہار بن یعقوب (قلمی) (مخزونہ گیلانی لائبریری اوچ مملوکہ مخدوم شمس الدین ثانی گیلانی) ص ۱۳۷ ۱ ۴؎ خزانہ جلالی (قلمی) ص ۲۹۰ ۱

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مخدوم کے ملفوظات خزانۂ جلالی میں تحریر ہے۔[1]

اور در سنہ ثمان واربعین وسبعمائۃ بخدمت آں بزرگ (شرف الدین محمود) رسید	۷۴۸ھ میں ان بزرگ اشرف الدین محمود) کی خدمت میں پہنچے۔

سفر کے سلسلے میں یہ نہایت قیمتی معلومات ہیں۔

حضرت مخدوم آغاز سفر کے متعلق لکھتے ہیں[2]

"سلطان محمد (تغلق) نے مجھ کو شیخ الاسلام کیا اور چالیس خانقاہیں میرے تصرف میں کردیں، شیخ رکن الدین ابوالفتح مجھ کو خواب میں دکھائی دیئے کہا تو حج کو چلا جا تو غرق ہو جائے گا۔ صبح کو شیخ کے امام نے کہا کہ جلد روانہ ہو جا کیا تیاری کرتا ہے۔ شیخ نے تجھے اشارہ کیا ہے، میں نے مخدوم والد سے اجازت چاہی روانہ ہوگیا۔ میرے پاس کوئی وجہ یعنی خرچ نہ تھا اللہ تعالے نے اتنے فتوحات پہنچائے ایک عزیز حج کو روانہ ہوا تھا اس کے گھر والے اسے پھیر لائے وہ لوٹ آیا، وہ زادراہ مجھ کو دیا میں پیادہ تھا گھوڑا دیا لیکن میں نے وہ گھوڑا مولانا نظام الدین کڑہ کو دے دیا وہ مدقوق تھے شہر میں لوٹ آئے اور دعا گو (حضرت مخدوم) پیادہ گیا بانواع نعمت مشرف ہوا۔"

ہمارا خیال ہے کہ اس سفر میں کم وبیش دس بارہ سال لگے ہوں گے۔ حضرت مخدوم سات سال مکہ معظمہ میں رہے اور دو سال مدینہ منورہ میں قیام رہا۔ فرماتے ہیں[3]

مدت دو سال ملازم صحبت ومحکوم خدمت شیخ عبداللہ مطری در مدینہ معظم بود۔	دو سال شیخ عبداللہ مطری کی خدمت وصحبت میں ملازم ومحکوم رہا۔

حضرت مخدوم کے جو سفرنامے ملتے ہیں وہ قطعاً ناقابل اعتبار ہیں[4]۔ ان میں بے سر پا

---

[1] خزانۂ جلالی (قلمی) ۲۹۰ و [2] الدر المنظوم ۲۵۵ [3] خزانۂ جلالی (قلمی) ۲۸۸ ب

[4] حضرت مخدوم کے چار سفرنامے ہمارے پیش نظر ہیں ایک مطبع احمدی دہلی ۱۲۹۹ھ کا مطبوعہ ہے جس کو محمد عباس ابن غلام علی چشتی دہلوی نے فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا ہے اس کا دوسرا ایڈیشن مطبوعہ مطبع وحیدی کانپور اور تیسرا ایڈیشن نسخہ اللہ والے کی قومی دکان (لاہور) کا مطبوعہ ہے۔ تیسرا سفرنامہ "سیر نامہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت" فارسی مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں ساکن اوچ، قلمی صورت میں ہے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

واقعات من گھڑت حکایتیں اور دور از کار قصے درج ہیں نہ واقعات کی کوئی ترتیب ہے نہ مقامات و ممالک کی، ہر جگہ کا بے ربط ذکر ہے۔ حضرت مخدوم کے مستند ملفوظات جامع العلوم، خزانہ جلالی مظہر جلالی، جواہر جلالی ہیں قرآن و حدیث اور فقہ حنفی پر مبنی جو تعلیمات درج ہیں ان کے بالکل خلاف سفر ناموں کا انداز ہے اور پھر ان سفر ناموں کے اندراجات آپس میں بھی متضاد اور مختلف ہیں ہمارا خیال ہے کہ کسی شخص نے "جہاں گشت" کے لقب کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے معتقدات کی روشنی میں ایک سفر نامہ گڑھ دیا ہے،[1] بعض شہر و قصبات کے نام ملفوظات سے لئے گئے ہیں اور پھر اس سفر نامہ میں مختلف لوگوں نے قطع و برید کی ہے، حضرت مخدوم کے دو ہم عصر سیاح ابن بطوطہ (ف ۷۸۰ھ / ۱۳۷۸ء) اور مستوفی[2] کی تحریریں موجود ہیں، ان تحریروں کے بالکل خلاف مخدوم سے منسوب سفر نامے کے بیانات ہیں۔ سفر نامہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے بیان کردہ کسی شہر کا حال اگر ابن بطوطہ یا مستوفی کے بیان سے ملایا جائے تو زمین و آسمان کا فرق معلوم ہوتا ہے۔ صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے مدائن کے متعلق اس منسوب سفر نامہ کا بیان ہے[3]

اس کا سولہ کوس طول اور بارہ کوس عرض ہے، اور اکیس لنگروں میں فقیروں اور مسکینوں کے لئے قسم قسم کے طعام پکتے ہیں اور چند خانقاہیں ہیں جن میں

---

[1] سفر نامہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت مترجمہ محمد عباس مطبوعہ مطبع احمدی دہلی ۱۸۹۹ء میں کربلا (ص ۳-۴-۵) قلعہ خیبر (ص ۲۰-۲۱) ذوالفقار حیدری و حضرت فاطمہؓ (ص ۲۲) و امام مہدی (ص ۳۰-۳۱) کے بیانات سے مرتب کے مذہبی رجحانات کا پتہ چلتا ہے۔ [2] پورا نام حمداللہ مستوفی ہے۔ اس نے اپنی مشہور کتاب نزہتہ القلوب ۷۴۱ھ / ۱۳۴۰ء میں بزبان فارسی مرتب کی تھی۔ یہ دور ہلاکو خاں کے پوتے سلطان ابوسعید کا تھا اور اس وقت تاتاریوں کے بے پناہ حملوں کا طوفان عظیم اپنی شدت زائل کر چکا تھا۔ مستوفی درحقیقت اس عہدے کا نام تھا جس پر یہ جغرافیہ داں اور سیاح فائز تھا اپنے اس عہدے کی وجہ سے اس کو سرکاری محاصل کی فہرستیں اور دیگر دستاویزیں حاصل ہو گئیں جو دوسروں کے لئے سہل الحصول نہ تھیں، اسی لئے اس کتاب میں گوناگوں واقعات اور قیمتی معلومات کا بڑا خزانہ جمع ہے (مسلم کنٹری بیوشنز ٹو جیوگرفی مؤلفہ نفیس احمد لاہور ۱۹۴۷ء ص ۴۱، ۴۲)۔ [3] ملاحظہ ہو مکمل سفر نامہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت ص ۱۶-۱۷ (مطبوعہ اللہ والے کی قومی دکان لاہور)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

"توریت کے عالم رہتے ہیں۔ اس شہر میں کوئی مفلس نہیں بلکہ بافندوں وغیرہ کا گروہ بھی دولت مند ہے اور اس شہر میں پیغمبروں کی بھی چند خانقاہیں ہیں۔ یہ اسلامی شہر ہے"

مستوفی کا بیان ہے:[1]

آٹھویں صدی میں مدائن بالکل غیر آباد اور شکستہ ہو چکا تھا۔ گو اس کے مقابل دریا کے مغربی کنارے پر بہت سے گاؤں اس وقت تک آباد تھے۔

انیسویں صدی عیسوی کے پنجاب کے مشہور صوفی بزرگ خواجہ غلام فرید (ف ۱۳۱۹ھ ۱۹۰۱ء) نے بھی اس سفرنامہ کو مجموعہ اکاذیب قرار دیا ہے، خواجہ صاحب فرماتے ہیں:[2]

کتابے کہ آں را سیر نامہ مخدوم جہانیاں نامیدہ اند محض افترا و بہتان بر خدمت مخدوم بستہ اند پس مصنف آں ہر چہ درج کردہ است ہمہ دروغہا مثبت نمودہ است چنانچہ یکے کذب و بہتان ازاں مجموعہ اکاذیب ایں است کہ می نویسد کہ خدمت مخدوم صاحب قدس سرہ، در وقت سیاحت ببلاد مغرب در بلدہ رسیدہ اند کہ نام آں قسطنطنیہ (قسنطنیہ؟) است و آں را لکھ بازار دیدہ اند و در ہر بازار لکھ دوکان آباداں است

وہ کتاب کہ جس کا نام سیر نامہ مخدوم جہانیاں رکھا ہے حضرت مخدوم پر محض افترا و بہتان باندھا ہے اور اس کے مصنف نے جو کچھ لکھا ہے وہ سب صریح طور سے جھوٹ ہے اور اس مجموعہ اکاذیب میں سے ایک جھوٹ اور بہتان یہ ہے جو وہ لکھتا ہے کہ حضرت مغربی شہروں کی سیاحت کے زمانہ میں ایک شہر میں پہنچے کہ جس کا نام قسطنطنیہ ہے اور اس میں انہوں نے ایک لاکھ بازار دیکھے اور ہر بازار میں ایک لاکھ دوکانیں

---

[1] جغرافیہ خلافت مشرقی از جی بی اسٹرینج (اردو ترجمہ جمیل الرحمن) دار الترجمہ حیدر آباد سنہ ۱۹۳۰ء

[2] اشارات فریدی (ملفوظات خواجہ غلام فرید) مرتبہ حاجی محمد رکن الدین مطبعہ بہادل ۳۵۴ پریس لاہور۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

این دروغ محض است چه قسطنطنیہ (قسطنطنیہ) سوائے استنبول کہ آلاں نیز معمور و مشہور است دیگر ہیچ بلدہ بدین نام و بدیں صفت در شنیدن نیامدہ و در ہیچ کتاب از کتب تواریخ ہمہ یافتہ نمی شود۔

تھیں اور یہ محض جھوٹ ہے[1]، کیونکہ قسطنطنیہ سوائے استنبول کے جواب بھی آباد و مشہور ہے کوئی دوسرا شہر اس نام اور اس صفت کا سننے میں نہیں آیا اور نہ تاریخ کی کسی کتاب میں پایا جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک مثال اس سفرنامہ سے اور پیش کی جاتی ہے۔ بقول مرتب سفرنامہ ہند پاکستان کے ایک مقام "گاؤں سنیاں" کا بیان ہے، افسوس کہ ہند پاکستان کی تاریخ وجغرافیہ کی کتابیں کسی ایسے مقام کی نشان دہی نہیں کرتیں جو سفرنامہ کے مرتب نے پیش کیا ہے ملاحظہ ہو[2]

"فقیر ہیچ شہر گاؤں سنیاں کے گیا کہ وہ شہر ہیچ ملک ہند کے ہے کہ مانند اس کے کوئی شہر نہیں ہے چودہ کوس اس کا بازار ہے اور اس شہر میں ایک مسجد جامع ہے کہ سلطان سنجر نے بنوائی ہے کہ چھ سو ساٹھ اس کے گنبد ہیں کہ کسی بادشاہ نے ایسی مسجد اپنے ملک میں نہیں بنائی ہے اور اندر مسجد کے سونے کا پانی بھرا ہوا اور صحن میں مسجد کے ایک حوض ہے پانی سے بھرا ہوا کہ سب آدمی اسی پانی سے وضو کرتے ہیں اور ایک دوسرا حوض ہے کہ اس میں سب آدمی نماز پڑھتے ہیں۔ مسجد کی محرابیں سونے سے بنائی ہیں، ہر وقت غلاف کر کے اس کو رکھتے ہیں۔ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن خدا کے حکم سے آسمان سے سونا برساتھا۔ اس سبب سے اس شہر کا نام گاؤں سنیاں رکھتے ہیں۔ اس فقیر نے وہاں کے بزرگوں سے ملاقات کی اور زیارت

---

[1] ابن بطوطہ نے بھی اس شہر کا سفر کیا ہے اور اس کے بازاروں کا بھی ذکر کیا ہے مگر اس کے بیان میں کوئی ایسی محیر العقول بات معلوم نہیں ہوتی، ملاحظہ ہو سفرنامہ ابن بطوطہ (اردو ترجمہ) جلد اول ترجمہ عطاء الرحمن (ایک لینڈ کراچی سنہ ۱۹۶۱ء ص ۱۹۴ [2] سفرنامہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت ص ۲۲

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کی اور اس جگہ ایک بزرگ شیخ علاؤالدین رہتے ہیں کہ روٹی اور روزینہ بادشاہوں کا اس بزرگ نے قبول نہیں کیا تھا اور اس بزرگ کے تئیں غیب سے سب نعمتیں پہنچتی تھیں ایسا بزرگ ہند میں میں نے نہیں دیکھا، اس فقیر نے ان سے ملاقات کی۔"

یہ الف لیلیٰ کا قصہ یا طلسم ہوشربا کی داستان معلوم ہوتی ہے۔

زمانۂ حال کے دانشوروں کا بھی یہی خیال ہے کہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے منسوب سفرنامہ وضعی اور جعلی ہے۔[1]

سی۔اے۔اسٹوری نے صاف طور سے لکھا ہے کہ یہ سفرنامہ اصلی نہیں ہے کیونکہ مخدوم کے کسی سوانح نگار نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے اور جتنے نسخے بھی ملتے ہیں وہ زمانۂ حال کے ہیں۔ اسٹوری نے سفرنامہ کے مندرجہ ذیل نسخوں کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ نسخہ انڈیا آفس (لندن) مکتوبہ ۱۱۳۰ھ / ۱۷۱۸ء

۲۔ نسخہ مانچسٹر لائبریری (مانچسٹر) مکتوبہ ۱۲۳۰ھ / ۱۸۱۴ء

۳۔ نسخہ آصفیہ کتب خانہ (حیدرآباد دکن) مکتوبہ ۱۱۵۹ھ / ۱۷۴۶ء

اوچ میں سفرنامہ کا جو فارسی قلمی نسخہ ہماری نظر سے گزرا ہے وہ بھی تیرھویں صدی ہجری کا مکتوبہ ہے اور رضا لائبریری رام پور کا نسخہ ۱۲۵۲ھ / ۱۸۳۷ء کا مکتوبہ ہے۔

اسٹوری نے اردو سفرنامہ کی، دو اشاعتوں کا ذکر کیا ہے ایک ۱۹۰۸ء میں لکھنؤ سے طبع ہوا ہے یہ محمد عباس کا ترجمہ ہے اور چوتھا ایڈیشن ہے۔ اور دوسرا ۱۹۰۹ء میں لاہور سے طبع ہوا ہے اسٹوری کا یہ خیال ہے کہ اس کا مترجم بھی محمد عباس ہی ہے اگرچہ لاہور کے ایڈیشن میں مترجم کا نام نہیں ہے۔[2]

---

[1] کلیکشنس آف دی ملفوظات آف مخدوم جہانیاں آف اوچ از ڈاکٹر ریاض الاسلام پروسیڈنگ ہسٹری کانفرنس اجلاس اول منعقدہ کراچی ۱۹۵۱ء ص ۲۱۶ ۔ اس کا ایک ایڈیشن کانپور سے بھی ۱۹۴۷ء میں شائع ہوا ہے۔

[2] ملاحظہ ہو پرشین لٹریچر از سی۔اے۔اسٹوری جلد اول حصہ دوم ص ۹۴۵ (لندن ۱۹۵۳ء)

اب ہم اس جعلی سفر نامہ کے بیانات کو نظر انداز کر کے حضرت مخدوم کے ملفوظات کی روشنی میں ان شہروں کا اجمالی تذکرہ پیش کرتے ہیں۔ جہاں آپ کا تشریف لے جانا آپ کے بیان سے ثابت ہے۔

مکۂ معظمہ حضرت مخدوم کا قیام مکہ معظمہ میں سات سال رہا[1]۔ انہوں نے اس مدت میں علوم مروجہ کی تحصیل میں پوری کوشش کی اور خصوصی توجہ علم حدیث کی جانب مبذول فرمائی اور اس زمانہ کے اجل مشائخ اور محدثین سے فیض حاصل کیا۔ مکہ میں کتابت کے ذریعے روزی پیدا کرتے تھے۔ بعض اوقات عسرت اور افلاس سے بھی دوچار ہونا پڑتا تھا اور فاقہ کشی تک نوبت پہنچتی تھی۔ اس زمانہ میں آپ زمزم پی لیا کرتے تھے[2]۔ مخدوم نے اپنے استاد شیخ مکہ عبداللہ یافعی کا بڑے خلوص اور محبت سے ذکر کیا ہے۔

مدینہ منورہ مدینہ منورہ میں مخدوم کا قیام دو سال رہا[3]۔ مدینہ میں عبداللہ مطری سے عوارف المعارف کا وہ نسخہ پڑھا جو شہاب الدین سہروردی کے مطالعہ میں رہ چکا تھا ایک مرتبہ مسجد نبوی میں امامت کے فرائض بھی انجام دیئے۔ حضرت مخدوم نے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے حالات وواقعات اور اساتذہ وشیوخ کا اپنے ملفوظات میں اکثر ذکر کیا ہے۔

یمن وعدن حضرت مخدوم نے یمن وعدن کی بھی سیاحت کی۔ یمن میں ایک پہاڑ پر پہنچے اور وہاں ایک غار میں ایک علامہ دانش مند سے ملے جو گوشہ نشین تھا اور اس سے عارفانہ گفتگو ہوئی اس نے اپنے نفس کو ایک کٹ کھنے کتے سے تعبیر کیا[4]۔ مخدوم نے یمن کے نائب عرض کے متعلق بتایا ہے کہ وہ ولی کامل تھا اور شیخ عبداللہ یافعی نے اپنے کپڑے وغیرہ اس کو بھیجے تھے[5]۔ مخدوم عدن بھی پہنچے اور وہاں کے بصال قطب سے ملاقات کی وہ اس زمانہ میں بیمار تھے اور اسی بیماری میں ان کا انتقال ہوا۔ بصال قطب نے حضرت مخدوم کو بتایا کہ جب شیخ جمال اوچی عدن آتے تھے تو دریا میں فلاں مقام پر وضو کرتے تھے[6]۔

---

[1] الدر المنظوم ص ۱۹۹، ۶۰۸ [2] ایضاً ص ۲۲۳ [3] ایضاً ص ۶۰۸ [4] ایضاً ص ۲۸۸
[5] ایضاً ص ۲۹، ۳۰ [6] ص ۶۳۲ - ۸۳۳

دمشق ولبنان دمشق نہایت خوبصورت شہر ہے۔ اکثر شعرا نے اس کی تعریف میں قصیدے لکھے ہیں[1] حضرت مخدوم دمشق بھی گئے ایک مرتبہ انہوں نے ذکر فرمایا کہ دمشق کے کمبل نہایت سخت ہوتے ہیں[2] انہوں نے شام میں کوہ لبنان بھی دیکھا تھا۔[3]

مدائن مسلمانوں نے جب اس شہر کو فتح کیا تو بہت بارونق تھا، چوتھی صدی ہجری میں سمٹ سمٹا کر ایک چھوٹا سا شہر رہ گیا تھا، مگر کسی قدر رونق اس وقت بھی باقی تھی وہاں مسلمانوں کی فتح کے وقت کی ایک خوبصورت جامع مسجد بھی تھی، مستوفی کا بیان ہے کہ آٹھویں صدی ہجری میں مدائن بالکل غیر آباد اور شکستہ ہو چکا تھا[4] حضرت مخدوم نے مدائن کو دیکھا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے ذکر فرمایا کہ اس شہر کی مسجد میں درخت لگا ہوا ہے[5]

شوکارہ فارس کا ایک قصبہ شوکارہ ہے جہاں شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے ایک خلیفہ شیخ شرف الدین محمود تستری رہتے تھے، حضرت مخدوم ان کی خدمت میں پہنچے اور ان سے عوارف المعارف پڑھی اور سند حاصل کی۔ اس وقت شیخ محمود تستری کی عمر ایک سو تیس سال تھی اور جمعہ کے دن عصا لے کر پیادہ پا مسجد پہنچتے تھے، عراق وعرب میں ان کا شہرہ تھا، مخدوم نے ان سے اجازت نامہ بھی حاصل کیا[6] حضرت مخدوم ان کی خدمت میں ۷۴۸ھ/۱۳۴۷ء میں حاضر ہوئے تھے۔ خزانہ جلالی میں ہے[7]

شوکارہ شہرے از شہر ہائے فارس است او (مخدوم) در سنہ ثمان واربعین سبعمائۃ بخدمت آں بزرگ (شرف الدین محمود) رسید۔	فارس کے شہروں میں سے ایک شہر شوکارہ ہے وہ (مخدوم) ۷۴۸ھ میں ان بزرگ (شرف الدین محمود) کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

---

[1] سفرنامہ ابن بطوطہ جلد اول ص ۱۳۱ تا ۱۴۰ [2] الدر المنظوم ص ۲۶۰ [3] خزانۂ جلالی (قلمی) ص ۲۷۴ [4] جغرافیہ خلافت مشرقی ص ۳۳ تا ۳۵ [5] سراج الہدایہ (قلمی) مرتبہ احمد معین سیاہ پوش (ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ) [6] الدر المنظوم ص ۵۲۲، ۶۰۹، ۷۶۸ [7] خزانہ جلالی (قلمی) ص ۲۹۰

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ابن بطوطہ نے شیخ شرف الدین کے زہد وارتقاء اور ان کے علم وفضل کی بہت تعریف کی ہے[1]

بصرہ وکوفہ حضرت مخدوم نے بصرہ[2] اور کوفہ کی سیاحت بھی کی کوفہ کی مسجد کے متعلق بیان کیا کہ وہاں کی مسجد میں درخت لگا ہوا ہے[3]

شیراز حضرت مخدوم شیراز پہنچے تو بعض طالب علم ان کی خدمت میں تحصیل علم کے لئے آئے ایک صاحب مصابیح کا سبق پڑھا کرتے تھے۔ قاضی شیراز نے مخدوم سے ملاقات کی، قاضی بڑے عالم اور بزرگ تھے انہوں نے مخدوم کو نذر بھی پیش کی[4] ایک موقع پر مخدوم نے ادلوالامر کے متعلق ایسی دل نشین تقریر کی جس سے حاکم شیراز بہت خوش ہوا اور دو طشت چاندی کے نذر کئے جن میں سے ایک نقرئی سکوں سے اور دوسرا طلائی سکوں سے بھرا ہوا تھا، مخدوم نے ان کو قبول کیا اور وہ تمام مال ایک حاجت مند کو بخش دیا[5]

تبریز حضرت مخدوم نے تبریز کی سیاحت بھی کی ہے اور ایک موقع پر خان اعظم ظفر خان نے مسجد میں درخت لگانے کے متعلق سوال کیا تو حضرت مخدوم نے فرمایا کہ میں نے تبریز وغیرہ کی مساجد میں درخت لگے ہوئے دیکھے ہیں[6]

بلخ، نیشاپور، خراسان حضرت مخدوم نے خراسان کی سیاحت کی اور اپنے ملفوظات میں اکثر ذکر کیا ہے۔ کہ فلاں بات میں نے مکہ، مدینہ اور خراسان کے علماء ومشائخ سے حاصل کی[7] یا یہ کہ خراسان وغیرہ کے مشائخ کا طریقہ ہے کہ جب تک کوئی شخص علم ظاہری حاصل نہیں کر لیتا ہے۔ اس کو ذکر وغیرہ کی تلقین نہیں کرتے ہیں[8]

---

[1] سفرنامہ ابن بطوطہ جلد اول ص ۲۷۲ تا ۲۷۴ [2] خزانہ جلالی (قلمی) ص ۲۷۵، ۲۵۸

[3] سراج الہدایہ قلمی (کلکتہ) ص ۸۴ تا ۸۵ [4] الدر المنظوم ص ۱۵۴ تا ۱۵۲۔

[5] ایضاً ص ۱۶۴ [6] سراج الہدایہ (قلمی)، کلکتہ ص ۸۴ تا ۸۵

[7] خزانہ جلالی (قلمی) ص ۲۲۵ ب

[8] الدر المنظوم ص ۴۸، ۱۲۸

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سمرقند سراج الہدایہ کے مرتب کا بیان ہے کہ جب وہ سمرقند پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ حضرت مخدوم سمرقند بھی گئے تھے اور وہاں کے بادشاہ سے ملاقات بھی ہوئی تھی، بادشاہ نے حضرت مخدوم جلال الدین سے جھینگے کے متعلق پوچھا کیونکہ سمرقند کے علماء نے اس کے مباح ہونے کا فتویٰ دیا تھا، بادشاہ ان چیزوں کو محرکِ شہوت ہونے کی وجہ سے چاہتا تھا، مخدوم نے اس کے استعمال کے حق میں رائے دی ہے[1]

گازرون گازرون[2] شیراز سے جنوب مغرب کی طرف تقریباً ۸۰ میل کے فاصلہ پر ایک پررونق شہر تھا۔ زمانۂ قدیم میں اس کی بڑی شہرت تھی، اب بھی ایک غیر معروف قصبہ کی حیثیت سے اس کا وجود باقی ہے، حضرت مخدوم نے گازرون میں ابواسحٰق گازرونی کے مزار پر حاضری دی ان کی خانقاہ میں چند عالم اور دانش مند معلم تھے۔ بعض تفسیر وحدیث پڑھاتے تھے اور بعض حکمت ومنطق اور معانی وادب کا درس دیتے تھے، ایک سو طالبانِ حق خلوت نشین تھے جو ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور مخلوق یہاں سے بہت مستفید ہوتی تھی۔ حضرت مخدوم نے امین الدین گازرونی کے مزار کی زیارت کی اور ان کے بھائی شیخ امام الدین سے شیخ امین الدین کا سجادہ، جبہ، مقراض اور عصا وغیرہ حاصل کئے اس خانقاہ میں ہند پاکستان سے

---

[1] سراج الہدایہ (قلمی) مملوکہ پروفیسر خلیق احمد نظامی (علی گڑھ) ص ۱۳۷

[2] چوتھی صدی ہجری میں بشاری مقدسی نے گازرون کے متعلق لکھا ہے۔ ضلع سابور کا یہ آباد اور بڑا شہر عجمیوں کا دمیاط ہے، کیونکہ یہاں کتان سے مصر کے باریک اور نرم قصب اور بیش قیمت شطوی سے ملتا جلتا کپڑا بنا اور بیچا جاتا ہے۔ شہر میں دائیں بائیں ہر طرف کوٹھیاں، باغ اور نخلستان ہیں، پھل اور مال ومتاع کی بہتات ہے۔ یہاں بڑے بڑے دلال ہیں اور ایک بڑا سامان سے بھرپور بازار جامع مسجد اور بیشتر مکانات ایک ٹیلہ پر ہیں، بازار تجارتی کوٹھیاں اور گودام ٹیلے کے نیچے واقع ہیں۔ گازرون کے دیہاتوں میں السی کی کاشت ہوتی ہے۔ پانی کنوؤں اور پمپوں سے آتا ہے۔ یہاں کوئی بڑی ندی یا دریا نہیں (ملاحظہ ہو اسلامی دنیا دسویں صدی عیسوی میں یعنی اردو ترجمہ احسن التقاسیم از خورشید احمد فارق ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۶۲ء ص ۲۳۳

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

دہلی اور ملتان کے لوگ بھی پہنچتے تھے، جس زمانہ میں حضرت مخدوم گازرون میں تھے اس وقت مغلوں کا ایک حملہ ہوا تھا، مگر ایک عارف باللہ کی توجہ باطنی سے مغل بھاگ گئے۔ حضرت مخدوم کو پانچوں وقت کی نماز کے بعد ذکر کرنے کی عادت گازرون ہی سے ہوئی [۱]

لہسہ [۲] ایک موقع پر پاؤں کا مسح کرنے کے بیان میں فرمایا کہ روافض وضو میں پاؤں نہیں دھوتے ہیں مسح کرتے ہیں مگر سنت وجماعت کو نصرت ہے دشواری نہیں ہے پھر فرمایا کہ تین شہر روافض سے بھرے ہوئے ہیں ان میں اہل سنت نادر ہیں۔ ایک لہسہ دوسرا قطیف [۳] تیسرا بحرین۔

بحرین وقطیف حضرت مخدوم نے بحرین وقطیف کی بھی سیاحت کی بحرین بہت خوبصورت اور پر از باغات شہر تھا، اسی طرح قطیف میں بھی کھجوروں کے بہت سے درخت تھے مخدوم نے لہسہ کے بیان کے ساتھ ساتھ ان دونوں شہروں کا بھی ذکر کیا ہے کہ قطیف سمندر کے کنارے ہیں اور بحرین سمندر کے درمیان (خوبصورت جزیرہ) ہے اور تینوں شہروں کا حاکم ہرمز بادشاہ ہے بادشاہ سنی مذہب ہے۔ اور یہاں کا مقطع بھی سنی ہوتا ہے اور یہاں کے لوگ حضرت علیؓ کو دیگر صحابہ پر فضیلت دیتے ہیں اور اہل بدعت ہیں [۴] ابن بطوطہ نے بھی قطیف کے ذکر میں لکھا ہے کہ یہاں عربوں

---

[۱] الدر المنظوم ص ۱۶۱، ۲۴۵، ۳۸۶، ۵۹۱، ۵۹۹، ۷۶۹، ۷۸۲ [۲] ہمارے نزدیک یہ احسار کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ قطیف اور بحرین کے ساتھ اس کا ذکر اس خیال کی پوری طرح تائید کرتا ہے دوسری جو باتیں لہسہ کے بارے میں بتائی گئی ہیں وہ احسار پر بھی منطبق ہوتی ہیں، مقدسی بشاری احسار کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ احسار ہجر کا پایۂ تخت ہے، ہجر کو بحرین بھی کہتے ہیں۔ بڑا اور آباد شہر ہے یہاں کثرت سے کھجور کے باغ ہیں۔ احسار خاندان الوسعید جنابی کے قرامطہ رئیسوں کا مستقر ہے۔" ناصر خسرو لکھتا ہے۔" قرامطی حاکموں کے اس وقت تیس ہزار غلام ہیں جو زراعت اور باغبانی کرتے ہیں"۔ اسلامی دنیا (بیسویں صدی عیسوی) ص ۲۰۲، ۲۱۱ [۳] قطیف الحسا کا بندرگاہ ہے۔ نجد کے مشرقی جانب خلیج فارس پر جزیرہ بحرین سے ۲۸ میل شمال مغرب میں واقع ہے وہاں اب بھی قرامطہ کے زمانہ کا ایک قلعہ موجود ہے سنہ ۱۹۱۳ء تک یہ شہر خلفائے عثمانیہ کے قبضہ میں تھا پھر دولت سعودیہ نے قبضہ کر لیا (جیوگرافیکل ڈکشنری مطبوعہ اسپرنگ فیلڈ، میساچوسٹس، ریاستہائے متحدہ امریکہ ص ۹۱۲ وجیوگرافیکل ڈکشنری ص ۹۴۔ [۴] ایضاً ص ۳۸۸

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کے گروہ رہتے ہیں جن کا مذہب رافضیہ غلاۃ ہے، اپنے رفض کا علانیہ اظہار کرتے ہیں اور کسی سے نہیں ڈرتے ان کا موذن اپنی اذان میں "الشہادتین" کے بعد "اشہد ان علیا ولی اللہ" اور "حیی علیٰ خیر العمل" اور تکبیر اخیر کے بعد یہ کہتا ہے۔

محمد و علی خیر البشر من خالفہما فقد کفر [۱]

غزنین غزنین آج کل افغانستان کا ایک تجارتی شہر ہے اور کابل سے ۹۲ میل جنوب ومغرب میں واقع ہے۔ اس شہر کو سب سے زیادہ ترقی محمود غزنوی کے زمانے میں ہوئی اس نے مسجدوں کتب خالوں اور مدرسوں سے اس شہر کو زینت دی [۲] مگر غوری خاندان کے نمائندے علاؤالدین جہاں سوز نے اس شہر کو جلا کر خاکستر کر دیا [۳] آٹھویں صدی ہجری میں ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ غزنین کا بڑا حصہ ویران ہے، اس کا ہم عصر مستوفی بھی لکھتا ہے کہ یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے [۴] حضرت مخدوم نے غزنین کی بھی سیاحت کی تھی اور خان اعظم ظفر خاں کے جواب میں کہا تھا کہ وہاں مسجدوں میں درخت ہوتے ہیں [۵]

ہند پاکستان کی سیاحت کے سلسلہ میں بھی کوئی تفصیل نہیں ملتی البتہ مخدوم کے ملفوظات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مختلف اوقات میں دہلی، ملتان، بھکر، الورنڈوہری، رتن پور، لاہرہ اور ٹھٹھہ کا سفر کیا ہے۔ دہلی دارالحکومت ہے اس کے علاوہ اوچ کے قریب کے شہر و قصبات ہیں، ان میں اور ان کے علاوہ دوسری بستیوں میں مخدوم کے مسلسل سفر ہوئے ہوں گے مگر ان کی تفصیلات نہیں ملتیں۔

ملتان ملتان حضرت مخدوم کے پیروں کا وطن ہے۔ شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی کے خاندان سے تین پشت کا واسطہ ہے۔ مخدوم نے تعلیم کی تکمیل بھی ملتان میں کی اور وہیں حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح

---

[۱] سفر نامہ ابن بطوطہ جلد دوم ص ۴۰۰ [۲] ویلبسٹر جیوگرافیکل ڈکشنری ص ۴۰۰ [۳] تاریخ مسلمانان پاکستان وبھارت (ہند) جلد اول ص ۱۴۶، سراج الہدایہ قلمی (کلکتہ) ص ۸۴ تا ۸۵ [۴] جغرافیہ خلافت مشرق مصنفہ جی لی اسٹرینج مترجمہ جمیل الرحمٰن مطبوعہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد ص ۵۲۶ [۵] مناقب مخدوم جہانیاں (قلمی) (مخزونہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، کلکتہ) ص ۱۶۳ تا ۱۶۴

ملتانی سے بیعت و خلافت حاصل کی، ملفوظات سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم بارہا ملتان تشریف لے گئے۔

بھکر اور الور بھکر کا قلعہ اور اس کے آثار آج بھی باقی ہیں الور سندھ کا مشہور شہر تھا عرب جغرافیہ نویسوں نے اسے الرور بھی لکھا ہے حضرت مخدوم لکھتے ہیں کہ جب وہ مکہ مبارکہ سے بھکر میں پہنچے تو بھکر کے عمائدین نے ان سے بیان کیا کہ قصبہ الور کے نزدیک پہاڑ کے غار میں ایک درویش رہتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ مجھ سے نماز موقوف کردی گئی ہے۔ مخدوم نے جب یہ سنا تو وہ اس تارک صلوٰۃ درویش کے پاس پہنچے اور اس کو بتایا کہ :-

"الفرق بین المومن والکافر الصلوٰۃ"

اور اس کو قائل کر دیا کہ اس کا یہ طریقہ شریعت اسلامی کے خلاف ہے، اس کے بعد وہ شخص اس غار سے نکل آیا اور اس نے وعظ و درس سنا اور متاہل زندگی اختیار کی اس شخص کا نام عثمان تھا ۷۸۱ھ میں اس کا انتقال ہوا[1]

ٹھٹھہ فیروز شاہ نے جب ٹھٹھ پر حملہ کیا اور وہاں کے حکام جام جونا اور جام بانھبنیہ سخت پریشان ہوئے تو انہوں نے مخدوم جلال الدین جہاں گشت کو درمیان میں ڈالا اس موقع پر حضرت مخدوم ٹھٹھ تشریف لے گئے اور اس مصالحت میں حضرت مخدوم نے خاص کردار ادا کیا اس کا تفصیلی ذکر آگے آئے گا۔

دہلی حضرت مخدوم کئی مرتبہ دہلی تشریف لے گئے، بقول مؤلف جامع العلوم پہلا سفر ۷۷۰ھ میں فرمایا اور دوسرا سفر ۷۸۱ھ میں، جب سلطان فیروز شاہ سامانہ کی مہم پر گیا ہوا تھا اور اس مرتبہ مخدوم دہلی میں دس ماہ مقیم رہے کیونکہ سلطان اس زمانہ میں دہلی میں موجود نہ تھا، دہلی کے قیام کے مفصل حالات اگلے باب میں بیان ہوں گے۔

جونپور تاریخ شیراز ہند جونپور کے مؤلف کا بیان ہے کہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت دو مرتبہ جونپور تشریف لائے تھے۔[2]

---

[1] الدر المنظوم ص ۴۴۶ تا ۴۴۷ [2] تاریخ شیراز ہند جونپور از اقبال احمد (معاون محتشم کاشانی) جونپور ۱۹۶۳ء ص ۷۸ - ۸۱

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشتؒ نے دہلی کے مندرجہ ذیل سات بادشاہوں کا دورِ حکومت دیکھا۔

۱۔ علاءالدین خلجی (ف ۷۱۵ھ/۱۳۱۶ء)
۲۔ شہاب الدین خلجی ۷۱۵ھ/۱۳۱۶ء تا ۷۱۶ھ/۱۳۱۶ء
۳۔ قطب الدین مبارک شاہ ۷۱۶ھ/۱۳۱۶ء تا ۷۲۰ھ/۱۳۲۰ء
۴۔ ناصرالدین خسرو ۷۲۰ھ/۱۳۲۰ء تا ۷۲۱ھ/۱۳۲۱ء
۵۔ غیاث الدین تغلق ۷۲۱ھ/۱۳۲۱ء تا ۷۲۵ھ/۱۳۲۵ء
۶۔ محمد تغلق ۷۲۵ھ/۱۳۲۵ء تا ۷۵۲ھ/۱۳۵۱ء
۷۔ فیروز شاہ تغلق ۷۵۲ھ/۱۳۵۱ء تا ۷۹۰ھ/۱۳۸۸ء

علاءالدین خلجی کے عہدِ حکومت میں حضرت مخدوم پیدا ہوئے۔ آٹھ برس کی عمر تھی کہ خلجی کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد خلجیوں کی حکومت میں کوئی مستحکم نظام قائم نہ ہوسکا آخر میں ناصرالدین خسرو نے مسلمانوں کی کی کرائی محنت ہی کا خاتمہ کردینا چاہا تھا کہ غیاث الدین تغلق نے اس کو ٹھکانے لگاکر سلطنت دہلی کی حفاظت کی اس کا دورِ حکومت صرف پانچ سال رہا۔ جب محمد تغلق نے زمامِ حکومت سنبھالی تو حضرت مخدوم کی عمر کم وبیش ۱۷، ۱۸ سال تھی، خیال ہے کہ اس زمانہ میں ان کی تمام تر توجہ تعلیم وتحصیل کی طرف رہی ہوگی۔

تقرر بحیثیت شیخ الاسلام محمد تغلق کے عہد ۷۲۵ھ/۱۳۲۵ء تا ۷۵۲ھ/۱۳۵۱ء میں حضرت مخدوم شیخ الاسلام مقرر ہوئے اور سیوستان کے علاقے میں چالیس خانقاہوں کا انتظام ان کے سپرد ہوا، لیکن یہ عہدہ کب ملا اس سلسلہ میں کوئی قطعی اطلاع نہیں ملتی۔ الدرالمنظوم کی ایک روایت سے

۱ الدرالمنظوم ۳ ۲۴۵، ۲۵۵، ۴۰۶

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح کے انتقال ۷۳۵ھ/۱۳۳۴ء کے بعد حضرت مخدوم شیخ الاسلام مقرر ہوئے۔

عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں[1]

سلطان محمد تغلق کے زمانے میں شیخ الاسلام کا منصب اور سیوستان میں خانقاہ محمدی اور اس کے قریب کی دوسری خانقاہوں کی سند حاصل ہوئی۔	درعہد سلطان محمد تغلق بمنصب شیخ الاسلامی و سند خانقاہ محمدی در سیوستان بامضافات مخصوص گشت

لیکن حضرت مخدوم جلد ہی شیخ الاسلام کے عہدے سے سبکدوش ہوگئے الدر المنظوم میں مرقوم ہے[2]

"سلطان محمد نے مجھ کو شیخ الاسلام کیا اور چالیس خانقاہیں میرے تصرف میں کردیں شیخ (رکن الدین) مجھ کو خواب میں دکھائی دیئے، کہا تو حج کو چلا جا، تو غرق ہو جائے گا صبح کو شیخ امام نے کہا کہ جلد روانہ ہوجا، کیا تیاری کرتا ہے۔ شیخ نے تجھے اشارہ کیا ہے، میں نے مخدوم والد سے اجازت چاہی روانہ ہوگیا، میرے پاس کوئی وجہ یعنی خرچ نہ تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اتنی فتوحات پہنچائی، ایک عزیز حج کو روانہ ہوا تھا اس کے گھر والے اسے پھیر لائے وہ لوٹ آیا وہ زاد راہ مجھ کو دیا میں پیادہ تھا۔ گھوڑا دیا۔ لیکن میں نے وہ گھوڑا نظام الدین کرڑہ کو دے دیا وہ مدقوق تھے، شہر میں لوٹ آئے اور دعا گو پیادہ گیا حج سے پہلے یہ پہنچ گیا"۔

شیخ الاسلام کا منصب بڑا اہم تھا وہ صدر الصدور کے ماتحت ہوتا تھا، فقرا اور درویشوں کو سلطنت کی طرف سے جو ادرار و وظائف ملتے تھے ان کے احکام شیخ الاسلام کے یہاں سے جاری ہوتے تھے، شیخ الاسلام کی تنخواہ صدر الصدور کے برابر ہوتی تھی، محمد تغلق کے زمانہ میں شیخ الاسلام کو ساٹھ ہزار تنکے تنخواہ ملتی تھی[3]۔ امور مذہبی کی حفاظت اور اجراء احکام شرع کا کام قاضی القضاۃ اور شیخ الاسلام سے متعلق ہوتا تھا اور یہ محکمہ نہایت باثر اور زبردست سمجھا جاتا تھا۔ اس محکمہ کے

---

[1] اخبار الاخیار ص ۱۴۲ [2] الدر المنظوم ص ۱۵۵ [3] دی ایڈمنسٹریشن آف دی سلطنت آف دہلی از ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی (لاہور ۱۹۴۴ء) ص ۱۹۰

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ذریعہ شرک وبدعت اور الحاد و بے دینی کے انسداد اور روک تھام کا ضروری کام ہوتا تھا۔[۱]

حضرت مخدوم نے شیخ الاسلام کا عہدہ جلد ہی چھوڑ دیا، ممکن ہے کہ اس عہدے کے چھوڑنے میں علماء و مشائخ کے خلاف محمد تغلق کی سخت گیر پالیسی کو بھی دخل ہو کیونکہ اس عہدہ کو چھوڑ کر مخدوم نے فوراً بلاد اسلامیہ کی سیر و سیاحت اختیار فرمائی اور ایک مدت تک ہند و پاکستان سے باہر رہے۔ محمد تغلق کے عہد کا کوئی اور واقعہ نہیں ملتا۔ ایک موقع پر حضرت مخدوم نے سلطان محمد تغلق کی بخشش کے لئے دعا مانگی تھی۔[۲]

ملوک و ولاۃ کے متعلق نقطۂ نظر حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے خاندان کا اثر و نفوذ ان کے پوتے شیخ رکن الدین ابوالفتح کے زمانہ تک خوب رہا اس کے بعد اس میں کمی آگئی اور اس سہروردی خانوادے کے متوسل حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی شہرت دور دراز تک خوب پھیلی اور مخدوم اس وقت سندھ و پنجاب کے علاقے میں خاص امتیاز و اختصاص کے مالک تھے۔

حضرت مخدوم کا دور بادشاہت و ملوکیت کا دور تھا، بادشاہ کے اختیارات نہایت وسیع ہوتے تھے، لیکن تاریخ کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ بہت کم بادشاہوں نے ان اختیارات کا ناجائز فائدہ اٹھایا، عموماً خوف خداوندی اس دور کے حکمرانوں کو جادۂ اعتدال سے بھٹکنے نہیں دیتا تھا۔ پھر بھی بادشاہت کے چند لوازمات کی وجہ سے بعض مشائخ شاہی درباروں سے الگ رہے اور انہوں نے کبھی کبھی ان عادل بادشاہوں پر بھی آزادی سے تنقید کی جو بہ تقاضائے بشریت کسی وقت کوئی کام رعایا کے مفاد کے خلاف یا شریعت اسلامیہ سے ہٹ کر کر گذرتے تھے، مشائخ چشت عموماً درباروں سے الگ تھلگ رہ کر مجاہدہ و مکاشفہ اور اصلاح نفس و تبلیغ کے کاموں میں لگے رہے۔ سہروردی سلسلہ کے شیوخ کا مسلک ان سے جداگانہ تھا، وہ درباروں سے قریب رہ کر بادشاہوں کو نصیحت کرنے صحیح رائے اور مشورہ دینے رعایا کے ساتھ عدل و انصاف اور شریعت کے مطابق ان سے عمل کرانے کو ضروری خیال

---

[۱] آئینہ حقیقت نما از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی (کراچی ۱۹۵۸ء) ص ۴۲۸

[۲] الدر المنظوم ص ۳۰۹

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کرتے تھے، چنانچہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ، حضرت صدر الدین عارفؒ اور حضرت شاہ رکن الدینؒ اسی مسلک پر قائم تھے، حضرت مخدوم نے بھی اپنے خانوادہ کے ان بزرگوں کی پیروی کی، ان کا تعلق نیز زرشا تغلق کے دربار سے نہایت مستحکم تھا، یہ نیک عادل بادشاہ ان کے صلاح و مشورہ کو قبول کرتا اور اس پر عمل پیرا ہوتا، حضرت مخدوم بھی اس کے ساتھ پوری طرح تعاون کرتے ان کے نزدیک ہر سلطان عادل کی ہستی برگزیدہ تھی اور وہ اس کی اطاعت کو اطاعتِ خداوندی کے مترادف قرار دیتے تھے، ان کے مرید خاص اور مرتب سراج الہدایہ، احمد معین سیاہ پوش ایک حدیث کے متعلق حضرت مخدوم کی گفتگو نقل کرتے ہیں جس سے مخدوم کے نقطۂ نظر کا اندازہ ہوگا۔

سوال کردم از خدمت سید السادات۔ چوں پادشاہ ظالم و ستمگار است در حق او ایں حدیث پیغامبر است یا نے جواب فرمودند۔

میں نے سید السادات کی خدمت میں سوال پیش کیا۔ جب بادشاہ ظالم و ستمگار ہو تو اس کے حق میں یہ حدیث پیغمبر کی ہے یا نہیں جواب میں فرمایا۔

پادشاہان روئے زمین برگزیدگان خداوند عزوجل اند[1] بہیچ سبیل اہانت و ترک فرمان ایشان در مشرعات درست و جائز نیست، لہٰذا چندیں عبادات و طاعات راحق سبحانہٗ تعالیٰ مفوض در امر ایشان گردانیدہ است، چوں نماز جمعہ و عید و ستدن بیت المال باذن و بعلم ایشان حلال است پس مخالفت در امر ایشان سراً و علانیہ جائز نیست۔ اے غافل! ترا کہ از بیت المال دیہہ

روئے زمین کے بادشاہ خدائے بزرگ و برتر کی برگزیدہ مخلوق ہیں۔ ان کے حکم کی خلاف ورزی یا اہانت شرع میں کسی طرح درست و جائز نہیں ہے۔ چنانچہ بعض عبادات و طاعات اللہ تعالیٰ نے ان کے ذمے تفویض کی ہیں جیسے نماز جمعہ و عید اور بیت المال کا مال لینا ان کے علم اور حکم سے حلال ہے پس کسی معاملہ میں ظاہر یا پوشیدہ ان کی مخالفت جائز نہیں ہے اے غافل! تجھے بیت المال سے گاؤں، دیہات انعامات اور علاقے دیتے ہیں تاکہ تنگی کے وقت تیرے

[1] اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم زمانہ کے عام رجحان کے مطابق نظریہ کی حد تک عدل کی شرط کے بغیر "السلطان ظل اللہ" کے قائل تھے۔

ہا و انعامات و ولایت ہا دادہ اند در وقت تنگی کار آید چوں درکار بادشاہ دور مہم کہ اورا پیش آید تو مدد و معاونت او نکنی دبا او مخالف بخصمے پیش بیائی. ایں ہمہ وجوہات خوردن دستدن حرام است قال النبی من اطاع السلطان فقد اطاعنی من اطاعنی فقد اطاع اللہ من اطاع اللہ فھو مغفور را [1]

کام آئیں جب بادشاہ کو کوئی کام یا مہم پیش آئے اور تو اس کی مدد نہ کرے یا اس کے مخالف سے دشمنی سے پیش آئے تو ان تمام عطیات کا کھانا اور لینا حرام ہے۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ جس نے سلطان کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے اللہ کی اطاعت کی وہ بخشا گیا۔

خزانہ جلالی کا پندرھواں باب "فی ذکر تعظیم الولات وآدابھم" میں قلم بند ہوا ہے. اس کے آغاز میں حضرت مخدوم فرماتے ہیں [2]

مشائخ مکہ و مدینہ و خراسان قدس اللہ ارواحھم ایں کمینہ را وصیت کردہ اند کہ ہمہ حال ولات را مخلص ونیک خواہ باشی وبرائے کارہائے مردمان برایشان قدم زنی، فتوح ایشاں قبول کنی کہ توقع نکنی کہ بر تو آیند۔

مکہ، مدینہ اور خراسان کے مشائخ نے اس خاکسار کو وصیت کی ہے کہ ہر حال میں حکمراں کا مخلص اور نیک خواہ رہنا چاہیئے اور ان کے پاس لوگوں کے کام کے لئے جانا چاہیئے اور ان کے تحائف قبول کرنے چاہئیں اور یہ توقع نہیں کرنی چاہیئے کہ وہ تمہارے پاس آئیں۔

ایک مرتبہ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ بادشاہ کے لئے بد دعا نہ کرنی چاہیئے بلکہ اصلاح کی دعا کرنی چاہیئے کہ اے اللہ! تو امام وامت کو اور حاکم ومحکوم کو صالح و درست کر دے [3]

ایک موقع پر اولو الامر کے سلسلہ میں تقریر کرتے ہوئے حضرت مخدوم نے شیراز میں فرمایا کہ اگر ایک شخص خدا کی اطاعت کرے اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرے اور اولو الامر کی اطاعت

---

[1] سراج الہدایہ (ملفوظات مخدوم جہانیاں) ۴، ۱۹۔ ۲۰ [2] خزانہ جلالی ص ۲۲۵ ب

[3] الدر المنظوم ص ۸۰۵

نہ کرے تو اس کی وہ اطاعت قبول نہ ہوگی. شیراز کے بادشاہ کو جب اس تقریر کا علم ہوا تو وہ خود ان سے ملنے آیا اور کہا کہ اولوالامر کے متعلق جو تقریر آپ نے کی ہے میں نے ایسی تقریر اس سے قبل کسی دوسرے عالم سے نہیں سنی. مخدوم نے فرمایا کہ یہ توجیہات مکہ مبارکہ کے علماء و فقہاء نے بیان کی ہیں. بادشاہ نے دو طشت چاندی اور سونے کے سکوں سے بھرے ہوئے نذر کیے۔[1]

اس کے ساتھ حضرت مخدوم نے والیان ملک اور حکام کو توجہ دلائی کہ وہ غریبوں اور مسکینوں کی خبر گیری اور ان کی ضروریات کا لحاظ رکھیں اور مخلوق کے ساتھ حکام کو نیک سلوک کرنا چاہیئے اور رشوت نہیں لینی چاہیئے. خزانہ جلالی میں ہے[2]

بر ولات واجب است کہ تفتیش احوال مسکیناں و فقراء کنند کہ اگر گرسنہ و برہنہ و تشنہ باشند، احتیاج ایشاں را از بیت المال بدہند و اگر ندہند فردا قیامت ایشاں را برائے ایں معنی عقوبت کنند۔	حکام پر واجب ہے کہ فقراء و مساکین کے حالات کی تفتیش کریں اور اگر وہ بھوکے ننگے اور پیاسے ہوں تو جن چیزوں کی ان کو ضرورت ہو بیت المال سے دیں اگر نہ دیں گے تو کل قیامت کے دن ان کو اس سلسلہ میں عذاب ہوگا۔

ایک مرتبہ والی اوچ حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کو نصیحت کی کہ مخلوق کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا چاہیئے. خزانہ جلالی میں ہے[3]

"بعد از جمعہ والی بخدمت مخدوم بزیارت آمدہ، اور او صیت کرد کہ اے برادر! باخلق خدائے تعالیٰ زندگانی نیکو باید کرد تا از دلہائے بندگان خدا عزوجل نیفتی"	جمعہ (کی نماز) کے بعد حاکم مخدوم کی خدمت میں زیارت کے لئے آیا اس کو وصیت کی کہ اے بھائی! تجھے مخلوق خدا کے ساتھ نیک برتاؤ کرنا چاہیئے تاکہ تو خدا کی مخلوق کے دلوں سے نہ گرنے پائے۔

---

[1] الدر المنظوم ص ۶۶۳ تا ۶۶۴ [2] خزانہ جلالی (قلمی) ص ۲۲۵ ب

[3] ایضاً ص ۲۳۲ ب

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ایک موقع پر حضرت مخدوم نے فرمایا[۱]

"رشوت و خدمتہا برائے مقطعاں و ملوک دیگر می دہد روا نیست حرام است"	جاگیرداریں، بادشاہوں کو جو رشوت و نذر دیتے ہیں یہ روا نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔

سلطان فیروز شاہ تغلق سے تعلقات

حضرت مخدوم کے تعلقات فیروز شاہ تغلق سے بہت اچھے تھے وہ بادشاہ سے ملاقات کیلئے اکثر دہلی تشریف لے جاتے تھے[۲] سراج عفیف لکھتا ہے[۳]

"بادشاہ اور جناب کے درمیان بے حد محبت تھی اور ہر دو بزرگوار اس محبت میں اضافہ کرنے کی سعی فرماتے تھے"

حضرت مخدوم اور فیروز شاہ کے یہ تعلقات ایسی ساعت سعید میں قائم ہوئے کہ آخر تک استوار رہے، خیال یہ ہے کہ ان تعلقات کا آغاز فیروز شاہ کی تخت نشینی ہی سے ہو گیا تھا جو سندھ میں ہوئی تھی اور جانبین کے ان تعلقات میں درمیانی کڑی حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کی شخصیت معلوم ہوتی ہے۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت، شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے سلسلہ چشتیہ میں خلیفہ تھے[۴] جب سلطان محمد تغلق کی طلبی پر حضرت چراغ دہلیؒ ٹھٹھہ تشریف لے گئے تو راستہ میں اوچ میں حضرت مخدوم کے والد احمد کبیرؒ کے پاس ٹھیرے تھے۔ اور مخدوم کے والد نے حضرت چراغ دہلیؒ کی مدد بھی کی تھی[۵] اتفاق کی بات سلطان محمد تغلق کا سفر سفرِ آخرت ثابت ہوا اور تخت سلطنت فیروز شاہ کو ملا، شیخ نصیر الدینؒ نے فیروز شاہ تغلق سے عدل و انصاف کرنے کا وعدہ لیا[۶] اور اس کے بعد حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ نیز دوسرے ارکان دولت نے اس کو تخت پر بٹھایا[۷] فیروز شاہ ٹھٹھہ سے واپسی پر اوچ پہنچا اور حضرت شیخ جمال کی خانقاہ کی معافیات ان کے فرزندوں کے حق میں بحال کیں۔

---

[۱] الدر المنظوم ص ۸۵۳۔ [۲] تاریخ فیروز شاہی (عفیف) اردو ترجمہ از فدا علی (دار الترجمہ حیدرآباد دکن ۱۹۳۸ء) ص ۳۳۳ [۳] ایضاً ۳۳۴ [۴] الدر المنظوم ص ۴۷۱۔ ۴۷۲ و مراۃ العالم از بختاور خان (قلمی) (مخزونہ نیشنل میوزیم پاکستان، کراچی) ص ۳۵۹ ب [۵] الدر المنظوم ص ۳۸۰ [۶] تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ص ۲۵ [۷] تاریخ فیروز شاہی (برنی) ص ۵۳۵ تا ۵۳۶۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

برنی لکھتا ہے[1]

در اچہ آمد و در باب سکنہ اچہ بالنواع۔ مراحم فرمود و نان وادرار و زمین و وظیفہ ایشاں کہ سالہا باز کشیدہ بودند برایشاں۔ مسلم و مقرب داشتہ و ملتمسات اچیاں را باجازت مقرون گردانیدند۔

(فیروز شاہ تغلق) اچہ میں آیا اور اچہ کے رہنے والوں پر طرح طرح کی مہربانیاں فرمائیں ان کی۔ معاش، معافی، زمین اور وظیفے جو ایک مدت سے بند ہو گئے تھے منظور کئے اور اہل اچہ کی درخواستوں کو قبول فرمایا۔

ایک مرتبہ فیروز شاہ نے حضرت مخدوم کی خانقاہ کے لئے وظیفہ مقرر کیا اور انعامات دیئے تو آپ نے بادشاہ کے اس اقدام کو ان الفاظ میں سراہا۔

وظیفہ خانقاہ وانعامات کہ شاہ فیروز مارا دادہ اند........ بجہتہ نفع رسانیدن خلق خدا، قبول کردہ شدہ است[2]

خانقاہ کا وظیفہ اور انعامات جو بادشاہ نے ہم کو دیئے ہیں...... وہ خلق خدا کو نفع پہنچانے کی غرض سے قبول کر لئے ہیں۔

"سکنہ اچہ" میں حضرت مخدوم کی حیثیت ہر اعتبار سے نمایاں و افضل تھی اور اس علاقہ میں ان کا خاص اثر و رسوخ تھا۔ اس لئے خیال ہے کہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے خلیفہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت اور سلطان فیروز شاہ کے تعلقات کا آغاز اس موقع پر ہوا ہوگا۔ حضرت مخدوم کے چھوٹے بھائی صدر الدین راجو قتال سلطان فیروز شاہ کے لشکر میں گئے بادشاہ نے ان کو مراحم خسروانہ سے نوازا اور ایک گاؤں ان کے نام کر دیا اور دو ہزار تنکے نقد پیش کئے[3] حضرت مخدوم کے پاس جو فتوحات پہنچتی تھی آپ اس کو رد نہیں کرتے تھے[4] اس سلسلہ میں حضرت مخدوم نے اپنے استاد اور سہروردی سلسلہ کے نامور شیخ حضرت جمال خنداں رو کا واقعہ کئی مرتبہ بیان فرمایا کہ انہوں نے اپنے مشائخ ملتان کے اتباع میں بادشاہ سے گاؤں قبول کر لئے تھے[5] اس سلسلے میں حضرت مخدوم کا نظریہ تھا کہ شاہی معافی قبول کرنی چاہئیں اور انہوں نے قبول کیں۔

---

[1] ایضاً ص ۵۲۹ [2] سراج الہدایہ (قلمی) ص ۱۱۱ - [3] الدر المنظوم ص ۳۵۰ [4] ایضاً ص ۲۳۸
[5] ایضاً ص ۴۵۸، ۴۵۹، ۶۲۰

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

عین الملک ماہرو، گورنر ملتان اور حضرت مخدوم - عین الملک ماہرو[1] گورنر ملتان نہایت لائق منتظم اور تجربہ کار مدبر اور سیاست داں تھا۔ وہ علاءالدین خلجی کے دور میں دھار اور اجین کا گورنر رہا۔ قطب الدین مبارک شاہ کے عہد میں اس کی عظمت اور اقتدار میں مزید اضافہ ہوا۔ جب تغلق خاندان برسر اقتدار آیا تو اس وقت بھی عین الملک کے مراتب میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وہ محمد تغلق کے عہد میں اودھ اور ظفر آباد کا گورنر رہا۔ فیروز شاہ کے عہد میں اول مشرف الممالک اور بعدازاں گورنر ملتان مقرر ہوا۔

عین الملک ماہرو کو فوجی اور مالی معاملات کا خاص تجربہ تھا۔ علم و فضل میں اسے مہارت تامہ حاصل تھی[1] اس کے منشآت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قرآن، حدیث، فقہ، فلسفہ اور تاریخ پر گہری نظر رکھتا تھا۔ اس کے منشآت سے اس دور کے سیاسی اور سماجی حالات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ وہ علماء، مشائخ، اکابر اور اعیان کو معاشرے میں ایک خاص مقام دیتا ہے۔ اور اکابر و اعیان اوچ سے اپنے تعلق خاطر کا اکثر اظہار کرتا ہے۔ اوچ کے حاکم[2]، قاضی داؤد بیگ[3] اور مقطع[4] کے معاملات سے براہ راست تعلق رکھتا تھا۔ ایک مرقع پر معزالدین[5] حاکم اوچ کو ایک مظلوم کے سلسلے میں توجہ دلائی اور تنبیہہ کی اس کا اوچ جانا بھی ثابت ہے۔ وہ لکھتا ہے[6]

"چہ اچھ شہرے قدیم و چندیں مساجد و مدارس و معابد بزرگان دین واقطاب زمین آنجا است کہ خاطر ایں کہتر بداں طرف سخت متعلق است و ہم بریں نیست بہ چہارم ماہ ربیع الاول بمشیۃ اللہ تعالیٰ و عنایۃ بر سمت اچھ عزیمت مصمم است"

ایک اور جگہ لکھتا ہے[8]

"سکنہ اچھ بہ برکات انفاس متبرکہ مشائخ در ظلال عدل و احسان مرفہ الحال

---

[1] عین الملک ماہرو کے لئے دیکھئے انشائے ماہرو (مرتبہ شیخ عبدالرشید) (ادارہ تحقیقات پاکستان، لاہور ۱۹۶۵ء) مقدمہ (انگریزی) ص ۱۴، برنی ص ۴۸۵، عفیف ص ۴۰۶ - ۴۱۸ [2] منشآت ماہرو ص ۵۸ - [3] ایضاً ص ۴۵ [4] ایضاً ص ۴۷ [5] ایضاً ص ۴۲ [6] ایضاً ص ۹۵ [7] ایضاً ص ۵۹
[8] منشآت ماہرو ص ۴۳

و فارغ البال روزگار گزرانند"

اس زمانے میں اوچ کے مشائخ میں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت ممتاز شخصیت تھے عین الملک ماہرو انتظامی امور میں حضرت مخدوم سے مدد لیتا تھا۔ عین الملک ماہرو کا ایک طویل خط منشآت میں شامل ہے۔

اس خط سے عین الملک ماہرو کی اس عقیدت وارادت کا اندازہ ہوتا ہے کہ جو وہ حضرت مخدوم کی خدمت میں رکھتا تھا۔ وہ اس خط میں مشائخ، صلحا، صوفیہ، اہل صفا اور اتقیا، سے اپنی دلی وابستگی کا اظہار کرتا ہے۔ ظلم وجور کی مذمت کرتا ہے اور حضرت مخدوم کی توجہ اوچ کے ان لوگوں کی طرف مبذول کراتا ہے کہ جنہوں نے حضرت مخدوم کے والد شیخ کبیر کے مقبرے میں عہد کرنے کے باوجود خراج وحاصل ادا نہیں کئے اور وہ حضرت مخدوم سے درخواست کرتا ہے کہ وہ ان کو نصیحت فرمائیں تاکہ وہ "فرمانبرداری اور خراج گزاری" کو عمل میں لائیں

اس طویل خط سے جانبین کے تعلقات کا اندازہ ہوتا ہے ہم نے اس اہم تاریخی خط کا مکمل متن بطور ضمیمہ کتاب کے آخر میں شامل کر دیا ہے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سندھ کے معاملات سلاطینِ دہلی کے عہد میں سندھ میں سومرہ اور سمہ خاندان با اختیار رہے ان دونوں خاندانوں کی تاریخ پردۂ تاریکی میں ہے[1]۔ ۱۳۳۳ء میں جب ابن بطوطہ سندھ میں پہنچتا ہے تو وہ سومرہ خاندان کو برسرِ اقتدار پاتا ہے اور وہاں کے حاکم وونر (Wunnar) کا ذکر کرتا ہے[2]۔

محمد تغلق کے آخری زمانے میں طغی باغی ہو کر گجرات اور بعد ازاں سندھ پہنچا۔ ٹھٹھ کے جام (حکمران) نے اس کو پناہ دی[3]۔ بادشاہ نے گجرات کے بعد ٹھٹھ کا رخ کیا۔ اس مہم میں ضیاء الدین برنی جام کے ساتھ سومروں کا بھی ذکر کرتا ہے[4]۔ گویا سومروں کا اقتدار ابھی کسی حد تک باقی ہے اور سمہ خاندان کے اقتدار کا آغاز ہو گیا ہے۔ اسی مہم کے دوران محمد تغلق ۲۱ محرم ۷۵۲ھ کو فوت ہو گیا۔

فیروز شاہ تغلق کی تخت نشینی سندھ میں ہوتی ہے وہ بمشکل تمام مغلوں اور سندھیوں کو مغلوب کر کے اپنی فوج کو واپس لے جاتا ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ فیروز شاہ کے ابتدائی عہدِ حکومت میں ٹھٹھ کے سمہ (خاندان) نے رفتہ رفتہ قوت و اقتدار حاصل کر لیا[5] اور مغلوں سے ساز باز شروع کر دی خیال ہے کہ سمہ خاندان کا پہلا سردار اُنڑ اور بانبھنیہ[6] اس کا بیٹا تھا جو بہت

---

[1] ڈاکٹر ریاض الاسلام (کراچی یونیورسٹی) کا ایک تحقیقی مقالہ "دی رائز آف دی سمازانِ سندھ" اسلامک کلچر حیدر آباد دکن اکتوبر ۱۹۴۸ء میں شائع ہوا ہے سومروں اور سموں کے سلسلہ میں ڈاکٹر نبی بخش بلوچ (سندھ یونیورسٹی) کا مضمون "کرانولوجی آف دی سمہ رولرس آف سندھ" اور شمس العلماء ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ مرحوم کا مقالہ "اے ڈارک پیریڈ ان دی ہسٹری آف سندھ" بھی قابل ذکر ہیں یہ دونوں مقالے پاکستان ہسٹاریکل ریکارڈس اینڈ آرکائوز کمیشن کے دوسرے اجلاس منعقدہ پشاور (فروری ۱۹۵۴ء) کی رو داد (مطبوعہ کراچی ۱۹۵۶ء) میں شائع ہوئے ہیں۔ یہ تینوں مقالے ہمارے پیش نظر رہے ہیں [2] سفرنامہ ابن بطوطہ (اردو ترجمہ محمد حسین) کراچی ۱۹۶۱ء ۲/ ۱۲۰۷۔

[3] تاریخ فیروز شاہی (برنی) ص ۵۲۴ [4] ایضاً ۵۲۵ [5] علی شیر قانع تتوی نے سومرہ خاندان کا خاتمہ ۷۵۲ھ میں لکھا ہے اور آخری حکمراں کا نام ارمیل دیا ہے (تحفۃ الکرام ص ۶۸ مرتبہ پیر حسام الدین راشدی) طبع کراچی ۱۹۷۱ء اکثر تاریخوں میں آخری حکمران نام ہمیر دودا دیا ہے۔ سید سلیمان ندوی کا خیال ہے ہمیر کی تحریف ارمیل ہے (عرب و ہند کے تعلقات: الہ آباد ۱۹۳۰ء) ص ۳۲۴ مگر بنشانات ظہرد کی روشنی میں یہ بات ثابت ہے کہ سومرہ خاندان کا آخری حکمراں "ہمیر دودا" ۷۵۲ھ کے بعد موجود تھا اور بعد میں اس کا خاتمہ ہوا ہے جیسا کہ آگے ذکر آئے گا [6] اس لفظ کے املا میں خاصا اختلاف ہے ڈاکٹر داؤد پوتہ نے اس کا صحیح املا بانبھ یا بنبھہ قرار دیا ہے۔ (تاریخ معصومی ۲۹۵) ڈاکٹر ریاض الاسلام نے صحیح املا "بانبھینہ" (BANHBINA) بتایا ہے (اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۴۸ء) ڈاکٹر نبی بخش بلوچ اس لفظ "بانبھنیہ" لکھتے ہیں۔ تاریخ معصومی (اردو ترجمہ) ص ۸۵ پیر حسام الدین راشدی نے اسکو "بابینھ" (سندھی جا ہیینھو) لکھا ہے (تحفۃ الکرام شجرہ مابین ص ۱۱۰-۱۱۱)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

فعال اور خودسر تھا۔ بانبھنیہ کا نام صدر الدین اور اس کے بھتیجے جام جونا کا نام علاء الدین تھا۔ یہ دونوں چچا بھتیجے سندھ کی سیاست میں اہم شخصیتیں تھے۔ صدر الدین مغلوں کو چڑھا کر لایا تھا اور انھوں نے پنجاب و گجرات پر تاخت کی۔ برنی لکھتا ہے۔

یک کرت آب سودرہ را عبور کردند و در آں حدود آمدند بعضے لشکر اسلام باآں نخاذیل مقابل شد و از فتح و نصرت آسمانی کہ قرین اسلام دولت سلطانی فیروز شاہی است بعضے ازاں نخاذیل کشتہ شدند و بسے اسیر و دستگیر گشتند۔ چنانچہ اسیراں را دوشاخہا در گردن انداختہ و بر شتراں سوار کردہ در دار الملک تشہیر کردند و بعضے ازاں ملاعین در ہنگام منہزم شدن و گریختن کہ دست از پا و لگام از پاردم نمی شناختند در آب سودرہ بوقت عبرہ کردن غرق شدند۔

کرت دیگر کہ مغل قصد گجرات کردہ بود و کوراکور دراں ولایت در آمد بعضے از ایشاں از بی آبی مردند و بعضے از لشکر اسلام کشتہ شدند و بعضے از شبخون مقدمان گجرات تلف گشتند و دہم حصہ از آں ملاعین چنگیز خانی گرد سرحد ہا نگشتند[1]

عین الملک ماہرو گورنر ملتان اس سلسلے میں جام جونا اور بانبھنیہ کے کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتا ہے[2]

"بانبھنیہ علم فساد و بغی بہ عیوق رسانیدہ است۔ و از قبلہ اطاعت روئے گردانیدہ و تخریب بلاد و در آوردن مغل عادت ساختہ و دین و نفس خود را بدیں ہوا در باختہ چنانچہ یک کرت با ہجوم مغل در ولایت وسیعۂ پنجاب در آمدہ بود۔ چوں از عون حق دستبردی از لشکر ملتان بر رسیدہ' پائی کشاں بگریخت و آبروی مردانگی و جلاوت در ساحت فرار بر یخت

---

[1] برنی ص ۶۰۱

[2] انشائی ماہرو ص ۱۰۱

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

گجرات کے سلسلے میں ماہرو لکھتا ہے[۱]

در ولایت گجرات بعد ازاں دپیش ازاں چند کرت تعرض رسانیدہ۔

آگے چل کر پھر لکھتا ہے۔[۲]

"ایں "بانبھنیہ" مفسد ہر بار مقدماں گجرات را تغلب می کند و اسیر می گرداند وگرودگاں بقہر دعتوت می ستاند"

بانبھنیہ کی سرکردگی میں جامانِ سمہ" برسرِ اقتدار آ رہے تھے اور سومرہ خاندان کا آخری حکمراں "ہمیر دودا" کا اقتدار ختم ہو رہا تھا۔ اس موقع پر ہمیر دودا سلطان دہلی کی سرپرستی قبول کرتا ہے۔ گورنر ملتان بھی اس کو غنیمت سمجھتا ہے کہ اگر اس گرتے ہوئے درخت کو سنبھال لیا تو سموں کی نئی ابھرتی طاقت سے نمٹنا آسان ہو جائے گا چنانچہ عین الملک ماہرو لکھتا ہے۔[۳]

"نہال وجود "ہمیر دودا" کہ از تندِ باد حوادث ذیول یافتہ بود بزلال شفقت خداوندی ملک ملوک الشرق آغاز نشو و نما گرفتہ، متوقع آنکہ بفیضان رافت آن مجلس مثمر و برومند گردد"

شاہی سرپرستی کا ذکر کرتے ہوئے عین الملک لکھتا ہے[۴]

برائے قلع قمع آں مدبر فضول (بانبھنیہ) کہ در فساد اصل الاصول است حسن اہتمام حضرت اعلیٰ در ترفیہ حال و استقامت کار بہ "ہمیر دودا" مبذول شدہ است وبشرف مراتب و تعیین مواجب اختصاص یافتہ"

گجرات میں وزیر ملک الشرق کا بھائی رکن الدین گورنر تھا۔ عین الملک تجویز کرتا ہے کہ اگر سندھ میں "ہمیر دودا" کو مدد دی جائے اور اس کی سرپرستی کی جائے اور گجرات میں رکن الدین کو کمک بھیجی جائے تو "بانبھنیہ" کا تدارک ہو سکتا ہے۔ ورنہ یہ دونوں علاقے خطرے میں ہیں وہ لکھتا ہے[۵]

"بندہ درگاہ منتظر است تا آں کار از دست او بہ حسن تربیت ملک ملوک

---

[۱] منشآتِ ماہرو ص ۱۰۱ [۲] ایضاً ص ۱۰۲ [۳] ایضاً ص [۴] منشآتِ ماہرو ص ۱۰۲

[۵] منشآتِ ماہرو ص ۱۰۲

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

الشرق برآید و جمال کار آں مجلس برآید و در ضمن آں استقامت" ہمیر دودا" کہ مطلوب درگاہ - است دست دہد، وساحت ہردو عرصہ یکے ملتان و دوم گجرات از خبث فساد" بانبھنیہ" پاک گردد والاکرام عار ایشاں ازیں بالاتر است کہ مشتی رساتیق مردود ملتان ہر بار در دیار اسلام کفارہ را درآوند و رعایا ذمیاں دارالاسلام لوابہ نہب و تاراج اسیر کنند و ببرند"

عین الملک اہل گجرات کی ہمت بندھانے کی طرف توجہ دلاتا ہے اور ان کی مدد بھی ضروری سمجھتا ہے۔ وہ لکھتا ہے [1]

"انفت گجراتیاں کہ" اخترت النارہ العار" اختیار کنند، اظہر من الشمس است، اما معونت و مظاہرت می طلبند- اگر خدمت ملک الشرق ایشاں را، تحریص فرمانید کہ شما اہل گجراتید و جانبازی ما ماہر می دانید" بداں مباہات و سرفرازی می کنید، چرا ہمچنیں زبوں شدہ اید و بر دست مشتی سیماپیاں در در ماندہ اید۔ اگر ہمہ جمع شوید و کمر انتقام بر میان جان استوار بندید لشکر اسلام بمعاونت شما بفرستیم۔ امیر باشد کہ د مار از نہاد آں فسدہ برآرید و کافہ عار تغلب ایشاں از جبہہ خویش بآب شجاعت شستہ گردانید تا در جہاں ایں نام نیک یادگار ماند"

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جام اور بانبھنیہ کی طاقت برابر بڑھتی رہی اور"ہمیر دودا" کا درخت اقتدار شاہی آبیاری کے باوجود ختم ہو گیا کیونکہ اس کے بعد ہمیر دودا کا ذکر نہیں ملتا۔ یہ سومرہ خاندان کا آخری حاکم تھا۔

جام اور بانبھنیہ ٹھٹہ کے بعد سندھ کے دوسرے شہروں اور علاقوں پر بھی قابض ہوتے گئے اور بادشاہی عمال کے مشکلات پیدا کرنے لگے۔ سیوہن کے حکام بالخصوص ان کا نشانہ تھے اور ان سے چھیڑ چھاڑ کرتے تھے۔ ان عمال کی مدد گورنر ملتان کرتا تھا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ایک موقع پر عمال سیہون اور ملتان کی امدادی کمک نے سمان ٹھٹہ کو خاصی زک پہنچائی۔ ماہرو لکھتا ہے [1]

---

[1] منشآتِ ماہرو ص ۲۳۲

"چوں لشکر ما در تعاقب آں مخاذیل است بانبھنیہ چہ نوع ماکساں از سیوستان یک شب میان تھتہ رفت"

اس سے پہلے ممکن ہے آپس میں کچھ امن وامان کی بات چیت بھی ہوگئی ہو۔ اس پر جام اور بانبھنیہ کی طرف سے عین الملک کو کوئی عرضداشت گئی جس میں انہوں نے ملتان کے گورنر اس کی فوج اور عمال سیوہن پر بعض الزامات عائد کئے تھے اور اپنی صفائی پیش کی تھی۔ عین الملک نے ان الزامات کا تفصیلی اور ترکی بہ ترکی جواب دیا ہے اور ان کی بغاوت، سرکشی، مغلوں سے ساز باز، مسلمانوں کی بربادی کی تفصیل بیان کی ہے۔ اس خط کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔[1]

مغلوں سے ساز باز۔

"چہ در ولایت مسلماناں کہ در تحت تصرف بندگاں درگاہ است، ہشتی مغلاں در آمدہ و نفوس و اموال تلف و ہدر انداختہ و بر تادیلات فاسدہ و حجج واحضہ پیش می آئید"

"چہ مغل کہ در دیار بادشاہ اہل اسلام در آمدہ اید برائے انقیاد فرماں است و آں کہ خلق و زن و بچہ شحفگاں و مواشی و ذخائر و دفاین کہ ایشاں پیش کردند بر دید و مخالفتے کہ برائے تاخت و غارت میاں مغلاں و بانمبنیہ شدہ بود، پوشیدہ نماندہ است"[2]

یہ خط نہایت اہمیت کا حامل ہے آخر میں ان کو اطاعت کی تلقین کی ہے اور لکھا ہے۔[3]

بہمہ وجہ خلاصہ ایں مقدمات آنست کہ اطاعت را شعار و متابعت را دثار خود سازند تا بہ لباس امن و امان زیب و زینت یابند۔

لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جام اور بانبھنیہ اپنی روش سے باز نہیں آئے اور انہوں نے تخریبی کارروائیوں کو جاری رکھا۔ یہاں تک کہ ملتان کے گورنر عین الملک نے سخت فوجی کارروائی کی تا آنکہ سامان ٹھٹہ اطاعت پر مجبور ہو گئے اور انہوں نے شیخ صدر الدین اور حضرت مخدوم جہانیاں

---

[1] ایضاً ص ۲۳۰ [2] منشآت ماہرو ص ۲۳۰ [3] ایضاً ص ۲۳۵

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

جہاں گشت کو درمیان میں ڈال کر اطاعت و فرمانبرداری کا اقرار کیا۔ اس سلسلے میں عین الملک ماہرو لکھتے ہیں [1]

"بانھبنیہ کہ خسار را شعار داد بار را دثار خود ساختہ است و در نقض عہد خود کہ در جمیع ادیان محرم است ... شیخ الاسلام قدوۃ الانام صدر الحق والشرع والدین کہ صدر صفہ شریعت۔ و رکن کعبہ نبوت است، و سید جلال الدین بخاری را کہ اخلاق او معجزہ باقی حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم است، درمیان آوردہ بودند و چناں عرضداشت محمول کردند کہ ولایت در تصرف داریم ہمہ وقت در وجہ حشم ہا و خدمت ہا دریں دیار تصرف می رسد، و بخزانہ موفور چیزے حاصل نمی شود۔ اکنوں ما بندگانِ رعایا فرماں برداریم و از راہ معنی لشکر اسلام ہستیم۔ ہر چہ دریں حدود ایں لشکر میکرد، بکنیم تا گجرات و سکھر کہ بمعنی فرمان رسد۔ اطاعت بنمائیم و پنجاہ سر اسپ کہ قیمت آں یک تنکہ باشد بہ بارگاہ برسانیم، ہم غرض لشکر و ہم غرض خزانہ حاصل باشد۔ چوں شیخ الاسلام و سید جلال الدین مخصوص اند، بر مبنائی حسنِ ظن کلمات ممو ایشاں راہ راست۔ پنداشتند و ایشاں را مسلمان انگاشتہ۔ خداوند عالم بکرم عمیم عرضداشت ایشاں را بہ عز اجابتِ مقرون گردانید و بہ امن و اماں اختصاص داد۔

اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مخدوم جہانیاں سیاسی معاملات میں کتنا درک رکھتے تھے ڈاکٹر ریاض الاسلام کا خیال ہے کہ یہ واقعات ۷۶۲ھ/۱۳۶۱ء تا ۷۶۷ھ/۱۳۶۵ء کے درمیان وقوع پذیر ہوئے۔

ان مراعات اور معاہدوں کے باوجود جام اور بانھبنیہ کی سرگرمیوں میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی بلکہ ان میں اضافہ ہوتا رہا جیسا کہ عین الملک کی مندرجہ ذیل تحریر سے ظاہر ہوتا ہے [2]

"ایشاں یعنی بعضی مفسدانِ تھتہ ہم در مبدع کار بہ سیہ کاری و نقض عہد بر بنیائی "اولہ اکدر" و زدی بیش نہادند و اسپاں کہ قبول کردہ بودند نہ فرستادند و در سلک

---

[1] ایضاً ص ۱۸۶ - ۱۸۷ [2] منشآت ماہرو ص ۱۸۷ - ۱۸۸

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

"الذین ینقضون عهد الله من بعد میثاقه ویقطعون ما امر الله به ان یوصل ویفسدون فی الارض اولئک هم الخاسرون"؛ منسلک شدند، بسبب ایں نقض عهد بر بندگانِ دولت واجب بود از مکافات بر ایشاں رسانند۔ وچناں تدارک کنند که انتباه و اعتبار حاصل آید و از تیغ آتش بار دمار از نهاد آں خاکساراں برآرند وچوں ایشاں خوں برخاک خواری به بینند باد نخوت که در دماغ ایشاں جاگرفته است بضرب وطعن بروں آید، اماں چوں جماعت مسلماناں از صغار وکبار وعبید واحرار که دریں سرہا ایں مخالفاں نه بردند وبحکم عجز میاں ایشاں مانده اند وحکم" والمستضعفین من الرجالِ والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من هذه القریة الظالم اهلها"، گرفته اند بنا بریں بمحاربه ومقاتله استیصال آں دیار حکم نه شد- نباید به مسلماناں که بعجز مانده اند، مضرت رسد۔ سبب حلم واغضار ومدار البقا براں طبقه اشرار ایں بوده است۔ ایں کوته نظراں رابرتزویر جرأت وجسارت زیادت شد۔ وبانبعنیه در دارالاسلام مابالشکر مغل به غارت وتاراج درآمد ونفوس واموال مسلماناں تلف وهدر گرو ومن حیث الشرع در سلک قطاع طریق منسلک ونشانه تیر "انما جزاء الذین یحاربون الله ورسوله ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیهم وارجلهم من خلاف او ینفوا من الارض"، گشت وعاقبت ایں نیز ودیگر بے عاقبتاں به قتل خواهند رسید۔ چه خلاف برکلام مجید وفرقان حمید "لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید" تصور ندارد۔ وسنت الٰهی بریں است که هر شرے که از کسے واقع وسانح می شود در واهمال باشد نه اهمال۔ کماقال عز من قائل "واملی لهم ان کیدی متین"، اکنون حمیت اسلام بریں باعث است که اطفائی ایں نائره فساد به تیغ آبدار گرده وبالشکرهائے اسلام در قلع آں مدابیر بے تدبیر، ناقص عهد، قطاع طریق

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

"متوکلاً علی اللہ و معتصماً بحبل عنایتہ" کمر جہاد بستہ شود "

مہم ٹھٹہ محمد تغلق کا انتقال ۷۵۲ھ/۱۳۵۱ء میں سندھ میں ہوا تھا جب وہ طغی کو سزا دینے کی غرض سے ٹھٹہ پہنچا تھا۔ طغی کو امیران ٹھٹہ نے پناہ دی تھی اور اس کے معاون ہوئے تھے۔ محمد تغلق کے انتقال کے بعد مغلوں کے ساتھ مل کر اہل ٹھٹہ نے شاہی لشکر کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا۔ ان حالات میں فوراً فیروز شاہ کو تخت نشین کیا گیا۔ اس نے لشکر کا انتظام کیا۔ مغلوں اور اہل ٹھٹہ کی سرزنش کی اور شاہی لشکر کو وہ بچا کر دہلی لے گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ بات فیروز شاہ تغلق کے ذہن سے نکلنے کی نہیں تھی صرف یہی نہیں ہوا بلکہ فیروز شاہ نے جب بنگال پر تاخت کی تو سندھ کے سمہ امیر جام اور بانبھنیہ نے چنگیزی مغلوں سے ساز باز کی اور وہ ان کو شاہی مقبوضات پنجاب اور گجرات پر چڑھا لائے اور یہ سلسلہ مسلسل جاری رہا۔ سیوستان کے عمال کے لئے پیہم مشکلات پیدا کیں۔ عہد و مواعید کر کے ان سے پھر گئے اور معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ملتان کے تجربہ کار اور سیاست داں گورنر عین الملک ماہرو کے انتقال کے بعد جام اور بانبھنیہ نے اپنی مستقل حیثیت متعین کر لی اور مرکزی حکومت کی برائے نام اطاعت بھی ختم کر دی، فیروز شاہ نے ان حالات کے تحت ٹھٹہ کا رخ کیا[۱] اور وہ دہلی سے روانہ ہو کر اجودھن اور بھکر ہوتا ہوا سیوستان گیا اور وہاں سے پانچ ہزار کشتیوں کا بیڑہ بنا کر ٹھٹہ پہنچ گیا، شاہی لشکر اور بادشاہ کی آمد کی خبر سن کر جام اور بانبھنیہ نے بھی خوب تیاری کی، طرفین سے معرکہ آرائیاں ہوئیں، شاہی لشکر میں رسد اور فوج کی کمی واقع ہوئی اور گھوڑوں کی بیماری پھیل گئی حقیقت یہ ہے کہ سرداران ٹھٹہ کے مقابلہ میں شاہی فوج کو ہزیمت ہوئی اور بادشاہ نے گجرات کا رخ کیا۔[۲] بادشاہ گجرات جاتے ہوئے راہبروں کے فریب سے رن کچھ میں گھر گیا یہ صحرائے لق و دق تھا اور اس میں راستہ اور پانی ناپید تھا[۳] نقصان عظیم کے بعد بادشاہ گجرات پہنچا۔

بادشاہ نے اس داغ ناکامی کو مٹانے کے لئے بہت تیاریاں کیں، گجرات سے سامان اور لشکر

۱؎ ٹھٹہ کی مہم کے سال کا تعین ڈاکٹر ریاض الاسلام نے ۱۳۶۵ء تا ۱۳۶۷ء کیا ہے (اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۴۸ء) ۲؎ ملاحظہ ہو تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ص ۱۴۵ تا ۱۴۹ ۳؎ ایضاً ص ۱۴۹ تا ۱۵۷ نیز دیکھئے "سندھ" از جے ایبٹ (بمبئی، کلکتہ، مدراس ۱۹۲۴ء) ص ۳۱ - ۴۰

فراہم کر کے دہلی سے تازہ دم کمک منگوائی اور دوسرے سال کافی تیاریوں کے ساتھ گجرات سے ٹھٹھہ کا رخ کیا، ساکنان ٹھٹہ کو اس امر کا خیال نہ ہوگا کہ فیروز شاہ اتنی جلد واپس آجائے گا، محمد تغلق کی موت اور فیروز شاہ تغلق کی ہزیمت کو اس قدر شہرت حاصل ہو چکی تھی کہ سندھی عوام میں مندرجہ ذیل مقولہ مشہور ہو چکا تھا[1]

"برکت شیخ تہیا اک موا اک تہا"

فیروز شاہ بڑی تیاریوں سے آیا تھا، اس نے ٹھٹہ کے نواح کی پکی ہوئی فصلوں پر قبضہ کر کے اہل ٹھٹہ کو بھوکوں مارنے کا منصوبہ باندھا، اس درمیان میں خان جہاں وزیر اعظم نے دہلی اور دوسرے صوبائی مرکزی مقامات سے مزید فوجی امداد فراہم کر کے ٹھٹہ بھیجی، بادشاہ نے چار ہزار اہل ٹھٹہ کو قید کر لیا، جب جام اور بانبھنیہ نے یہ صورت حال دیکھی تو وہ سخت پریشان ہوئے، انہوں نے مخدوم جہانیاں کی خدمت میں درخواست ارسال کی کہ آپ بادشاہ سے مصالحت کرا دیں۔ حضرت مخدوم اوچ سے شاہی لشکر میں تشریف لائے۔ سراج عفیف لکھتا ہے[2]

"حضرت جلال (بخاری) اوچھ سے فیروز شاہی لشکر میں تشریف فرما ہوئے۔ تمام اہل لشکر حضرت کے قدمبوس ہوئے، حضرت نے فرمایا کہ بابا اطمینان رکھو چند روز میں صلح ہو جائے گی۔ (جب وہ) نشانِ بارگاہ کے قریب پہنچے تو بادشاہ نے نہایت خلوص سے احترام کیا اور اعزاز و اکرام کے ساتھ اپنے لشکر میں لے آیا۔"

حضرت مخدوم نے جام جونا اور بانبھنیہ کو اطاعت کے لئے راضی کر لیا اور وہ دونوں سردار مجرم کی حیثیت سے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔

اس واقعہ کا حوالہ ملفوظات میں اس طرح ہے[3]

بار دوم سلطان فیروز شاہ بانبھنیہ و جام رفتند و حضرت مخدوم قطب عالم نیز بر	دوسری مرتبہ سلطان فیروز شاہ بانبھنیہ اور جام (کی تنبیہ) کے لئے گیا، اور

---

[1] تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ص ۲۳۱ [2] تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ص ۲۴۱ - ۲۴۲ (اردو ترجمہ) ص ۱۲۲ [3] مناقب مخدوم جہانیاں ص ۱۷۰ (مجلس ۵۹)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

آوردن جام و بانہبنیہ رسیدہ اند تا اصلاح دہند زیرا چہ کرت اول کہ سلطان مذکور مرحوم قصد ٹھٹہ کردہ بودند خیلے خرابی مسلمان شدہ بود۔"

حضرت مخدوم قطب عالم بھی جام و بانہبنیہ کے لانے کیلئے گئے تاکہ انہیں صحیح راستے پر لائیں کیونکہ جب پہلی مرتبہ سلطان مذکور مرحوم نے ٹھٹہ پر حملہ کیا تھا تو اس میں مسلمانوں کا (طرفین سے) بہت نقصان ہوا تھا۔

مگر سراج الہدایہ میں یہ روایت قدرے مختلف بیان ہوئی ہے اور اس میں خرق و کرامت کا پہلو بہت نمایاں ہے[1]۔ غرض حضرت مخدوم کے درمیان میں پڑ جانے سے شاہی بھرم بھی رہ گیا اور اہل ٹھٹہ بھی اپنی مراد کو پہنچے۔ بانہبنیہ و جام فیروز شاہ کے حضور میں مجرموں کی طرح یکے بعد دیگرے حاضر ہوئے، بادشاہ نے دونوں کو معاف کر دیا اور ٹھٹہ کی حکومت جام کے فرزند اور بانہبنیہ کے بھائی تماچی کے سپرد ہوئی اور بادشاہ ان دونوں سرداروں کو دہلی لے گیا اور اس طرح ٹھٹہ دہلی کی مرکزی حکومت کے تابع ہوگیا۔ فیروز شاہی عہد کے ایک شاعر مطہر ساکن کڑہ نے ٹھٹہ کی فتح پر ایک ترکیب بند لکھا ہے، اس کے تین بند ملاحظہ ہوں[2]

دیدی کہ شہ چہ معجزہ نمود در جہاد ؛ کانصاف رزم بستد و داد نبرد داد
در یک لگام ریز کہ شہ در وغا نہاد ؛ اقلیم سند و مملکت مولتان کشاد
ہیچ نمود روسیہ ندارد کسے بیاد ؛ زامروز تا زمان کیومرث وکیقباد
بشنو کنون حکایت ایں فتح باعتقاد
تا گویمت تمام بایجاز و انتخاب

چنداں سپاہ برد کہ دریائی و دشت و کوہ ؛ از سم اسپ و آہن دلولا د شد ستوہ
صفہا کشیدہ خیل امیراں گراں شکوہ ؛ ہریک صفے چو سد سکندر بصد گروہ
باہول و ہیبتے کہ کند شوکت و شکوہ ؛ در لرزہ بد زمین و دل مرد دین پژوہ
می خواستند صبح دماں بردم خرد
کز بیخ برکنند بیکبار آں خراب

---

[1] ملاحظہ ہو اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۴۸ء [2] ملاحظہ ہو "دیوان مطہر کڑہ" از ڈاکٹر وحید مرزا (اورینٹل کالج میگزین مئی ۱۹۳۵ء و اگست ۱۹۳۵ء)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کان قوم ہم تبہم سینہ روی تافتند ٭ ناکردہ رزم سینہ زہیبت شگافتند
چنداں کہ چاہ غور کنر اندیشہ کافتند ٭ جز عجز و مسکنت رہ دیگر نیافتند
لابد رسن زموی سرو ریش بافتند
بر دند ردی عجز بدرگاہ آنجناب۔

فیروز شاہ تغلق جام اور بانبھنیہ دونوں سرداروں اور دوسرے صاحب اثر و رسوخ مقدم اور زمینداروں کو اپنے ہمراہ دہلی لے گیا، دہلی میں ان لوگوں کے لئے سرائے میں رہنے کا انتظام کیا گیا بعد کو یہ علاقہ "سرائے ٹھٹہ" کے نام سے موسوم ہوگیا، دو لاکھ تنکے سالانہ ان دونوں سرداروں کے لئے علیحدہ علیحدہ مقرر ہوئے اور وقتاً فوقتاً تحائف و خلعت بھی ملتے دربار میں اعزاز و اکرام کے ساتھ صدر جہاں کے برابر نشست مقرر ہوئی اور بقول عفیف دہلی میں وہ اتنے خوش تھے کہ ٹھٹہ کو بھول گئے۔[۱]

فیروز شاہ تغلق نے اگرچہ ٹھٹہ فتح کر لیا مگر دوری کی وجہ سے امرائے ٹھٹہ دہلی کے اثر سے آزاد ہی رہے اور جلد ہی جام تماچی نے مرکزی حکومت کی اطاعت سے سرتابی اور بغاوت کی اس مرتبہ بادشاہ نے جام جونا کو دفع شر کی غرض سے ٹھٹہ بھیجا اور اس دفعہ بھی حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت کی خدمات حاصل کی گئیں، اتفاق سے مخدوم صاحب اس زمانہ میں دہلی ہی میں تھے خیال ہے کہ وہ جام جونا کے ساتھ ہی ٹھٹہ پہنچے ہوں گے، الغرض مخدوم صاحب بغیر کسی رزم و معرکہ کے تماچی کو دہلی لے آئے[۲] ملفوظات میں لکھا ہے کہ۔

مجلس معلّی در آنکہ حضرت مخدوم جہانیاں از ٹھٹہ بازگشتہ می آیند کہ برائے در آوردن رائے تماچی رفتہ بودند۔	اس مجلس کا بیان ہے کہ حضرت مخدوم جہانیاں ٹھٹہ سے واپس آئے جبکہ وہ رائے تماچی کو لینے کے لئے گئے تھے۔

ڈاکٹر ریاض الاسلام صاحب کا خیال ہے کہ یہ واقعہ ۷۷۳ھ/۱۳۷۱ء میں وقوع پذیر ہوا چنانچہ سراج الہدایہ میں ایک حوالہ موجود ہے[۴]

---

[۱] تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ص ۱۸۰ تا ۱۸۱ [۲] اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۴۸ء [۳] مناقب مخدوم جہانیاں ص ۱۸۷ (مجلس ۷۷) [۴] اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۴۸ء

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بازگشتن سید السادات از مہم ٹھٹہ درسمت حضرت دارالملک دہلی در ماہ مبارک رجب اثنان وسبعین وسبعمائۃ

سید السادات مہم ٹھٹہ سے حضرت دارالملک دہلی کی طرف ماہ مبارک رجب ۷۷۲ھ ۱۳۷۱ء میں واپسی ہوئی۔

رائے سماجی کی جگہ جام جونا (علاءالدین) کو ٹھٹہ کی حکومت ملی اور ایک یقینی شہادت موجود ہے کہ ۷۸۲ھ ۱۳۸۰ء تک وہ ٹھٹہ کا حاکم تھا کیونکہ ٹھٹہ سے دس میل کے فاصلہ پر موضع گجوا تعلقہ میرپور ساکرو) میں حاجی بوترابی کی[1] ایک خانقاہ ہے جو جام علاءالدین کے حکم سے صفر ۷۸۲ھ ۱۳۸۰ء میں تعمیر ہوئی اس خانقاہ کی مشرقی دیوار پر مندرجہ ذیل کتبہ نصب ہے۔[2]

بعہد شہریار دہر سلطان جہاں دادر (کذا)	شہ فیروز منصور و مظفر در صف میدان
بامر سرفراز سند خاص حضرت عالی	کہ پائے قدر اداعلی ز فرق فرقدتابان
ستودہ جام جم سیرت علاءالدین دریا دل	کہ از مہمانی لطفش جہاں شد جملہ آبادان
برآمد ایں چنیں گنبد معلا از صفا گوئی ،	بسان بیت معمور آمد است از بار ایں ایوان
مقام شیخ حاجی بوترابی آں ولی اللہ	کہ بر درگاہ او گرد د رواحاجات خلق آسان
بسال ہفصد وہشتاد و دو از ہجرت احمد	زعون ایزد ذوالمن والافضال والاحسان ،
بنا شد ثالث ماہ صفر ایں روضہ میمون ،	بسعی کمترین بندگاں موسیٰ بن شہجان

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم کا سندھ کے عوام وخواص پر کتنا اثر تھا مرکزی حکومت سے ان کے تعلقات بہت اچھے تھے بادشاہ ان کا بڑا اعزاز واکرام کرتا تھا اور وہ بھی شاہی مفادات کا خیال رکھتے تھے ، ملتان کا گورنر سیاسی نزاعات میں ان سے رجوع کرتا تھا حاکمان ٹھٹہ ان کو سفارشی مقرر کرتے تھے اور فیروز شاہ تغلق امیران ٹھٹہ کو راہ راست پر لانے کے لئے ان کو بھیجتا تھا۔ ان واقعات سے حضرت مخدوم کے سیاسی اثر ونفوذ کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت مخدوم کی دہلی تشریف آوری حضرت مخدوم اکثر دارالسلطنت دہلی

---

[1] حاجی بوترابی کے لئے دیکھئے آب کوثر ص ۴۴۲ [2] اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۴۸ء صنادید سندھ از مولوی محمد شفیع (مرتبہ احمد ربانی) (لاہور ۱۹۷۰ء) ص ۱۰

تشریف لے جایا کرتے تھے ۷۷۵ھ؍۱۳۷۳ء کا واقعہ خاص طور سے قابل ذکر ہے، حضرت مخدوم کی مجلس رشد و ہدایت منعقد تھی مشارق الانوار کا سبق ہو رہا تھا۔ حضرت نے نواہی کا ذکر فرمایا اور ایک دو اشعار پڑھے۔

شرم نہ داری کہ ہر گنہ می کنی ؛ نامہ خود را سیہ می کنی

سگ نہ کند باسگ بے گانگاں ؛ آنچہ تو با حضرت حق می کنی

اور حاضرین سے فرمایا کہ لکھوا اور یاد کرو اس موقع پر شہزادہ ظفر خاں خدمت میں حاضر تھا۔ اس نے بھی لکھا۔[1]

۷۸۱ھ؍۱۳۷۹ء میں جبکہ سلطان فیروز شاہ سامانہ کی مہم پر گیا ہوا تھا تو حضرت مخدوم نے دہلی میں ورود فرمایا چونکہ سلطان دہلی میں موجود نہ تھا اس لئے حضرت مخدوم کو دہلی میں قیام کرنا پڑا۔[2] اور اس زمانے میں دہلی کے باشندوں نے حضرت مخدوم کے فیوض و برکات سے خوب فائدہ حاصل کیا۔ حضرت مخدوم کے دہلی کے زمانۂ قیام میں حضرت کے مرید علاء الدین علی نے جو ملفوظات مرتب فرمائے ان کا نام جامع العلوم رکھا، اس میں دہلی کے قیام کے مفصل حالات موجود ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم کے یہاں درس و تدریس کی مجلس منعقد ہوتی تھی ، رشد و ہدایت کا بیان ہوتا تھا اور کسی وقت تصوف و علوم باطنی کے اسرار و رموز حل فرمائے جاتے، تصوف کا بیان عام طور سے تہجد کے بعد ہوتا تھا۔

امراء و وزراء سے ملاقاتیں دہلی کے قیام کے زمانہ میں امراء، وزراء، اور شہزادے حضرت مخدوم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوتے رہے، سلطان فیروز شاہ کے حکم کے مطابق خاں جہاں وزیر حاضر ہوا۔[3] اس کو بادشاہ کا حکم تھا کہ وہ حضرت مخدوم کے ارشادات کی تعمیل کرے وہ اکثر حاضر ہوتا تھا، ایک مرتبہ خاں جہاں حاضر خدمت تھا حضرت مخدوم نے فرمایا کہ شریعت کے موافق عدل کرنا چاہیئے، ایک موقع پر خان جہاں وزیر ۲۴ جوڑے لے کر حاضر ہوا۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ اگر مشروع کپڑے ہیں تو ہم استعمال کریں گے ورنہ اہل خانہ کے استعمال میں آئیں گے،[4] حاضرین نے عرض

---

[1] الدر المنظوم ۳ ۲ ۳۰۲ [2] الدر المنظوم ۳ ۳۹۱ [3] ایضاً ۳۴۰ تا ۳۴۱ ، ۵۸، تا ۵۹،

کیا کہ مشروع کپڑے ہیں حضرت مخدوم نے اس موقع پر مشروع و نامشروع لباس کا بیان فرمایا کہ سلطان کا دیا ہوا کپڑا پہنوں گا۔

فیروز شاہ جب مہم سے واپس آیا تو شہزادہ محمود خاں کو بھیجا کہ حضرت مخدوم محل میں تشریف لادیں اور قیام پذیر ہوں مگر حضرت مخدوم کے ساتھ مریدین اور طلاب کی ایک جمعیت تھی لہٰذا منع کر دیا۔ مگر جب اصرار زیادہ ہوا تو ناچار حضرت مخدوم محل میں تشریف لے گئے شہزادہ محمود خاں کو رخصت کرتے وقت مخدوم نے کلاہ پہنائی اور کچھ شیرینی بھی دی[1]۔ ایک وقت شہزادہ مبارک خاں حاضر خدمت ہوا اس کے بچے نامشروع لباس پہنے ہوئے تھے، حضرت مخدوم نے فرمایا کہ بچوں سے تو مواخذہ نہ ہوگا مگر ان کے دل سے ہوگا[2]۔ ایک مرتبہ نماز جمعہ میں حضرت مخدوم تشریف لے گئے۔ مؤذن نے اذان میں اللّٰہ اکبر میں اکبر کو "اکبار" ادا کیا حضرت مخدوم نے افسر دربان کو اس کی طرف توجہ دلائی سلطان کو جب خبر ہوئی تو مؤذن پر عتاب ہوا، مؤذن نے حضرت مخدوم سے رجوع کیا، حضرت نے سلطان سے سفارش فرمائی[3]۔

ایک مرتبہ حضرت مخدوم نے خاں جہاں سے فرمایا کہ میرے چند کام ہیں ان کو انجام دو۔ (۱) رکن الدین مانک پوری کے تین گھوڑوں کا پروانہ (۲) شمس الدین قرضدار ہیں ان کو وظیفہ دو تاکہ وہ وطن چلے جائیں (۳) چند مستحقین کا استحقاق پورا کر دو، خاں جہاں نے عرض کیا کہ نشان کرنے کا مجھے حکم نہیں ہے، باقی دونوں کام میں پورے کروں گا[4]۔

ایک موقع پر شہزادہ ظفر خان، اس کے بیٹے تغلق شاہ اور دوسرے ارکان دولت حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ بادشاہ نے فرمایا ہے کہ آپ صحن خانہ میں تشریف فرما ہوں تاکہ جلد جلد ملاقات ہو سکے، مخدوم نے قبول کیا اور چل دیئے صحن خانہ میں نزول اجلال فرمایا، جمعہ کا دن تھا، غسل کے بعد نماز کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے اور وہاں مؤذن نے اللّٰہ اکبر کی بجائے اللّٰہ اکبار کہا مخدوم نے تنبیہ فرمائی نماز کے بعد بادشاہ، شہزادوں اور دوسرے ارکان دولت نے ملاقات کی اور رخصت کیا[5]۔

---

[1] الدر المنظوم ص ۳ [2] ایضاً ص ۷۹۸ تا ۷۹۹ [3] ایضاً ۸۰۰ تا ۸۰۱

[4] الدر المنظوم ص ۳ [5] الدر المنظوم ص ۷۹۸ تا ۷۹۹

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ایک مرتبہ سلطان فیروز شاہ کا پوتا مبارک خاں حاضرِ خدمت ہوا، بادشاہ نے دسترخوان حضرت مخدوم کے لئے مرحمت فرمایا تھا، حضرت مخدوم اس دن روزے سے تھے اس لئے اس کھانے کو رکھ دیا اور فرمایا کہ شام کو افطار کے وقت کھائیں گے اور ارشاد فرمایا

من فطر صائما — جو شخص روزے دار کو افطار کرائے

فلہ اجر مثلہ — اس کو بھی روزے دار کی طرح اجر ملتا ہے۔[1]

قاضی علاء الدین صدر جہاں اکثر حضرت مخدوم کی خدمت میں تشریف لاتے تھے ایک مرتبہ صدر جہاں نے پوچھا کہ ختم تراویح کی رات میں امام کو چاہیئے کہ چند آیتوں کے بعد سورۂ اخلاص پڑھے تاکہ نماز کا جواز متفق علیہ ہو جائے اس لئے کہ امام مالکؒ کے نزدیک سورہ قرآن کا پڑھنا مع سورہ فاتحہ فرض ہے۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ حضرت امام مالک کے نزدیک ایسا فرض نماز میں ہے نفل نماز میں نہیں ہے۔ میں نے ممالک عرب میں مالکیوں کو دیکھا ہے کہ تراویح ختم کرتے ہیں اور آخر میں کوئی سورت نہیں پڑھتے اور صحابہ کرام نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔[2]

ایک مرتبہ صدر جہاں نے کسی کے ذریعہ حضرت مخدوم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ میں مشغول ہوں مگر مکاشفہ وغیرہ نہیں ہوتا، حضرت مخدوم نے جواب میں فرمایا کہ جو کوئی اس راہ سے ذکر و اذکار کرتا ہے اس کو کبھی مکاشفہ نہیں ہوتا۔[3] قاضی صدر جہاں حضرت کے سلسلہ ارادت میں منسلک تھے اور اکثر حضرت مخدوم ان کے لئے دعا کیا کرتے تھے۔[4]

حضرت مخدوم دہلی کے قیام کے دوران میں اکثر شیخ الاسلام کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے، ایک مرتبہ غرہ شعبان کی مبارکباد دینے کے لئے شیخ الاسلام کے یہاں پہنچے۔ بڑے خلوص سے مصافحہ و معانقہ ہوا پھر مخدوم نے وضو کیا اور فرمایا کہ راہ میں نیند آگئی تھی۔ بے وضو شیخ الاسلام کو کیونکر دیکھوں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ آپ لوگ زندہ دل ہیں پھر شیخ الاسلام کی مزاج پرسی کی اس سے پہلے مزاج ہمایوں کچھ ناساز تھا اور شیخ الاسلام نے حضرت مخدوم کی خدمت میں ملک علی طبیب کو بھیجا تھا پھر مسجد جامع میں اعتکاف کرنے کے لئے طے ہوا۔ اس درمیان

---

[1] الدر المنظوم ص ۸۰۱ [2] الدر المنظوم ص ۶۷۹ [3] ایضاً ص ۴۰۳ [4] ایضاً ۴۱۶

میں ایک مرید حاضر ہوا، حضرت مخدوم نے کہا کہ پہلے حضرت شیخ الاسلام کی دست بوسی کر، چنانچہ ایسا ہی ہوا[1] دہلی سے رخصت کے موقع پر بھی حضرت مخدوم شیخ الاسلام کی خدمت میں تشریف فرما ہوئے[2]

دہلی میں عید الاضحیٰ

۷۸۱ھ/۱۳۷۹ء میں بقرعید کے موقع پر حضرت مخدوم دہلی میں مقیم تھے اس عید کا تفصیلی بیان مولانا علاء الدین نے جامع العلوم میں قلم بند کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ بقرعید کی رات میں نماز عشاء کے بعد چار رکعت نماز ادا کی اور اعتکاف سے باہر نہیں آئے اور فرمایا کہ میں اپنے یاروں کے واسطے عیدی مانگتا ہوں اور خیر چاہتا ہوں[3]

عید الاضحیٰ کے دن نماز فجر کے بعد اسمائے باری تعالیٰ کے ننانوے ناموں کے ورد سے طلوع آفتاب سے قبل فارغ ہو گئے۔ اس کے بعد غسل کیا، جب آفتاب کسی قدر بلند ہو گیا تو پالکی میں سوار ہو کر عید گاہ تشریف لے گئے احباب واعزا، و مریدین ہمراہ تھے۔ سب لوگ تکبیر کہتے جاتے تھے، جب نماز گاہ کے قریب پہنچے تو اتر پڑے تازہ وضو کیا اور ریش مبارک میں کنگھی کی نماز کے لئے محراب کے روبرو صف اول میں بیٹھے خطیب کو آنے میں قدرے دیر ہوئی تو حسن خادم کو طلب فرما کر حکم دیا کہ داروغۂ مطبخ سے کہہ دو کہ نماز پڑھنے کے بعد فوراً چلا جائے اور قربانی کرے اور کھانا تیار کرے اسی دوران میں خان جہاں اور صدر جہاں بھی عید گاہ میں پہنچے صدر جہاں نے نماز کے بعد اپنے گھر مدعو کیا[4]

نماز عید میں خطیب سے کچھ سہو ہو گیا۔ فراغ نماز کے بعد تمام ائمہ اور صدور نے حضرت مخدوم سے رجوع کیا حضرت مخدوم نے فرمایا کہ عید کی تکبیریں واجب ہیں اس لئے اعادہ کرنا چاہیئے مگر چونکہ مخلوق کثیر ہے اس لئے اعادہ مناسب نہیں ہے، اس کے بعد خطیب نے خطبہ ادا کیا، نماز عید کے بعد حضرت مخدوم ——————— پالکی میں سوار ہو کر صدر جہاں کے گھر پہنچے۔ وہاں تمام ائمہ، صدور، قضاۃ، علماء، خطباء، حکماء، اکابر، مفتی اور دیگر اعزا موجود تھے، اس کے بعد نماز و اذان کی بے احتیاطی کے متعلق گفتگو ہوتی رہی، پھر اپنے استاد عبد اللہ مطری کا ذکر

---

[1] الدر المنظوم ص ۲۷۹ [2] ایضاً ص ۴۱۶ - ۴۰۳ [3] ایضاً ص ۵۶، تا ۵۹، [4] الدر المنظوم ص ۵۶، تا ۵۹،

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

فرمایا کہ مدینہ میں رمضان کے عشرہ آخر میں لوگ معتکف ہوتے ہیں، نیز فرمایا کہ قبروں کے پاس کھانا پینا نہیں چاہیئے یہ مکروہ ہے، بلکہ ایک لاکھ مرتبہ کلمۂ طیبہ پڑھ کر مردہ کو ثواب بخشنا چاہیئے اس کے بعد نماز اشراق ادا فرمائی، پھر سیخ کے کباب کھلائے پھر کھانا کھایا اور رخصت ہوئے [۱]

سلطان فیروز شاہ سے ملاقاتیں حضرت مخدوم اکثر دہلی تشریف لے جایا کرتے تھے خود بادشاہ فیروز شاہ تغلق استقبال کے لئے آتا تھا۔ حضرت مخدوم کبھی تو منارہ سے متصل کوشک محل میں کبھی شفاخانے میں اور کبھی شاہزادہ فتح خاں کے حظیرے میں قیام فرمایا کرتے تھے اور اپنی قیام گاہ سے مقررہ طریقہ کے مطابق بادشاہ سے ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے جیسے ہی مخدوم محل حجاب میں پہنچ کر سلام کرتے، بادشاہ تخت گاہ پر ایستادہ ہو جاتا اور ملاقات کرتا، واپسی پر بھی بادشاہ اسی اعزاز کے ساتھ رخصت کرتا، فیروز شاہ تغلق بھی دوسرے تیسرے روز حضرت مخدوم کی قیام گاہ پر ملاقات کے لئے حاضر ہوتا [۲] - آخری مرتبہ حضرت مخدوم ۷۸۱ھ/۱۳۷۹ء میں تشریف لے گئے اس موقع کی چار ملاقاتوں کا مولانا علاء الدین نے جامع العلوم میں ذکر کیا ہے۔

(۱) ۲۰ ذی الحجہ ۷۸۱ھ/۱۳۷۹ء کو فیروز شاہ تغلق حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور نہایت تعظیم و تکریم کی اس موقع پر حضرت مخدوم نے مندرجہ ذیل حدیث پڑھی کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورزین سے فرمایا۔

یا ابارزین اذا خلوت فاکثر ذکر اللہ وزرفی اللہ فانہ من زار فی اللہ شیعہ سبعون الف ملک ویقولون وصلنا الیہ فیک نصلہ۔

اے ابورزین جب تم خلوت میں ہو تو کثرت سے اللہ کا ذکر کرو اور اللہ کے لئے زیارت کرو جو شخص اللہ کیلئے زیارت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کی طرف دوڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اس بندے کی طرف پہنچے پس اس کو بدلہ دے۔

پھر حضرت مخدوم نے سلطان سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے کہ میری ملاقات کے لئے آئے۔ سلطان نے عرض کیا کہ یہ حدیث شریف مع ترجمہ مجھے مرحمت فرمائیں۔

---

[۱] الدر المنظوم ص ۶۰، ۷۰ تا ۷۴ [۲] تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ص ۳۳۴

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت مخدوم نے وہ حدیث لکھ کر دیدی، اس کے بعد حضرت مخدوم کو جو کچھ سلطان سے کہنا تھا وہ کہا اور جن کے لئے وظائف وغیرہ مقرر کرانے تھے وہ بھی کرائے اور تیس سے زیادہ آدمیوں کو بادشاہ نے کپڑے مرحمت فرمائے اور رخصت ہوگیا۔[1]

(۲) ۲۳ ذی الحجہ ۷۸۱ھ کو سلطان فیروز شاہ سے ملاقات ہوئی دہلی سے واپسی کے متعلق گفتگو ہوئی اور طے پایا کہ بعد عشرہ محرم حضرت مخدوم اوچ تشریف لے جائیں گے۔[2]

(۳) غرہ محرم ۷۸۲ھ/۱۳۸۱ء کو سلطان فیروز حضرت مخدوم سے ملنے کے لئے آیا آپ نماز اشراق پڑھ رہے تھے، سلطان کھڑا رہا جب آپ فارغ ہوئے تو سلام و مصافحہ ہوا۔ سلطان نے پھولوں کی ایک ٹوکری نذر کی۔ وہ پھول تمام حاضرین میں تقسیم کر دیئے گئے۔ مخدوم نے بادشاہ سے فرمایا کہ میرا ارادہ خود حاضری کا تھا آپ تشریف لے آئے، اس کے بعد مولانا سراج الدین کی امامت میں دو رکعت نماز ادا کی نماز میں سلطان بھی شریک ہوا، نماز کے بعد حضرت مخدوم نے فرمایا کہ امام شافعی کے نزدیک نفل نماز باجماعت ادا کی جاسکتی ہے اور فقہ کافی کے حوالہ سے ارشاد فرمایا کہ عبادت میں غیر مسلک پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ مگر معاملات میں غیر مسلک پر عمل جائز نہیں ہے پھر سلطان فیروز شاہ سے نماز کی نیت، خانۂ کعبہ کی زیارت، شیخ بہار الدین زکریا ملتانی کے مراتب، خرقہ مشائخ اور دشمن نفس پر گفتگو رہی، اس کے بعد مولانا جمال الدین معبری کے صاحبزادے شیخ بہار الدین زکریا کے پوتوں، اپنے رشتہ داروں، خادموں، عزیزوں کے لئے سلطان سے وظائف مقرر کرائے پھر ایک ہندو بچہ کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا، سلطان نے اس کے وظیفہ کا بھی وعدہ کیا۔[3]

(۴) ۷ محرم ۷۸۲ھ/۱۳۸۰ء کو بادشاہ ملاقات کے لئے آیا بہت گفتگو ہوئی۔ علو ہمتی کے متعلق مخدوم نے یہ شعر پڑھا۔

ہمت بس بلند روزی کن
کہ من از تو ہمیں ترا خواہم

---

[1] الدر المنظوم ص ۷۶۴ تا ۷۶۵ [2] الدر المنظوم ص ۸۶ تا ۸۱ [3] الدر المنظوم ص ۸۱۲ تا ۸۱۳

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بادشاہ کو یہ شعر بہت پسند آیا اور اس نے خود لکھا۔ سید المجاب سلطان کے ہمراہ تھا اس نے شیخ امین الدین کے مندرجہ ذیل ابیات لکھے۔[1]

ہر آں کو غافل از دے یک زماں ست ۔۔۔ دراں دم کافرست اما نہان ست

مبادا غائبے پیوستہ باشد ۔۔۔ در اسلام بروے بستہ باشد

حضوری بخش اے پروردگارم ۔۔۔ کہ من غائب شدن طاقت ندارم

(۵) ۱۳ محرم ۷۸۲ھ/۱۳۸۰ء کو حضرت مخدوم سلطان سے رخصت ہونے کے لئے تشریف لے گئے سلطان خانے میں نماز ادا کی پھر بعض مسائل فقہ پر گفتگو رہی، اس کے بعد بعض لوگوں کی درخواستیں حضرت مخدوم نے پیش کیں جن کو سلطان نے قبول کیا، یہ سلطان سے رخصتی ملاقات تھی۔[2]

حضرت مخدوم اوچ میں رہتے ہوئے اکثر لوگوں کی سفارش سلطان فیروز شاہ تغلق سے فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اوچ کے ایک امیر مردان دولت کو خیال ہوا کہ بادشاہ اس کے باپ سے ناراض ہے تو اس نے حضرت مخدوم سے سفارش چاہی[3] اسی طرح حضرت مخدوم کے ایک مرید خواجہ محمد ظفاری نے مقروض ہونے کی شکایت کی تو حضرت نے سلطان فیروز شاہ تغلق سے سفارش کی اور سلطان نے خواجہ ظفاری کی مدد کر دی[4] ایک مرتبہ ایک مسکین آدمی نے حضرت مخدوم سے عرض کیا کہ حج کو جانا چاہتا ہوں، میرے لئے کچھ مدد سلطان سے دلوا دی جائے۔ حضرت مخدوم نے اس کی سفارش سلطان سے کردی اور اس کا کام ہو گیا[5] اس طرح اکثر کام سلطان سے حضرت مخدوم غرباء و مساکین، اعزہ و اقارب اور مریدین و متعلقین کے کروا دیا کرتے تھے، سلطان بھی حضرت مخدوم کا بڑا لحاظ کرتا تھا۔

مولانا علاء الدین مرتب جامع العلوم نے حضرت مخدوم کی دہلی سے واپسی کے حالات تفصیل سے قلم بند کئے ہیں۔ غرض ۱۷ محرم الحرام ۷۸۲ھ کو حضرت مخدوم اوچ کی جانب روانہ ہو گئے۔ لوگوں نے حضرت مخدوم کے قدم چومنے چاہے مگر انہوں نے لوگوں کو ایسا کرنے سے باز رکھا۔[6]

---

[1] ایضاً ص ۸۳۶ [2] الدر المنظوم ص ۸۵۲ [3] ایضاً ص ۱۶۹، ۶۳۲ [4] ایضاً ص ۳۷۲
[5] ایضاً ص ۳۵۵ [6] ایضاً ص ۸۵۱ تا ۸۵۵

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

فیروز شاہ کی اصلاحات پر ایک نظر سلطان فیروز شاہ عادل، مذہب اسلام کا شیدائی اور شریعت غرا کا پابند تھا۔ غیر اسلامی رسوم اور بدعات کا سخت مخالف تھا، علمار فقرا اور صوفیہ سے اعتقاد رکھتا تھا وہ حضرت فریدالدین گنج شکرؒ کے نواسے شیخ علاءالدین اجودھنی کے حلقۂ ارادت میں منسلک تھا۔[۱] ایک موقع پر جب سلطان دیبال پور سے لوٹا تو اجودھن میں حضرت فریدالدین گنج شکرؒ کے مزار پر حاضری دی۔ اور ان کے خاندان کے لوگوں کے وظائف مقرر کئے۔[۲]

حضرت مخدوم اور سلطان فیروز شاہ کے تعلقات پر روشنی ڈالی جاچکی ہے۔ سلطان فیروز شاہ حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوتا، مواعظ سنتا، حضرت کے ارشادات پر عمل کرتا، اس طرح امراء، وزراء اور شہزادے بھی حضرت مخدوم سے مستفیض ہوتے تھے، سلطان فیروز شاہ کی اصلاحات میں حضرت مخدوم کی تعلیمات کے اثرات نمایاں طور سے نظر آتے ہیں۔

سراج عفیف لکھتا ہے[۳]

"علمار و مشائخ ہر وقت بادشاہ کے قریب رہتے تھے اور اسی لئے فیروز شاہ کو ہمیشہ مکروہ، حرام اشیاء و افعال کا علم ہوتا رہتا تھا، بلکہ یہ مقدس گروہ ممالک محروسہ کے ہر محصول سے اپنے جواز و عدم جواز سے بادشاہ کو مطلع کرتا تھا۔ اور فیروز شاہ ہر نامشروع محصول سے دست کش ہوجاتا اور اس طرح بے حد نقصان برداشت کرتا تھا۔"

فیروز شاہ سے قبل بہت سے ایسے محصول رعایا سے وصول کئے جاتے تھے جو شرعی طور سے مناسب نہ تھے جن کا بار عام رعایا صناع اور پیشہ ور حضرات پر پڑتا تھا، ان میں منڈی کا ٹیکس قصائیوں پر ٹیکس، پھولوں کی فروخت پر ٹیکس، رنگ بنانے پر ٹیکس، دھنئے پر ٹیکس، رسی اور ڈوریوں کے بنانے پر ٹیکس، تیل نکالنے پر ٹیکس، پان پر ٹیکس، مچھلی بیچنے پر ٹیکس، صابن بنانے پر ٹیکس خوانچہ والوں پر ٹیکس، چرائی ٹیکس، ترکاری پر ٹیکس، اینٹیں اور مٹی کے برتن بنانے پر ٹیکس خاص طور سے قابل

---

[۱] تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ص ۲۵۲ [۲] تاریخ فیروز شاہی (برنی) ص ۵۴۳

[۳] تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ص ۲۵۴

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے ٹیکس وصول کیے جاتے تھے۔[۱] فیروز شاہ تغلق نے ان تمام محاصل کو یک قلم موقوف کر دیا اور حکم دیا کہ وہی محاصل وصول کیے جائیں جن کی شرع میں اجازت ہے۔[۲] اس طرح خراجِ اراضی، عشور، زکوٰۃ، جزیہ، ترکات، خمس، غنائم بیت المال کے خاص ذرائع آمدنی تھے۔[۳] بادشاہ نے جن محاصل کو موقوف کیا تھا ان میں بیشتر وہ تھے جن کو حضرت مخدوم ناجائز سمجھتے تھے۔

سراج الہدایہ میں ہے[۴]

وجہات ایشاں (ملوک وسلاطین) را امروز از مال ظلم وتعدی است چنانکہ مال دلالت بازارہا و مال جزاری، ومال امیر مطربی و مال جکبری غلہ مال حاصل کیالاں، مال حبہ ستدن، ومال خماراں ومال گبنی گراں ستدن مال ماہی فروشاں، مال سبزہ وترہ فروشاں ومال طبرہ یعنی اخراجات نسبت وقسمت ومال صابون گراں ستدن ومال مصادرہ فروشان ومال گل فروشاں، ومال جزائی ومال مردہ ستدن ومال غایبے از دیگراں ستدن، باتفاق علمائے دین اسلام ایں اموال حرام است بغیر اختلاف۔

فیروز شاہ تغلق نے جن محاصل کو منسوخ کیا ہے[۵] ان میں یہ تمام محاصل شامل ہیں اس سے خیال ہوتا ہے کہ ان محاصل کی منسوخی میں حضرت مخدوم کی کوششوں کو بھی دخل ہوگا، ایک واقعہ سے ہمارے اس خیال کو مزید تقویت پہنچتی ہے۔ مولانا علاء الدین لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مخدوم ملتان سے اوچ تشریف لا رہے تھے راستے میں ایک باورچی مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت سے درخواست کی کہ میر المحصول کم کرانے کے لئے سفارش کریں، مخدوم نے وعدہ کیا کہ میں سفارش کروں گا۔[۶]

۱؎ ان محاصل کی تفصیل کے سلسلے میں ملاحظہ ہو سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۴۲۱ تا ۴۲۳ تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ص ۳۷۴ تا ۳۷۵، فتوحات فیروز شاہی (علی گڑھ ایڈیشن) ص ۵ تا ۶، دی ایڈمنسٹریشن آف دی سلطنت آف دہلی ص ۲۴۴ تا ۲۴۵ ۲، ۳؎ ملاحظہ ہو فتوحات فیروز شاہی ص ۵ تا ۶ ۴؎ سراج الہدایہ (قلمی) ص ۲۳ ۵؎ ان محاصل کی تشریح کے لئے ملاحظہ ہو دی ایڈمنسٹریشن آف دی سلطنت آف دہلی ص ۲۴۴ تا ۲۴۵ و سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۴۲۱ تا ۴۲۲ ۶؎ الدر المنظوم ص ۲۳۷

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

باب ششم

رشد و ہدایت

حضرت مخدوم کی تمام زندگی رشد و ہدایت سے عبارت ہے سفر و حضر میں رشد و ہدایت کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا۔ اوچ کی خانقاہ میں مریدین و طالبین کا کثیر مجمع رہتا، باہر سے لوگ آتے اور حضرت مخدوم سے فیض یاب ہوتے، عوام خواص، امراء، وزراء، اور سلاطین سب ہی حاضر ہوتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ ہر مذہب فقہ کے لوگ حضرت مخدوم کی خدمت میں آتے تھے[1] اور فیض حاصل کرتے تھے علمائے دین و مفتیان شرع نیز مشائخ کرام بھی حضرت مخدوم کی خدمت میں پہنچتے اور مختلف مسائل شریعت و تصوف کا حل حضرت مخدوم سے فرماتے تھے۔ الدر المنظوم میں ایک مجلس کا ذکر ہے جس میں تقریباً ۲۹ حضرات موجود تھے۔ ان میں بعض بڑے بڑے عالم تھے[2]۔

ایک موقع پر ایک عزیز دانش مند نے دریافت کیا کہ رمضان کے بعد متصل روزے رکھنا کیسا ہے۔ حضرت مخدوم نے جواب باصواب دیا جس سے وہ دانشمند مطمئن ہوگیا[3]۔ ایک دانشمند نے پوچھا کہ اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ میری عورت کو تین طلاقیں ہوں اگر میں گھر میں آؤں ایسی صورت میں وہ کیا کرے، حضرت مخدوم نے ایسا حل بتایا کہ اس کی مشکل دفع ہوگئی، حالانکہ وہ مختلف علماء سے یہ مسئلہ پوچھ چکا تھا[4]۔ ایک اور دانش مند نے حضرت مخدوم سے دریافت کیا کہ

من لیس لہ شیخ فشیخہ الشیطان۔	یعنی جس کا کوئی شیخ نہیں تو اس کا شیخ شیطان ہے۔

اس کے بارے میں حضرت کی کیا رائے ہے حضرت مخدوم نے فرمایا کہ، مراد اس سے یہی سلسلہ بیعت ہے جو کہ

---

۱ الدر المنظوم ص ۵۳۹ ۲ ایضاً ص ۲۹۳ ۳ ایضاً ص ۴۳۴ تا ۴۳۵ ۴ الدر المنظوم ص ۴۳۷ تا ۴۳۸

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ اور تابعین کا ہے۔

قولہٗ تعالیٰ:۔

ان الذین یبایعونك انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم۔

یعنی بیشک جو لوگ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سے بیعت کرتے ہیں تو وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں قدرت اللہ کی ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔[1]

مولانا حسام الدین حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت شیخ المشائخ شیخ شہاب الدین سہروردی کے اوراد و وظائف پڑھتے تھے[2] اسی درمیان میں حضرت مخدوم نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک قریب البلوغ لڑکا حضرت مخدوم کے پاس بیعت کے لئے آیا حضرت مخدوم نے اس سے پوچھا کہ سہروردیوں کا خرقہ پہنے گا یا چشتیوں کا اس نے ہندی زبان میں جواب دیا کیونکہ وہ فارسی نہیں جانتا تھا اس نے کہا کہ اس سلسلے میں بیعت کیجئے، جس کے اوراد بڑے ہوں۔ پس سہروردی سلسلہ میں حضرت مخدوم نے بیعت کیا ایک مرتبہ چند دانش مند حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ختم تراویح کا مسئلہ دریافت کیا۔[3] چند علماء جو صاحب اقتدار تھے حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت مخدوم سے ذکر کی تلقین حاصل کی۔[4]

ایک روز قاضی ابراہیم اپنے فرزندوں اور دوستوں کے ہمراہ آئے اور شیخ علاؤ الدین علی (مرتب جامع العلوم) کے ساتھ حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوئے، قاضی ابراہیم سلسلہ چشتیہ میں بیعت تھے حضرت مخدوم نے ہدایت فرمائی کہ علم پڑھو اور آخر شب کو عبادت کرو تہجد ادا کرو اور سونے کے وقت تین بار استغفار بعد آمن الرسول کے پڑھتے رہو۔ انشاء اللہ ساری آفتوں سے بچے رہو گے۔ شیخ علاء الدین علی دہلی کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ روز عاشورہ کو بعد اشراق کے حضرت مخدوم نے دو رکعت نماز با جماعت ادا کی۔ جس طرح کہ اوراد میں ہے اور باقی تنہا ادا کی۔ علماء، فقہاء، امراء، وزراء اور اتنی مخلوق آگئی کہ گھر کا تمام صحن بھر گیا اور جگہ نہ رہی۔[5] مخلوق کی کثرت کے سلسلے میں ایک دوسری جگہ تحریر ہے۔

یہ فقیر (علاء الدین علی) خدمت میں اس امیر (حضرت مخدوم) کے حاضر تھا، زائرین کثیر کا ہجوم

---

[1] الدر المنظوم ص ۵۲۱ تا ۵۲۲ [2] ایضاً ص ۶۴۶ [3] الدر المنظوم ص ۳۴۵ تا ۳۴۶

[4] ایضاً ص ۶۹۱ [5] ایضاً ص ۸۴۳ -

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اور انبوہ خلق تھا فرمایا الشہرۃ آفۃ یعنی مشہور ہو جانا ایک آفت ہے اس زمانہ میں پہاڑ اختیار کرنا چاہیئے کہ تنہا رہیں۔

ایک عزیز نے پوچھا کہ اقامت جماعت وجمعہ فوت ہو جائے گی، جواب فرمایا کہ جو کوئی بصدق یعنی سچے طور پر باہر آئے گا تو ابدال آئیں گے، پانچوں وقت اس کی جماعت کے واسطے حاضر ہوں گے اور جمعہ تو اس پر واجب ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ شہر سے دور ہے[۱]

اس طرح اکثر درویش حضرت مخدوم کی خدمت میں حصول فیض کے لئے حاضر ہوتے تھے[۲]۔ حضرت مخدوم ایک روز دہلی کی مسجد میں نماز ادا فرما رہے تھے، موذن نے اللہ اکبر کی بجائے "اکبار" کہا۔ حضرت مخدوم نے تنبیہہ فرمائی حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ کوتنک تنسکار ولایت سندھ اوچ وملتان میں کیا مجال کہ کوئی "اکبار" کہہ سکے۔ دعاگو (حضرت مخدوم) نے سب کو منع کر دیا ہے[۳]۔ حضرت مخدوم سندھی وہندی میں بھی گفتگو کرتے تھے اور حسب ضرورت ان زبانوں میں تلقین وتبلیغ بھی فرماتے تھے۔

حضرت مخدوم کی مجلس رشد وہدایت خاص طور سے تہجد کے بعد منعقد ہوتی تھی۔ اس مجلس میں عام طور سے مریدین حاضر خدمت ہوتے تھے، تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف کے مسائل کا درس وبیان ہوتا تھا۔ یا پھر صبح میں اشراق کے بعد لوگ حاضر خدمت ہوتے اور فیض حاصل کرتے۔

حضرت مخدوم کے علوم ومعارف اور رشد وہدایت کا اندازہ ان کے ملفوظات سے ہو سکتا ہے، جامع العلوم (الدرالمنظوم فی ترجمہ ملفوظ المخدوم) عالم وسالک دونوں کے لئے یکساں طور پر مفید ہے، حضرت مخدوم اس مجموعہ کے متعلق ایک موقع پر مرتب جامع العلوم شیخ علاء الدین علی سے ارشاد فرماتے ہیں کہ (ملفوظات کا مجموعہ) بہت اچھا ہو گیا ہے۔ تجھے چاہیئے کہ میرے مریدوں اور معتقدوں میں سے اصحاب دول کو پہنچانے میں تقصیر نہ کرے تاکہ جن لوگوں نے میری صحبت نہیں کی ہے ان کو بھی کافی ہو جائے تو نے بہت زحمت دیکھی ہے، خدا تجھ پر رحمت کرے۔"[۴]

حضرت مخدوم کے دوسرے مجموعہ ملفوظات "سراج الہدایہ" میں احادیث نبوی کی تشریح فقہی مسائل کی تصریح انبیاء کے قصے اوراد ووظائف کی تفصیلات کے علاوہ روزمرہ کی ضروریات کے متعلق بھی بہت سی مفید

---

[۱] الدرالمنظوم ص ۵۴۲ [۲] ایضاً ص ۶۵۸ [۳] ایضاً ۶۱۴، ۶ [۴] الدرالمنظوم ص ۳۱۵۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

معلومات ملتی ہیں، مثلاً ایک باب میں چاول، گندم، خرما، انگور، امرود، تربوز، انار، اسپغول، ہلیلہ، کشمش، پیاز، گوشت، بیضۂ مرغ، سرکہ، دودھ وغیرہ کے فوائد بیان کئے ہیں۔ یہی حال حضرت کے دوسرے ملفوظات جواہر جلالی، خزانۂ جلالی، مظہر جلالی کا ہے ان تمام ملفوظات میں شریعت کی تشریح بڑے اچھے انداز میں کی گئی ہے۔

دیار وامصار سے طالبین کی آمد

حضرت مخدوم کے حضور میں نہ صرف برصغیر ہند پاکستان کے لوگ حاضر خدمت ہو کر رشد و ہدایت اور فیض و برکت حاصل کرتے تھے۔ بلکہ بیرون ملک سے کثیر تعداد میں لوگ حصولِ تعلیم و تلقین کے لئے حاضر خدمت ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ شیراز کے حفاظ کی ایک جماعت حضرت مخدوم کی خانقاہ میں پہنچی اور ان حفاظ نے قرآن کریم کی پانچ آیتیں پڑھیں اور پھر چند اشعار بھی پڑھے یاران مجلس کو رقت در بکا ہوا، مولانا تاج الدین نے نعرہ مارا اور گر پڑے، ہاتھ پاؤں مارنے لگے اور منہ سے کف نکلتا تھا، یاران مجلس نے ان کو پکڑ لیا، حضرت مخدوم نے ان کے حق میں دعا فرمائی اور حفاظ کی تعریف کی اور فرمایا کہ کتب فتاویٰ میں ہے کہ امامت کے لئے خوش خواں کی بجائے درست خواں ہونا چاہیئے اور پھر شربت کا گھڑا منگایا اور ایک پیالہ ہر ایک کو مرحمت فرمایا [۱]

فخر الدین ترمذی کے شرف بیعت اور حصول خرقہ کا واقعہ الدر المنظوم میں اس طرح تحریر ہے کہ وہ حضرت مخدوم کی خدمت میں پہنچے اور بہت روئے تھوڑی دیر کے بعد تسکین ہوئی حضرت مخدوم نے نام و مقام اور مقصد آمد دریافت فرمایا۔ فخر الدین نے کہا کہ میں مجاورت کعبہ سے آیا ہوں اور میرا نام فخر الدین ہے۔ ترمذ میں پیدا ہوا ہوں حضرت مخدوم نے وہاں کے مشائخ کے متعلق پوچھا تو فخر الدین نے جواب دیا کہ حضرت مخدوم کے مرتبہ کا کوئی نہیں ہے، مشغول لوگ بہت ہیں، اس کے بعد فخر الدین مرید ہوئے اور سو آدمیوں کے واسطے خرقہ طلب کیا کہ انہوں نے التماس کیا ہے، اس کے بعد حضرت مخدوم نے اپنے سر مبارک پر دستار باندھی اور وہی دستار فخر الدین کے سر پر باندھ دی اس کے بعد منشیوں سے فرمایا کہ بادشاہ کے نام ایک خط تحریر کرو کہ وہاں جو خانقاہ مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے نام سے بنائی

---

[۱] الدر المنظوم ص ۶۴۵

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

گئی ہے اس کا انتظام فخرالدین ترمذی کو دیدیا جائے۔ فخرالدین ترمذی کچھ دن حاضر خدمت رہے[1]
گازرون کے مشہور بزرگ حضرت شیخ المشائخ امین الدین کے پوتے جو بہت بڑے عالم اور واعظ
تھے حضرت مخدوم کی زیارت کے لئے اوچ تشریف لائے جب معلوم ہوا کہ حضرت مخدوم دہلی تشریف
لے گئے ہیں تو دہلی حاضر خدمت ہوئے اور ملاقات کا شرف حاصل کیا[2]

ایک موقع پر شرفائے عراق حاضر خدمت ہوئے اور ایک قطعہ جامکے کا نذر کیا اور کہا کہ ہم لوگ
حضرت مخدوم کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ حضرت نے ان کا اکرام کیا اور ان کے لئے شیرینی منگوائی
اور یہ ارشاد فرمایا۔

من زار حیا ولم یذق منہ شیئاً فکانما زار میتا۔

یعنی جو شخص کہ کسی زندہ آدمی کی ملاقات کرے اور اس سے کوئی چیز نہ چکھے تو اس نے گویا کسی مردے کی زیارت کی۔

اس کے بعد فرمایا کہ تم کو دونوں ذوق حاصل ہو گئے، ذوق معنوی تو یہ ہے کہ تم نے عوارف
کا سبق سنا اور ذوق صوری یہ حاصل ہوا کہ تم نے شیرینی کھائی اور پھر تبسم فرمایا[3] جب حضرت مخدوم
دہلی میں مقیم تھے تو حدود بخارا سے شیخ زادہ معظم حضرت مخدوم کے پاس حاضر ہوئے۔ حضرت نے تعظیم و تکریم
کی اور پوچھا کہ کس لئے آئے ہو۔ شیخ زادہ نے جواب دیا کہ حضرت مخدوم کی قدمبوسی اور تربیت کے لیے
حاضر ہوا ہوں۔ حضرت نے مشورہ دیا کہ اول شیخ الاسلام کے پاس جاؤ مگر شیخ زادہ حضرت مخدوم کے
حدود ہی میں اترے اور وہیں قیام کیا[4] شیخ فخرالدین گازرونی، گازرون سے آئے حضرت مخدوم
کی خدمت میں ایک مدت تک رہے جب رخصت ہوئے تو حضرت نے فخرالدین گازرونی کو سفرخرچ
کے لئے پانچ سو تنکے دیئے[5]

پیروی شریعت واتباع سنت حضرت مخدوم اپنے دور کے ممتاز شیخ طریقت
تھے، مریدین وطالبین کو تربیت فرماتے اور ہمیشہ شریعت کی پابندی مدنظر رہتی ہر بات میں حضرت

---

[1] الدرالمنظوم ص ۲۶۷ [2] ایضاً ص ۳۹، ۶۸ [3] الدر المنظوم ص ۶۴۵
[4] ایضاً ص ۶۵۷ [5] ایضاً ص ۶۸۱

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا خیال رکھتے۔ مرآۃ الاسرار میں ہے[1]

"در جمیع امور صوری و معنوی قدم بہ قدم حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم می رفت"

اس اتباع سنت کا نتیجہ تھا کہ حضرت مخدوم بارگاہِ رسالت میں مقبول تھے خود حضرت مخدوم نے لکھا ہے کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چند حدیثیں بلا واسطہ سنیں[2] حضرت مخدوم نے ہمیشہ مشروع کپڑوں کے متعلق استفسار فرمایا۔ شہزادہ مبارک کو غیر مشروع کپڑوں پر تنبیہہ فرمائی، سردیوں میں اتباع سنت کے خیال سے گرم گوش ٹوپی استعمال فرماتے[3] دستار کی لمبائی ہمیشہ گزوں میں طاق عدد ہوتی جو سنت ہے[4]

بچوں کا نام رکھتے وقت حضرت مخدوم ہمیشہ ان ناموں کو ترجیح دیتے جن کا احادیث میں حکم آیا ہے[5] ہمیشہ بچوں کو وہ دعائیں دیتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر بچوں کو دی ہیں پانی تین سانسوں میں نوش فرماتے کہ یہ سنت ہے[6] اتباع سنت کے خیال سے حضرت مخدوم جنگل سے لکڑیاں خود چن کر لایا کرتے تھے[7] حضرت مخدوم درویشوں کو نصیحت فرمایا کرتے کہ شریعت کا علم پڑھو بدعت سے بچو اور سنت پر عمل کرو[8]

جب حدیث کا درس دیتے تو حضرت مخدوم دو زانو بیٹھتے کیونکہ یہ بات آداب تدریس میں ہے[9] حضرت مخدوم کے پاس فتوح بکثرت آتی تھی مگر رات تک کچھ باقی نہیں رہتا تھا۔ یہاں تک کہ پانی بھی نہیں بچتا تھا۔ بارہا قرض لے کر کام چلایا گیا[10]

حضرت مخدوم کا ارشاد ہے کہ ہر سالک کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنا چاہیئے کہ اس سے قرب و محبوبیت حاصل ہوگی۔ قلندروں کی وضع کو بدعت و ضلالت بتایا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

---

[1] بحوالہ بزم صوفیا، ص ۲۰۶ [2] الدر المنظوم ص ۳۷۰ [3] ایضاً ص ۴۰۰ [4] ایضاً ص ۳۰
[5] ایضاً ص ۳۰ تا ۳۱ [6] ایضاً ص ۲۹۰ [7] ایضاً ص ۵۴۷ [8] ایضاً ص ۶۵۹
[9] الدر المنظوم ص ۶۶۸ [10] ایضاً ص ۶۸۰

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ حضرت مخدوم کی مجالس میں ہمیشہ درس حدیث جاری رہتا، صحاح ستہ مشکوٰۃ مصابیح اور مشارق الانوار کا باقاعدہ درس ہوتا، عوارف المعارف کے اسباق کی تشریح ہمیشہ قرآن و حدیث کی روشنی میں کی جاتی۔ نماز پنجگانہ، تہجد، اشراق، چاشت روزہ، تراویح، سحری، شب قدر، طعام غرض ان جملہ معاملات میں ہمیشہ اتباع سنت کا خیال رہتا۔

حضرت مخدوم کا ارشاد ہے کہ جو شخص گفتار و کردار و رفتار میں متبع سنت نہیں ہے وہ ولی نہیں ہے اور فرماتے ہیں کہ سنت کی احتیاط ایسی کرنی چاہیئے کہ موت کی حالت میں بھی سنت کے اتباع میں کمی نہ ہو[1] حضرت مخدوم اتباع سنت پر ہمیشہ زور دیتے اور ان آیات و احادیث کا اکثر وعظ فرماتے، جن میں اتباع و فضائل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے[2]

ایک مرتبہ فرمایا کہ خانہ کعبہ کی راہ بہت دور ہے، بس جو شخص خانہ کعبہ کی زیارت کرے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے کرے ایسی صورت میں وہ خدا کے مقربین میں سے ہو جاتا ہے اور جو نفس کے لئے زیارت کرتا ہے وہ خدا سے دور ہو جاتا ہے اسی طرح جو ذکر کیا جائے وہ خدا کی دوستی کے لئے ہو نفس کے لئے نہ ہو۔

مجاہدہ کی تشریح کرتے ہوئے ایک مرتبہ فرمایا کہ مجاہدہ، نفس کو لذائذ سے روکتا ہے، لذائذ میں کھانے پینے، پہننے، سننے اور دیکھنے کی چیزیں اور عورتیں بھی شامل ہیں[3]

ایک مرتبہ فرمایا ان تین طرح لوگوں سے محترز رہنا چاہیئے۔

۱۔ جابر، جو حق سے غافل ہیں اور جبر و معصیت کرتے ہیں۔

۲۔ ایسے عالم، جو علم دنیا کے حصول کے واسطے پڑھتے ہیں۔

۳۔ کمبل پوش جاہل، جو دین کے چور اور مسلمانوں کے رہزن ہیں[4]

ایک موقع پر کسی مرید نے حضرت مخدوم کو قطب عالم، الشیخ الشیوخ اور سید السادات کہا تو آپ نے اس کو منع کیا اور کہا کہ گدائے عالم کہو[5]

ایک شخص حج کو گیا واپس آنے کے بعد تشریف کی اور شہرت دی تو حضرت مخدوم نے فرمایا کہ عبادت کا اخفاء بہتر ہے[6]

---

[1] الدر المنظوم ص ۵۹۷ [2] ایضاً ص ۶۶۲ تا ۶۶۳ [3] الدر المنظوم ص ۴۳۹ تا ۴۴۰

[4] الدر المنظوم ص ۴۴۷ - ۴۴۸ [5] ایضاً ص ۴۵۳ [6] ایضاً ص ۴۷۲

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ایک موقع پر فرمایا جس وقت قرآن کی سورت پڑھو تو اعوذ اور بسم اللہ پہلے پڑھو۔[۱] جب قرآن کریم یا تفسیر کا مطالعہ کرو تو تعظیم کرو یہ نہیں کہ جب ذکر یا عبادت سے تھک گئے تو اس وقت قرآن کریم کی تلاوت کرنی شروع کردی، یہ تو ایسا ہوا جیسے کوئی سیر و تفریح کو جائے۔[۲]

فرمایا عالم بغیر عمل کے جاہل ہے اور جو عالم اپنے علم پر عمل نہ کرے وہ شیطان کا مسخرہ ہے۔[۳]

ایک مرتبہ مخدوم نے فرمایا[۴]

علی الاوام باید کہ نفس خود را نصیحت گر باشد تا سعادت ہر دو جہاں یابد و سنت پیغمبر علیہ السلام متابعت کند تا سعادت و کرامت سرمدی یابد

(سالک کو) چاہیئے کہ ہمیشہ اپنے نفس کو نصیحت کرتا رہے دونوں جہاں کی نیک بختی حاصل ہو پیغمبر علیہ السلام کی سنت کی پیروی کرے تاکہ سرمدی سعادت و کرامت حاصل ہو۔

سماع حضرت مخدوم سماع کے متعلق سخت، احتیاط فرماتے تھے اور مشروط طور پر اس کی اجازت دیتے تھے ایک مرتبہ چند قوال مخدوم کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور کچھ اشعار پڑھے جب تالیاں بجانی چاہیں تو حضرت مخدوم نے منع کر دیا اور فرمایا کہ چاروں (فقہی) مذاہب میں منع ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ سماع میں اختلاف ہے اس شخص کے لئے مباح ہے جو اس کی اہلیت رکھتا ہو۔ السماع لا ھلہ مباح۔[۵]

ایک مجلس میں حضرت مخدوم پہنچے وہاں کچھ قوال گا رہے تھے۔ حضرت مخدوم نے درج ذیل اشعار پڑھنے کے لئے کہا[۶]

بنمائے لقائے خود بمہجور ؛ مشتاق توام نہ طالب حور

۱؎ ایضاً ۵۰۵ ۲؎ ایضاً ۵۲۱ ۳؎ ایضاً ۵۳۵ ۴؎ سفرنامہ (مکتوبات مخدوم جہانیاں جہاں گشت) (قلمی) مرتبہ تاج الدین احمد بن معین سیاہ پوش (مخزونہ سبحان اللہ کلیکشن، مسلم یونیورسٹی لائبریری، علی گڑھ) نمبر ۱۶

۵؎ الدر المنظوم ص ۷۹۸ ۶؎ ایضاً ص ۸۰

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

من عاشق دردستم نہ فردوس ؛؛ من تشنہ ساقیم نہ کا ثور

شیدائے تو ہر کجا کہ عاقل ؛؛ رسوائے تو ہر کجا کہ مستور

گر مے کشی بکش بیکبار ؛؛ تا چند ز خویش داریم دور

ایک موقع پر ایک عزیز نے پوچھا کہ سماع کس سبب سے منع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو مروی ہے کہ آپ نے دو بیتیں رباعی کی سنی ہیں۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے غیر صحیح ہے بطریق احتمال اور احتمال کا ترک کرنا واجب ہے اور فرمایا ہاتھ پر ہاتھ نہیں مارا ہے[1]

حضرت مخدوم کے حضور میں ایک شخص گانے بجانے لگا تو فرمایا کہ منع کرو درست نہیں ہے جس وقت گانے والے پہنچے تو ان کو بھی منع کر دیا، جب وہ گانے لگے تو ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے[2]

ایک عزیز کے سوال کے جواب میں حضرت مخدوم نے فرمایا کہ مزامیر کا بجانا اور اس کا سننا گناہ ہے اور طبل کا بجانا بھی گناہ ہے۔ مگر لڑائی اور قافلہ میں اجازت ہے، اسی طرح دف کا بجانا بھی روا نہیں ہے۔ مگر نکاح کے وقت دف بجانا درست ہے، البتہ قضاۃ، ائمہ اور صاحب اخبار حضرات کے حق میں یہ بھی منع ہے[3]

شریعت وطریقت حضرت مخدوم شریعت وطریقت کو کبھی جداگانہ حلقوں میں تقسیم نہ کرتے تھے، طریقت عین شریعت ہے۔ بغیر شریعت کی پابندی کے طریقت کوئی چیز نہیں ہے۔ حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ طریقت سالک کے واسطے ایک سیدھی راہ ہے، شریعت سے نکالی گئی ہے جیسے کسی چیز کا مغز اور خلاصہ کھینچ لیتے ہیں۔ مثلاً گیہوں سے میدہ نکالتے ہیں کہ میدہ کی اصل وہی گیہوں ہے، شریعت توحید و معاملات کا بیان ہے اور طریقت معاملات کی تحقیق کا طلب کرنا ہے۔ طریقت وصاف باطن یعنی صفائی ضمیر و تہذیب اخلاق کے ساتھ اعمال ظاہر کا آراستہ کرنا ہے۔

سالک کو ان چوبیس باتوں یعنی رغبت دنیا، ہوا، ریا، جفا، شرک خفی، حسد، غسل، غش، غضب، بغض، کینہ، خصومت، تکبر، عجب، حرص، رغبت، طمع، منزلت، ریاست، شوکت، جاہ قبول اور ثنا سے علیحدہ رہنا چاہیئے، ایک دوسرے مقام پر حضرت مخدوم فرماتے ہیں کپڑے کو نجاست

---

[1] الدر المنظوم ص ۲۷۶ [2] ایضاً ص ۱۶۲ [3] ایضاً ص ۲۹۵

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سے اور بدن کو معصیت سے محفوظ رکھنا شریعت اور دل کو کدورت بشریت سے محفوظ رکھنا طریقت اور فنائے خدلی سے دل کو محفوظ رکھنا حقیقت ہے۔ منہ قبلہ کی طرف لانا شریعت اور حق کی طرف رکھنا طریقت اور اس میں ملازم رہنا حقیقت ہے[1]

حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کا علم موروث اولیاء کرام کو نہیں پہنچتا ہے جب تک کہ انھیں فقہ و اصول فقہ و علم کلام کا علم نہ ہو علم طریقت درحقیقت علم شریعت پر موقوف ہے جب تک کہ شریعت کو خوب نہ جانے گا تب تک طریقت و حقیقت کو کہ مرتبہ میں اس سے بڑھی ہوئی ہیں۔ کیا جانے گا، جب علم شریعت جان لیا تو انبیاء علیہم السلام کی اتباع و پیروی کرنے کو علم موروث پہنچے گا[2]

حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ علم کے تین اقسام ہیں علم اقوال یہ شریعت ہے علم افعال یہ طریقت ہے۔ علم احوال یہ حقیقت ہے

حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ طریقت شریعت سے مستخرج ہے، جیسے کہ دودھ سے خالص گھی نکلتا ہے، جب تک دودھ نہ ہو گا گھی کیونکر ہو گا، شریعت میں رخصت و حیلہ روا ہے اور طریقت میں حیلہ اور رخصت روا نہیں ہے، اصحاب شریعت کو ابرار اور ارباب طریقت کو مقربین کہتے ہیں[3]۔

شیخ کامل

حضرت مخدوم نے شیخ طریقت کے لئے تین چیزیں ضروری قرار دی ہیں ایک تو یہ کہ وہ تینوں علوم کا عالم ہو، علم شریعت، علم طریقت اور علم حقیقت دوسرے یہ کہ اس کے زمانہ کے بعض علماء اس سے تعلق کریں تیسرے یہ کہ وہ (اخلاق فاضلہ کو زندہ کرے اور نفس کو) مارے[4]۔

ایک مرتبہ قسم کھا کر حضرت مخدوم نے فرمایا کہ جاہل ہرگز شیخ نہیں ہوتا۔ مگر وہ دین کا چور اور مسلمان کا رہزن ہوتا ہے[5]

مرید کو پیر کا متبع ہونا چاہیئے کیونکہ شیخ کامل غیر مشروع کام ہرگز نہ کرے گا جس میں شریعت

---

[1] الدرالمنظوم ص ۱۲۱   [2] ایضاً ص ۵۶۸

[3] الدرالمنظوم ص ۶۶۲   [4] الدرالمنظوم ص ۳۱۱   [5] ایضاً ص ۲۴۰، ۳۲۰

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

طریقت اور حقیقت نہ ہو وہ ہرگز مقام مشائخ کو نہ پہنچے گا[۱] اس لئے کہ یہ مقام ارشاد کا ہے۔ جب تک خود نہ جائیں گے، دوسرے کو کب بتا سکیں گے، اگر کوئی صالح شخص ہو اور اس میں یہ تینوں علوم موجود نہ ہوں تو اس کو ولی نہ کہیں گے۔

صالحین کے دس شرائط ہیں:۔ (۱) روزہ رکھنا (۲) رات کو قیام کرنا (۳) موت کا یاد کرنا (۴) جنازہ کے ساتھ جانا (۵) قبرستان جانے کو لازم کرنا (۶) یتیموں کی سرپرستی کرنا (۷) بیماروں کی عیادت کرنا (۸) صدقہ دینا، سخاوت کرنا (۹) محبت اہل خیر کی (۱۰) ذکر کرنا۔ جو شیخ کہ جاہل ہو اور علم شریعت سے عاجز ہو وہ طریقت و حقیقت کو کیا جانے گا۔ ایسے شیخ سے تعلق کریں کہ علمائے زمانہ اس کے مرید و معتقد ہوں، یہ بڑا پرخطر راستہ ہے، اس میں بہت سے لوگ ہلاک ہو گئے ہیں، مشائخ پیغمبر کے نائب ہیں۔

تصوف کے تین مرتبے ہیں جب تک تینوں مجتمع نہ ہوں تصوف کامل نہ ہو۔

(۱) علم شریعت، علم طریقت اور علم حقیقت (۲) واسطہ (۳) موہبت من اللہ[۲] حضرت مخدوم۔ فرماتے ہیں کہ شیخ کی شرط یہ ہے کہ تینوں علوم شریعت، طریقت اور حقیقت کا عالم ہو، تفسیر، فقہ اور احادیث کا عالم ہو اس کے اسناد سماع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتے ہوں۔ ہر عالم شیخ نہیں ہوتا شیخ وہ شخص ہے جو کہ سالک طریقت ہو اور اس نے راہ سلوک میں محمود و مذموم کو دیکھا ہو[۳]

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ خلوت اختیار کرنا مسنون فعل ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غار حرا میں خلوت فرمائی ہے۔ سالک اگر خلوت اختیار کرے تو اس کو ثمرہ ولایت ملتا ہے[۴]

ایک موقع پر فرمایا کہ دین ایک ہے اور ایمان ایک ہے اور پیغمبر ایک ہے تو شیخ بھی ایک ہی ہونا چاہیئے اور دوسرے مشائخ سے اعتقاد رکھے اور اپنے شیخ کو بحسن اعتقاد بہتر جانے[۵]

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ[۶]

پیر را باید کہ در مرید بہ نظر شفقت	پیر کو چاہیئے کہ مرید پر شفقت کی نظر رکھے۔

---

[۱] ایضاً ص ۲۵۷ [۲] الدر المنظوم ص ۴۲۴ [۳] ایضاً ص ۳۰۷
[۴] الدر المنظوم ص ۵۷۴، ۶۸۹ [۵] ایضاً ص ۵۷۵ [۶] مقر نامہ (قلمی) نمبر ۲۷۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بپند و بصدق دست او گیرد تا ہر فعلے کہ ازو ظاہر گردد موافق و متابع شریعت باشد۔	اور سچائی کے ساتھ اس کی مدد کرے تاکہ جو کوئی فعل اس (مرید) سے صادر ہوئے وہ شریعت کے متابع اور موافق ہونا چاہیئے۔

سالک حضرت مخدوم سالک کے متعلق فرماتے ہیں کہ سالک کو چاہیئے گوشت کم کھائے۔ یعنی ہفتے میں ایک بار کھائے اور ریاضت کرنی چاہیئے۔ نفس بد کو راہ پر لائے۔ ریاضت کے چند شرائط یہ ہیں۔ کم بات کرنا، کم کھانا، کم سونا، لوگوں سے کم ملنا، سالک کو چاہیئے کہ ایسی غذا کھائے کہ تھوڑا کھانے سے سیر ہو جائے اور بار بار رفع حاجت کی ضرورت نہ ہو اور اسی طرح کم پانی پینا چاہیئے [۱]

سالک کو چاہیئے کہ اللہ کی امانت کو نگاہ رکھے آنکھ کی امانت یہ ہے کہ صرف دیکھنے کے لائق چیز کو دیکھے۔ ہاتھ کی امانت یہ ہے کہ صرف لینے کے لائق چیز کو لے، ناک کی امانت یہ ہے کہ صرف سونگھنے کے لائق چیز کو سونگھے، منہ کی امانت یہ ہے کہ صرف کھانے کے لائق چیز کو کھائے اور امانت دل کی یہ ہے کہ اپنے دل میں حق تعالیٰ کو جگہ دے اور غیر حق سے پرہیز کرے [۲]

سالک کو واجب ہے کہ حلال کھائے اور حلال پہنے کیونکہ اگر ایک دانہ حرام کا یا ایک تار حرام کا ہوگا، تو سلوک درست نہ ہوگا [۳] سالک جب کھانا کھائے تو چھوٹا لقمہ اٹھائے اور جلد جلد کھائے، پانی آہستہ آہستہ پیئے۔ سالک کو اول علم حاصل کرنا چاہیئے۔

مشائخ عجم کا یہ طریقہ ہے کہ جس وقت کوئی طالب آتا ہے اور اگر وہ عالم ہے تو مشائخ کبار اس کو خانقاہ میں حجرہ دیتے ہیں اور شغل کی اجازت دیتے ہیں اور اگر علم نہیں رکھتا ہے تو اول اس کو تحصیل علم کے لئے مدرسہ میں بھیج دیتے ہیں۔ جب وہ علم حاصل کر لیتا ہے تو پھر اس کو مشغول کرتے ہیں [۴]

سالک کو واجب ہے کہ جو کچھ کرے خدا کے واسطے کرے۔ اگر کھانا کھائے تو خدا کی عبادت کی نیت کرے، یہاں تک فرمایا کہ اگر پاخانہ میں جائے تو نیت کرے کہ جلد فارغ ہو جائے [۵]

---

[۱] الدر المنظوم ۲ ۵۱۸، ۵۱۹ [۲] ایضاً ۲ ۵۲۰ [۳] ایضاً ۲ ۸۲۶
[۴] ایضاً ۲ ۵۴۱ [۵] الدر المنظوم ۲ ۷۴۰

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

جس وقت سالک کا مقصد حل ہو جاتا ہے تو انوار اس کے باطن میں وارد ہوتے ہیں[1] سالک کو عالی ہمت ہونا چاہیئے مکاشفات کی طرف نظر نہ کرے اس کا مطلوب و مقصود تو حق تعالیٰ ہوتا ہے[2] جب تک سالک کا دل دنیا و عقبیٰ کی آلودگی بلکہ ماسوائے اللہ سے پاک نہ ہوگا اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل نہ ہوگی اور فرمایا[3]

قلب المومن حرم اللہ تعالےٰ فحرام علےٰ حرم اللہ تعالیٰ ان یلج فیہ غیر اللہ	مومن کا دل تو اللہ تعالیٰ کا حرم ہے، پس خدا کے حرم پر حرام ہے کہ اس میں غیر خدا داخل ہو۔

اور یہ آیت شریف پڑھی۔

قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا۔

ایک موقع پر سلوک کے بیان میں فرمایا کہ اول مبتدی سے خلوت کرائیں۔ سنت اور فرض کی بجا آوری کے بعد ذکر کرایا جائے یہاں تک کہ سارے ظلماتی حجاب دور ہو جائیں پھر نورانی حجاب آئے گا اس حجاب کے بعد آگے وصال ہے[4]

سالک کو خلوت میں کلمہ لا الٰہ الا اللہ کا ذکر کثرت سے کرنا چاہیئے۔ اس سے ترقی ہوتی ہے[5]۔ سالک کو اس بات پر غرور نہیں کرنا چاہیئے کہ اس کی طرف رجوع خلق زیادہ ہے سالک کے پاس جو کچھ آئے اس کو خرچ کر ڈالنا چاہیئے۔ سالک کو ہر حال میں ادب ملحوظ رکھنا چاہیئے[6] جب سالک بے ادبی کرتا ہے تو قبض ہو جاتا ہے، سالک کو کبھی بے وضو نہیں رہنا چاہیئے۔ سالک کو کم کھانا چاہیئے اور اکثر روزہ دار رہنا چاہیئے[7] سالک کو عالی ہمت ہونا چاہیئے۔ مکاشفات کی طرف نظر نہیں کرنی چاہیئے۔ اس کا مطلوب و مقصود حق تعالیٰ ہونا چاہیئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ عالی ہمتوں کو دوست رکھتا ہے۔

سالک کو یہ دس باتیں ضروری ہیں۔

۱۔ نفل پڑھ کر اللہ سے دوستی کرے۔

---

[1] ایضاً ص ۸۲۶ [2] ایضاً ص ۶۶ [3] الدر المنظوم ص ۴۹۶ [4] ایضاً ص ۵۹۱
[5] ایضاً ص ۵۹۸ [6] الدر المنظوم ص ۶۱۷ - ۶۱۹ [7] ایضاً ص ۶۶۵

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۲۔ تدبیر و تفکر کرنا چاہیئے پہلے اپنے نفس کو نصیحت کرے پھر خلق کو نصیحت کرے۔

۳۔ قرآن شریف کی تلاوت کثرت سے کرے۔

۴۔ قرآن کریم کے اوامر و نواہی کی رعایت کرے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کرے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ سے شرم کرے کہ وہ بندے کو ہر وقت دیکھتا ہے۔

۷۔ جو کچھ ملے اس کو خرچ کرے۔

۸۔ وصول رب کی کوشش کرے۔

۹۔ تھوڑے پر راضی رہے۔

۱۰۔ قناعت اختیار کرے۔[۱]

درویش کو علم سے بہرہ در ہونا چاہیئے۔ مخدوم فرماتے ہیں[۲]

درویشے کہ علم ندارد باید کہ در صحبت پیر خود یا صحبت دانش مند صالح باشد تا از راہ بے راہ نشود۔	جو درویش بے علم ہے اس کو چاہیئے کہ اپنے پیر کی صحبت میں یا کسی صالح دانش مند کی صحبت میں رہے تاکہ راہ سے بے راہ نہ ہو۔

ایک موقع پر مخدوم نے فرمایا[۳]

یکے از علامت قیامت آں است کہ علماء فاسق گردند و صوفیان جاہل باشند۔	قیامت کی ایک علامت یہ ہے کہ علماء فاسق ہوں گے اور صوفی جاہل ہوں گے۔

مخدوم نے فرمایا کہ صحابہ کرام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خلوت کی ضرورت نہ تھی، وہ تو صحبت مبارک نبوی کے ملازم و مصاحب رہے ہیں اور وہ ان لوگوں سے بہتر ہیں جو کہ خلوت اختیار کرتے ہیں، یہاں تک کہ اس خطاب سے مشرف ہوئے۔

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ وَاِنْ	میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں تم نے ان میں سے جس کسی کا اقتدار کیا راہ پالی اور اگر انکار کر دے گا اور

[۱] ایضاً ۳ ، ۶۶۰ [۲] خزانہ جلالی (قلمی) ۲ ، ۲۰ [۳] خزانہ جلالی ۲ ، ۳۴

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

انکی مخالفت اختیار کروگے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔	ابیتم عویتم

صحابہ کی ستاروں کی طرف نسبت کی گئی اس لئے کہ قافلہ شب کے چلنے والے ستاروں سے راہ کی سمت پاتے ہیں اور دریا میں بادبان باندھتے ہیں۔ اسی طرح امت کے لوگ دنیا کی تاریکی میں حورات کے مشابہ ہے۔ عاجز رہتے ہیں۔ اگر ان دین کے ستاروں سے راستہ لیں گے تو کبھی بے راہ نہ ہوں گے۔[۱]

سلوک بعض لوگ جب سلوک میں پہنچتے ہیں تو سنن و فرائض کے ساتھ کفایت کرتے ہیں اور نوافل و مستحبات کا ترک اختیار کرتے ہیں، یہ نقصان ہے کمال یہ ہے کہ جتنی قربت زیادہ ہو اتنی ہی اطاعت و عبادت بھی زیادہ ہونی چاہیئے۔[۲]

سالک کو چاہیئے کہ کتاب و سنت پر عمل کرے اور ادب کی محافظت کو نگاہ رکھے۔ کیونکہ بے ادب کسی مقام کو حاصل نہیں کرسکتا۔

حضرت مخدوم نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ کسی شہر میں ایک درویش بہت مشہور تھا، شیخ بایزید بسطامی اپنے دوستوں کے ہمراہ اس کی ملاقات کو گئے وہ درویش کسی غرض سے گھر سے باہر گیا۔ اس نے کعبہ مکرمہ کی جانب تھوک دیا۔ امام بسطامی اسی وقت مع دوستوں کے واپس ہو گئے اور اس سے ملاقات نہ کی، دوستوں نے پوچھا کہ آپ نے اس کی زیارت کا قصد فرمایا اور اس سے ملاقات نہ کی جواب دیا کہ میں نے اس سے سنت کی مخالفت دیکھی۔ پوچھا کہ وہ کیا مخالفت تھی؟ فرمایا کہ اس نے کعبہ کی طرف تھوکا اگر وہ ولی ہوتا تو ہرگز سنت کی مخالفت نہ کرتا۔ آدمی ولی نہیں ہوتا ہے جب تک کہ گفتار، کردار اور رفتار میں اپنے نبیؐ کا پیرو نہ ہو۔[۳]

حضرت مخدوم فرماتے ہیں[۴]

جو علم یا طاعت آج تجھے گناہوں سے باز نہیں رکھتی اور طاعت، عبادت، مجاہدہ اور نیکیاں شرع کے موافق نہیں ہیں تو یقین	علم و طاعتے امروز از معاصی ترا باز ندارد و در طاعت و عبادت و در مجاہدہ و در خیرات نیاورد، موافق شرع نزاکار نفرماید یقین و تحقیق

[۱] الدر المنظوم ص ۵۹۴ [۲] الدر المنظوم ص ۵۹۵ [۳] ایضاً ص ۵۹۶ [۴] مترنامہ (قلمی) نمبر ۱۱

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بداں کہ ایں چنیں علمے وطاعتے وعبادتے تراہیچ از عذاب فردائے قیامت باز ندارد۔	رکھ کہ ایسا علم اور ایسی طاعت تجھے کل قیامت کے روز عذاب سے باز نہ رکھ سکیں گے۔

ایک موقع پر حضرت مخدوم نے فرمایا[1]

باید کہ پیوستہ از صحبت ملوک و اغنیاء اجتناب نماید تا ثمرہ سالکان از خدائے عزوجل یابد ہر عالم و درویشے کہ مبتلا بہ نفس وہوا باشد او از جملہ معانی حقائق محجوب ماند۔	سالک کو چاہیئے کہ ہمیشہ ملوک و اغنیاء سے دور رہے تاکہ خدائے تعالیٰ سے اسے سالکوں کا پھل ملے۔ جو عالم اور درویش نفس وخواہشات میں مبتلا ہوتا ہے تو حقیقت کے رموز و اسرار سے وہ دور رہتا ہے۔

سالک کو چار چیزوں کے بغیر معرفت حاصل نہیں ہوتی ہے۔ ان چیزوں کا خیال رکھنا چاہیئے مقر نامہ میں تحریر ہے[2]

اول آنکہ دروغ نگوید دوم غیبت نگوید در ملاء وخلاء سوئم ہر مخلوقے را نیا زارد چہارم درہمہ چیزہا امین گردد۔	اول جھوٹ نہ بولے دوسرے غیبت ظاہری پوشیدہ طور سے نہ کرے تیسرے مخلوق کو آزار نہ پہنچائے چوتھے ہر معاملہ میں امانت کو نگاہ رکھے۔

حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ سلوک کی چار منزلیں ہیں، پہلی منزل ناسوت ہے دوسری منزل ملکوت ہے، تیسری منزل جبروت ہے اور چوتھی منزل لاہوت ہے۔ ناسوت حیوانات کا عالم ہے، ملکوت فرشتوں کا عالم ہے جبروت روح کا عالم ہے، لاہوت بے نشان عالم یعنی لامکان ہے[3]، ناسوت نفس کی صفت ہے اور ذمیمہ ہے جس وقت یہ صفت محو ہو جاتی ہے تو سالک ملکوت کی منزل میں پہنچتا ہے جب سالک اس عالم سے گزر جاتا ہے تو عالم جبروت میں پہنچتا ہے اور یہ خاص روح کی صفت ہے اور ذات الٰہی سے قریب ہے۔ آخری منزل لاہوت ہے[4]

صفات مرید حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ طالب کو چاہیئے کہ ایک شیخ کا مرید ہو ورنہ اصلاح نہ ہوگی[5]۔

---

[1] مقر نامہ ۱۶-۱۸ [2] ایضاً نمبر ۲۱ [3] الدر المنظوم ص ۲۸۶ [4] ایضاً ص ۱۸۷
[5] الدر المنظوم ص ۲۸۵

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

خرقۂ تصوف خرقۂ صحبت ہے اور اس کو خرقۂ ارادت بھی کہتے ہیں۔ سارے صحابۂ کرام نے صحبت کا خرقہ پہنا ہے اور وہ خرقۂ ارادت ہے۔ ارادت طلب خدا کو کہتے ہیں اور شیخ کی سب سے کم صحبت ایک چلہ ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے۔ پہلے زمانے کے مشائخ کے اتنے یا تو مرید ہوتے تھے اب ہزار ہوتے ہیں اور صحبت ایک بھی نہیں کرتا ہے، پس مرید کو شیخ کی صحبت میں کچھ دنوں رہنا چاہیئے۔[1] مرید شیخ کے افعال کی پیروی کرے اگر یہ دولت میسر نہ آوے تو جو اوراد کہ پیر سے مروی ہیں ان ہی پر عمل کرے اگرچہ وہ تھوڑا ہو خود کوئی چیز اختیار نہ کرے۔[2] مرید کو چاہیئے کہ ایسا پیر طلب کرے جو پختہ، مشفق، کاردیدہ اور آفات راہ کا پہچانا ہوا ہو اور اس کی صحبت میں رہے مرید کے لئے شیخ مثل بدرقہ کے ہے کہ رہبری کرتا ہے اور مرید کو شیخ کی صحبت میں رہنا چاہیئے۔ شیخ سے کامل ارادت ہونی چاہیئے، اور ارادت طریقت میں ایسی ہی ہے جیسے عبادت میں نیت ہوتی ہے۔[3] طالب کو عالی ہمت ہونا چاہیئے، مرید کو شیخ کی پیروی کرنی واجب ہے۔[4] طالب کو شریعت کا پورا پورا اتباع کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد اس کو طریقت کا راستہ ملے گا اور جب طریقت سے عہدہ برآ ہو جائے گا تو حقیقت کی منزل کو پہنچے گا۔[5] طالب کو عذر نہیں کرنا چاہیئے۔[6] طالب ہمیشہ گناہوں سے احتراز کرے۔ حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ مرید "مصاحب" کو کہتے ہیں، اگر شیخ کی مصاحبت کا موقع نہ ملا ہو تو اس کو "متعلق" کہتے ہیں۔[7]

سرزمین ہند پاکستان حضرت مخدوم نے ایک روز دوران گفتگو میں فرمایا کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے بعد (ہند پاکستان) کی زمین عظمت والی ہے جیسا کہ کتاب[8] میں ہے۔[9]

پہلے جس زمین نے حضرت آدم علیہ السلام کا قدم چھوا وہ یہی ہند پاکستان کی زمین تھی اور خضر علیہ السلام کو ہند پاکستان میں بہت	اول ارض مسها قدم النبی آدم هی الهند وادراك الخضر علیه السلام فی الهند کثیر وکثیر الابدال

---

[1] ایضاً ص ۳۲۸ [2] ایضاً ص ۲۱۵ [3] ایضاً ص ۲۷۰ [4] ایضاً ص ۹۴
[5] الدر المنظوم ص ۲۷۰ [6] ایضاً ص ۹۴ [7] ایضاً ص ۲۰۵ [8] ملفوظات میں کتاب کا نام نہیں دیا ہے۔ [9] الدر المنظوم ص ۹۳

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

فی الھند والحجر الاسود محاذی الھند وھو افضل ارکان الکعبۃ۔

پاتے ہیں اور ہند پاکستان میں ابدال زیادہ آئے ہیں اور حجر اسود مقابل ہند پاکستان کے ہے جو ارکان کعبہ میں سب سے افضل ہے۔

دہلی کے قیام کے زمانہ میں ایک مرتبہ شیخ الاسلام سے بھی اسی گفتگو کو دہرایا تو انھوں نے کہا کہ آپ ہندوستان (ہند پاکستان) کو کیوں فضیلت دیتے ہیں، آپ اور میں تو یہاں کے نہیں ہیں مخدوم نے فرمایا کہ میں نے حجاز عرب میں ایسا ہی سنا ہے میں اپنی طرف سے نہیں کہتا ہوں[1]

عمل کے بغیر نسب بیکار ہے

حضرت مخدوم مسلم معاشرہ کی استواری اور یک جہتی کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ نسل و نسب کے ظاہری دعوٰں کو مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ ہر وقت ان کے سامنے قرآنی حکم ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم رہتا تھا۔ حضرت مخدوم نے اپنے ملفوظات میں اکثر جگہ واضح طور سے لکھا ہے کہ بغیر عمل کے نسب بیکار ہے اور نسب پر اترانا نہیں چاہیئے۔

ایک روز حضرت مخدوم کی خدمت میں ان کے پوتے حامد بن محمود قرآن شریف پڑھ رہے تھے اور قصہ نوح علیہ السلام کی آیت کا سبق تھا حضرت نے اس آیت کے معنی اور تفسیر بیان فرمائی کہ کس طرح نوح علیہ السلام کا سرکش بیٹا کنعان غرق ہوا اور اس کو اس کے نسب نے کچھ فائدہ نہ دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم۔

جس وقت صور پھونکا جائے تو نسب بیکار ہو جائیں گے۔

پھر ارشاد فرمایا۔

من ابطا بہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ۔

جس شخص کو اس کے عمل نے پیچھے ڈال دیا تو نسب اس کارہائی نہ دے گا۔

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ آل اصل میں اہل تھا تصغیر اس کی اہیل آتی ہے یہ اس کی اصل پر دلیل ہے[2]

---

[1] الدر المنظوم ص ۴۴۶ [2] الدر المنظوم ص ۴۹۴ - ۴۹۵

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ایک مرتبہ عوارف المعارف کے سبق کے دوران میں یہ حدیث آئی۔

قولہ علیہ الصلوۃ والسلام ترکت بعدی الکتاب وعترتی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے بعد کتاب اور اپنی سنت چھوڑی ہے۔

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ کتاب سے قرآن کریم مراد ہے اور عترت سے سنت (احادیث) مراد ہے اور احادیث اس لئے کہ کتاب اللہ کے بعد احادیث کا درجہ ہے عبدالرحمٰن ظفاری اور خواجہ محمد ظفاری نے عرض کیا کہ والعترۃ الاولاد، کہ عترت کے معنی تو اولاد کے ہیں۔ مخدوم نے فرمایا کہ میں نے اپنے مشائخ سے اسی طرح سنا ہے لے

ایک روز ایک شخص حضرت مخدوم کی خدمت میں آیا اور کپڑا طلب کیا اس وقت کپڑا موجود نہ تھا۔ انہوں نے لحاف منگوایا اور اسے ادھیڑ کر کپڑا اس شخص کو دے دیا اور کہا کہ روئی بیچ کر خانقاہ کے خرچ میں کرلی جائے، جس پر خادم نے کہا کہ حضرت مخدوم کو کس قدر شفقت ہے۔ اور یہ آیت پڑھی وما ارسلنک الا رحمۃ العالمین۔ حضرت مخدوم نماز نفل شروع کرچکے تھے، نماز توڑ دی اور فرمایا کہ یہ آیت خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے، ان ہی کو خطاب ہے آپ کی اولاد اس میں داخل نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ نے "وما ارسلنک واولادک" نہیں فرمایا۔ اور اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن حسن بصریؒ، زین العابدین بن حسینؓ کے پاس گئے۔ حضرت زین العابدین خانۂ کعبہ کا طواف کر رہے تھے گریہ جاری تھا۔ یہاں تک کہ آپ بے ہوش ہوکر گر پڑے جب ہوش میں آئے تو حسن بصریؒ نے عرض کیا کہ رسول اللہ کے فرزند آپ کیوں روتے ہیں آپ کے اور آپ کے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان آپ کے والد حسین بن علیؓ ہیں۔ زین العابدین نے جواب دیا کہ اے حسن! کیا تو قرآن کو بھول گیا اور یہ آیت پڑھی "فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم" حسن بصریؒ خاموش ہوگئے، حضرت مخدوم نے فرمایا کہ ہمیں زین العابدینؒ کی متابعت کرنی چاہیئے۔ ؎

فضیلت صحابہ حضرت مخدوم صحابہ کرامؓ کی محبت سے سرشار تھے۔ صحابہ کرام کے تواتر و تعامل

لے الدر المنظوم ۵۲۵ ؎ الدر المنظوم ۶۸۷ - ۶۸۸

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

پر خاص نظر رکھتے تھے، تراویح میں قرآن کریم رمضان کی ستائیسویں شب کو ختم کرتے تھے کیونکہ صحابہ کرام کا معمول تھا۔[۱] مخدوم کا ارشاد ہے کہ صحابہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ ہیں اس لئے ہمیں ان کی اتباع کرنی چاہیئے۔[۲]

خزانہ جلالی کا چودھواں باب فضیلت صحابہ اور اہل بیت میں قلم بند کیا گیا ہے۔ حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ عشرۂ مبشرہ اہل جنت سے ہیں۔ انہوں نے درخت کے نیچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی اور آنحضرت نے ان کو جنت کی بشارت دی اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رض
۲۔ حضرت عمر فاروق رض
۳۔ حضرت عثمان غنی رض
۴۔ حضرت علی مرتضیٰ رض
۵۔ حضرت طلحہ رض
۶۔ حضرت زبیر رض
۷۔ حضرت سعد رض
۸۔ حضرت سعید رض
۹۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رض
۱۰۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رض

اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا انکار نہیں کرنا چاہیئے۔[۳]

حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین انسان حضرت ابوبکر صدیق رض ہیں پھر حضرت عمر فاروق رض پھر حضرت عثمان غنی رض اور پھر حضرت علی مرتضیٰ رض۔ صحابہ کرام کا ذکر عیب وطعن سے نہیں کرنا چاہیئے۔ ان کو بھلائی سے یاد کرنا چاہیئے۔[۴]

حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی سے بیزاری کا اظہار نہیں کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم وان ابیتم غویتم۔	میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں تم نے ان میں سے جس کسی کا اقتدا کیا راہ پائی اور اگر انکار کروگے اور انکی مخالفت کروگے تو گمراہ ہو جاؤگے۔

احادیث میں صحابہ کرام کے بہت فضائل ہیں اور ہم سارے اصحاب کو دوست رکھتے ہیں۔ ہم کسی صحابی

---

۱ الدر المنظوم ص ۲۷۸، ۲۷۹ ۲ ایضاً ص ۲۸۳ ۳ و ۴ الدر المنظوم ص ۲۲۰

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سے بیزار نہیں ہیں اور ان کی متابعت و پیروی کرتے ہیں[۱]

حضرت مخدوم نے عقائد نسفی کے سبق کے دوران میں فرمایا کہ "صدیق" فعیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس کے اشتقاق کی دو وجوہ بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ خدا کی یاد کثرت محبت و صدق سے کی جائے اور دوسری وجہ کثرت تصدیق بیان کی جاتی ہے، اس کے بعد فرمایا کہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں یہ دونوں وجہیں موجود تھیں کثرت محبت بھی تھی اور کثرت تصدیق بھی، حضرت ابوبکر جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے تھے اس کا انکار نہ کرتے تھے،

دہلی کے قیام کے دوران شیخ الاسلام نے حضرت مخدوم سے دریافت کیا کہ وہ چار عورتیں جو ساری عورتوں سے بہتر ہیں کونسی ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔

۱۔ حضرت حوا ۲۔ حضرت مریم ۳۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ ۴۔ حضرت فاطمہ۔ شیخ الاسلام نے قصیدۂ لامیہ کا یہ شعر پڑھا۔

وللصدیقۃ الرجحان فاسمع علی الزہراء فی بعض الخصال

اور پوچھا کہ حضرت عائشہؓ کو حضرت فاطمہؓ پر کیوں فضیلت ہے تو مخدوم نے فرمایا کہ حضرت عائشہ کو حضرت فاطمہ پر علم واجتہاد کی بنا پر فضیلت ہے، حضرت عائشہ نے چند مسائل میں اجتہاد فرمایا ہے۔[۲]

حضرت مخدوم سے منسوب سفرنامے میں ایک واقعہ درج ہے کہ حضرت کسی شہر میں تشریف لے گئے اور وہاں کے باشندوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیں تو حضرت مخدوم نے ان کو قائل کر دیا اور وہ سب تائب ہو کر حضرت کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ مخدوم فرماتے ہیں[۱]

میں نے کہا کہ یہ مناسب نہیں ہے، حضرت امیر معاویہ بھی اصحاب کرام میں سے ہیں

یہ سن کر وہ مجھ سے جھگڑ پڑے اور جنگ و جدال کی نوبت آگئی۔ بری بھلی باتیں انہوں

---

[۱] ایضاً ص ۶۳۔ ۶۴، ۵۹۴ [۲] ایضاً ص ۸۴۴

[۱] مکمل سفرنامہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت (لاہور ایڈیشن)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

نے کہنی شروع کیں، آخر کار میں ہی جیتا، ان میں سے ایک شخص فاضل، عالم، منصف اور حاکم تھا۔ اس نے میری اور ان کی گفتگو میں تمیز کر کے انہیں الزام دیا اور جھوٹا قرار دیا اس کے بعد سب لوگ تائب ہوئے۔ قرآن شریف یا حدیث میں کہیں اس بات کا حکم نہیں آیا ہے کہ کسی صحابی پر لعنت و ملامت کرو۔

پس جو شخص اللہ کے حکم کے خلاف کرے اور نامناسب باتیں کہے وہ بڑا گنہگار ہے میں نے کہا کہ توبہ کرو اگر صبر نہیں کر سکتے ہو تو یزید اور دوسروں پر لعنت نہ کرو۔ جب انہوں نے یہ سچی بات سنی اور سمجھی تو توبہ کی اور اہل سنت و جماعت کا مذہب اختیار کیا اور اس دعاگو کے خاندان کے محب بن گئے اور رافضی گروہ سے بالکل تائب ہوئے۔

ارشادات حضرت مخدوم

۱۔ مصیبت پر نوحہ و فریاد کرنا درست نہیں[۱] (۲۴۵ء)

۲۔ خدا کے سوا کسی دوسرے سے حاجت طلب نہیں کرنی چاہیئے (۲۵۹ء)

۳۔ بحق (فلاں) کہنا بر طریق کرم ہے نہ بر طریق وجوب اور عوام کے لئے بحق کہنا منع ہے (۳۸۱ء)

۴۔ نماز جنازہ غائبانہ مذہب حنفی میں درست نہیں ہے (۳۸۲ء)

۵۔ اعتکاف تزکیہ نفس کے واسطے ہوتا ہے (۳۸۳ء)

۶۔ صدیق صیغہ مبالغہ ہے اور اس کی دو وجہ اشتقاق ہیں۔

(ا) ھو ذکر المحبۃ (ب) ھو کثرۃ التصدیق

اور فرمایا کہ حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں دونوں چیزیں موجود تھیں۔ کثرت محبت بھی تھی اور کثرت تصدیق بھی (۴۱۸ء)

۷۔ مہر کو نیچے نہ رکھنا چاہیئے کہ ممنوع ہے کیونکہ اس میں حروف کے نقش ہوتے ہیں (۴۰۴ء)

۸۔ رمضان میں ایک زائر پھول لایا تمام حاضرین کو سونگھنے کا حکم دیا کہ مخالفت روافض ہو کیونکہ وہ پھول کا سونگھنا ناقض صوم جانتے ہیں۔ (۴۲۱ء)

---

[۱] یہ تمام حوالے الدر المنظوم کے صفحات کے دیئے گئے ہیں۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۹۔ صبح میں سونا مکروہ ہے، اس سے تین چیزیں تنگیٔ عیش، کوتاہی عمر اور قلت معاش پیدا ہوتی ہیں (ص ۱۸۲)

۱۰۔ تقویٰ کے تین اقسام ہیں۔
(۱) تقویٰ عام کہ کفر، گناہ اور بدعت سے بچنا چاہیئے۔
(۲) تقویٰ خاص کہ لایعنی باتوں سے پرہیز کیا جائے۔
(۳) تقویٰ خاص الخاص کہ ماسوائے اللہ سے پرہیز کیا جائے (ص ۱۹۹)

۱۱۔ ہاتھوں کا چومنا اگر طمع کے واسطے ہو تو مکروہ ہے اور اسلام کی تعظیم کے لئے ہو تو درست ہے (ص ۲۸۵)

۱۲۔ فانکحوا ما طاب کی تفسیر کے بیان میں روافض کا رد کیا اور فرمایا کہ صحیح مذہب اہل سنت وجماعت کا ہے کہ چار عورتیں مراد ہیں (ص ۳۴۴)

۱۳۔ جب سالک میں بے ادبی آجاتی ہے تو وہ محجوب ہو جاتا ہے (ص ۳۷۲)

۱۴۔ قیامت کے دن نسب نفع نہ دیں گے اس دن اعمال کام آئیں گے اور فرمایا کہ سیدوں کو سیادت نفع نہ دے گی جب تک کہ عمل صالح نہ ہو (ص ۳۲۷)

۱۵۔ نسب پر فخر نہ کرنا چاہیئے اور عمل کی کوشش کرنی چاہیئے، قیامت کے دن جب صور پھونکا جائے گا تو نسب منقطع ہو جائیں گے (ص ۶۸۸)

۱۶۔ انسان کو چاہیئے کہ سعی و کوشش کرے صرف نسب پر کفایت نہ کرے اور دین کے کام میں ناز نہ کرے (ص ۳۳۸)

۱۷۔ غلام کے ساتھ سختی نہیں کرنی چاہیئے اور اس کو وہی کھلائے جو خود کھائے (ص ۵۷)

۱۸۔ فضائل صحابہ میں فرمایا ہے کہ ان کے فضائل میں حدیثیں بہت ہیں، ہم سارے صحابہ کو دوست رکھتے ہیں اور کسی ایک صحابی سے بیزار نہیں ہیں اور ہم ان کی اقتدار کرتے ہیں اور رافضی صحابہ کو دشمن رکھتے ہیں (ص ۶۳، ۶۴)

۱۹۔ قریشی صحیح لفظ نہیں ہے، صحیح لفظ قرشی ہے، قریش ایک دریائی مچھلی کا نام ہے جو غلیظ ترین مچھلی ہے اور عرب والے جب کسی کو گالی دیتے ہیں تو قریشی کہتے ہیں اور جب قبیلہ قریش کی طرف

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

نسبت کرتے ہیں تو قریشی کہتے ہیں (۲ ۲۰۸)

۲۰۔ جس شخص میں بزرگی و کمال ہوتا ہے وہ تواضع اور انکسار اختیار کرتا ہے اور جو اس سے عاری ہوتا ہے وہ کبر و عجب اختیار کرتا ہے (۲ ۵۱۰)

۲۱۔ عالم کو عامل ہونا چاہیئے جو عالم کہ اپنے علم پر عمل نہ کرے تو مسخرہ ہے (۲ ۴۲۷)

۲۲۔ جس دن کہ نافرمانی نہ کی جائے وہ دن عید ہے (۲ ۲۳۴)

۲۳۔ انسان جو کام کرے خدا کی دوستی کے لئے کرے (۲ ۴۳۸)

۲۴۔ بغیر علم کے خلوت اختیار نہیں کرنی چاہیئے (۲ ۴۴۷)

۲۵۔ تین آدمیوں سے ڈرنا چاہیئے۔

(۱) جاہل پیر (۲) جابر حاکم (۳) دنیادار عالم

۲۶۔ سویم کے روز میت کی قبر کے پاس شربت و برگ و میوہ لے جاتے ہیں، سپارہ خوانی کرتے ہیں یہ سب مکروہ ہے بلکہ اور چیزیں بھی کرتے ہیں لیکن اگر ایک لاکھ بار کلمہ پڑھ کر ثواب بخشیں تو میت کی مغفرت کا سبب ہووے (۱ ۶۲۷، ۶۳)

۲۷۔ خط کا جواب دینا سلام کے جواب کی طرح ضروری ہے (۲ ۴۹۱)

۲۸۔ نفس عارضی حظ اور لذت کو چاہتا ہے (۲ ۴۹۳)

۲۹۔ بعض اولیاء اللہ بعض تقدیرات پر اطلاع پاتے ہیں (۲ ۵۰۵، ۵۳۴)

۳۰۔ جو بزرگ اور صاحب کمال ہے اسے تواضع اختیار کرنی چاہیئے (۲ ۵۱۰)

۳۱۔ جس کو اجتہاد کا درجہ حاصل ہے اس کو قرآن کریم کی تفسیر کرنی چاہیئے (۲ ۵۴۱)

۳۲۔ عالم وہ ہے جو عامل ہے ورنہ پھر وہ جاہل ہے۔

۳۳۔ ولی کی پہچان یہ ہے کہ وہ گفتار و کردار و رفتار میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرو ہو۔

۳۴۔ قیامت کے دن فرزندوں کو ماؤں کی طرف نسبت کریں گے اس میں دو قول ہیں۔

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے (۲) ولد الزنا کے راز افشا نہ ہونے کی وجہ سے (۱۵/۶۷)

۳۵۔ جس وقت طالب کمال کو پہنچتا ہے تو سوائے خدا کے اور کوئی دل میں نہیں رہتا ہے

۳۶۔ دعائیں قضائے مبرم کو بدل دیتی ہیں (۲ ۶۲۴)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۳۷۔ سالک کے واسطے ذخیرہ کرنا جائز نہیں ہے۔ (۲ ۶۲۵)

۳۸۔ سالک بے ادبی کرتا ہے تو قبض ہو جاتا ہے۔ قبولیت عمل کے لئے تقویٰ شرط ہے (۲ ۶۷۱)

۳۹۔ وضو فصل ہے اور نماز وصل ہے (۲ ۶۹۲)

۴۰۔ ادب ظاہر، ادب باطن کی علامت ہے (۲ ۶۱۲)

۴۱۔ محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تم سے محاسبہ کیا جائے (نمبر ۹)[1]

۴۲۔ ایسا علم ہونا چاہیئے کہ جس پر عمل ہو سکے اور وہ آخرت میں مفید ہو (نمبر ۱۲)

۴۳۔ اتنا علم حاصل کرنا چاہیئے جتنے پر عمل ہو سکے (نمبر ۲۶)

۴۴۔ عالم کامل، طبیب حاذق ہے (نمبر ۳۲)

۴۵۔ ہر حال میں قناعت کرنی چاہیئے (نمبر ۳۹)

---

[1] آخر کے پانچ ارشاد مقر نامہ سے ماخوذ ہیں اور حوالہ میں مقر نامہ کے سلسلہ کے نمبر دیئے گئے ہیں۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

باب ہفتم

درس وتدریس

حضرت مخدوم کی مجلس مبارک میں علوم ومعارف کے رموز وغوامض حل فرمائے جاتے تھے درس وتدریس کا باقاعدہ انتظام تھا، دور ونزدیک سے طلبہ "مدرسہ جلالی" میں آکر تعلیم حاصل کرتے تھے، نامور عالم وواعظ مطالب قرآن واحادیث حل کرتے تھے۔ مریدین ومعتقدین باالتزام تفسیر وحدیث اورکتب تصوف کا درس لیتے تھے، خاص مریدوں کے لئے تہجد ورنہ عموماً فجر کے بعد حضرت کا درس شروع ہوتا تھا جیساکہ علاء الدین مرتب جامع العلوم نے خود اپنے بارے میں ذکر کیا ہے۔[۱]

حضرت مخدوم عام طور سے تفسیر کشاف کی بجائے تفسیر مدارک کو ترجیح دیتے تھے کیونکہ کشاف کا مؤلف علامہ زمخشری معتزلی تھا اور حضرت کے یہاں تفسیر مدارک داخلِ نصاب تھی۔[۲] حضرت کے پوتے حامد بن محمود نے قرآن کریم حضرت مخدوم سے پڑھا اور ساتوں قرائتیں سیکھیں، حضرت مخدوم ساتوں قرائتوں کے قاری تھے، انہوں نے علم قرأت مکہ ومدینہ میں سیکھا تھا۔ حضرت مخدوم سے اوچ کی بعض مستورات نے قرأت سیکھی تھی۔[۳] حضرت مخدوم کے یہاں حدیث کا باقاعدہ درس ہوتا تھا معمول یہ تھا کہ حدیث کی قرأت کے بعد صرف ونحو کے مطابق تشریح کی جاتی تھی، پھر مشکل لغات کی شرح ہوتی اس کے بعد حل مطالب فرماتے تھے۔[۴] بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد اور مصابیح

---

[۱] الدر المنظوم ص ۲۸۵، ۲۹۰، ۲۹۵، ۲۹۷، ۲۹۹، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۱۸، ۳۲۶، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۹ اور ۳۷۴ وغیرہ [۲] ایضاً ص ۷۹۰، ۶۹۶ [۳] الدر المنظوم ص ۴۹۴، ۸۲۴ [۴] ایضاً ص ۴۶۵ تا ۴۶۶

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کے درس کے حوالے ملتے ہیں جامع صغیر کا باقاعدہ درس ہوتا تھا۔[1] حضرت مخدوم فقہ میں مجتہدانہ حیثیت کے مالک تھے، ائمہ اربعہ کے مذاہب پر کامل نگاہ رکھتے تھے، درس کے دوران ہر مذہب کا فرق بیان فرماتے اور پھر فقہ حنفی کی جامعیت کو ذہن نشین کراتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک مرید پیتل کا پیالہ لایا انہوں نے اس پیالہ کو قبول کر لیا اور پھر فرمایا۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مذہب کی رو سے پیتل کے پیالہ میں کھانا پینا درست ہے۔[2] حضرت کے یہاں ہدایہ کا باقاعدہ درس ہوتا تھا، ان کے پوتے حامد بن محمود نے ہدایہ (کتاب الحج آگے کا حصہ) خود حضرت سے پڑھی۔

حضرت مخدوم کے یہاں قرآن حکیم، تفسیر مدارک، صحاح ستہ، مشارق الانوار، شرح کبیر چہل اسم، مشکوٰۃ المصابیح، رسالہ مکیہ، قصیدہ لامیہ، کتاب متفق، عقائد نسفی، شرح لودنہ نام، فقہ اکبر، عوارف المعارف، اوراد شیخ شہاب الدین سہروردی وغیرہ کا باقاعدہ درس ہوتا تھا حضرت مخدوم صرف و نحو اور لغت کی طرف خاص طور سے توجہ دلاتے تھے تاکہ عربی زبان کی تحصیل آسان ہو اور اس میں اچھی مہارت و قدرت حاصل ہو جائے۔[3] اکثر حضرات مخدوم سے تسمیہ خوانی کی رسم ادا کراتے تھے، چنانچہ ایک عزیز اپنے بچے کو حضرت کی خدمت میں اسی غرض سے لایا، حضرت نے بسم اللہ پڑھائی اور الف با تختی پر لکھا۔[4] معز الدین رسولدار دہلوی کے بچوں نے رسالہ لودنہ نام حضرت مخدوم سے پڑھا۔[5] شیخ زادہ فخر الدین گازرونی حضرت مخدوم کی خدمت میں شرح کبیر چہل اسم پڑھتے تھے۔ حضرت ان کو نہایت شرح و بسط سے اس کتاب کا سبق پڑھاتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ شرح صحابہ کرام اور تابعین عظام سے منقول ہے۔[6] جامع العلوم کے مرتب علاء الدین نے حضرت مخدوم سے چار کتابیں پڑھیں اور چند کتابیں سماع کیں۔[7]

عبدالرحمٰن ظفاری حضرت مخدوم سے اسرار الدعوات پڑھا کرتے تھے، ظفاری عرب تھے اس

---

[1] خزانۂ جلالی (قلمی) ص ۱۲۶ [2] الدر المنظوم ص ۳۷۷، ۴۸۱ تا ۴۸۲، ۴۸۸، ۵۷۱ تا ۵۷۲۔
[3] الدر المنظوم ص ۵۴۰ [4] ایضاً ص ۶۷۱ [5] ایضاً ص ۴۷۷ [6] ایضاً ص ۴۵۹۔
[7] ایضاً ص ۴۸۴۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

لئے حضرت مخدوم ان سے عربی میں گفتگو فرمایا کرتے تھے[1] عبداللہ گجراتی حضرت کے ہاتھ پر اسلام لائے تحصیل علم کی قرآن حفظ کیا اور مبلغ اسلام ہوئے[2]

حضرت مخدوم ابتدائی اور اوسط درجے کے طلبہ کے اسباق ان طلبہ کے سپرد کر دیتے تھے جو اعلیٰ کتابیں پڑھتے تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر حضرت کے پاس ہجوم تھا تو علاء الدین مرتب جامع العلوم سے کہا کہ تم اپنے ساتھیوں میں سے کسی سے سبق پڑھ لو چنانچہ انہوں نے محمد ظفاری سے سبق پڑھ لیا۔

حضرت مخدوم آداب درس کو خاص طور سے ملحوظ رکھتے تھے طریقہ تعلیم کے سلسلہ میں ارشاد ہے کہ طالب علم کو حسن استماع چاہیئے اور وہ ہمیشہ ادب کو نگاہ رکھے۔ جب استاد تقریر کرتا ہو تو طالب علم کو چاہیئے کہ وہ خاموشی سے سنے اور درمیان میں سوال نہ کرے بلکہ استاد کی تقریر کے بعد سوال کرے کیونکہ درمیان میں سوال کرنے سے استاد کی توجہ ہٹ جاتی ہے[3]

حضرت مخدوم کو عربی و فارسی کے بکثرت اشعار یاد تھے۔ قصیدۂ لامیہ و کتاب متفق تو گویا حفظ تھی درس و تدریس کے درمیان اکثر اشعار بھی پڑھا کرتے تھے بلکہ اندازہ ایسا ہوتا ہے کہ خود حضرت کو شعر و شاعری کا ذوق تھا[4]

کتب خانہ حضرت مخدوم کے پاس ایک اچھا کتب خانہ تھا، طلبہ کے لئے آپ خود کتابیں فراہم کرتے تھے۔ شرح کبیر چہل اسم مدینہ شریف سے لائے تھے یہ شرح عربی زبان میں تھی[5] حضرت مخدوم کے کتب خانہ میں عوارف المعارف کا وہ خاص نسخہ تھا جو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے درس میں رہا تھا اور ان کو یہ نسخہ ان کے استاد محترم شیخ عبداللہ مطری سے ملا تھا یہ بہت عمدہ نسخہ تھا، حضرت مخدوم کے بعد یہ نسخہ ان کے فرزند محمود کے پاس رہا[6] عبدالرحمٰن ظفاری کے پاس ایک نادر کتاب اسرار الدعوات تھی اس کے نسخے بہت کم تھے، حضرت مخدوم نے ظفاری صاحب سے اس کی نقل کی اجازت چاہی۔ اول تو انہوں نے منع کیا مگر بعد کو راضی ہو گئے اور حضرت

---

[1] الدر المنظوم ص ۵۱۶ تا ۵۱۷ [2] ایضاً ص ۳۲۲ [3] ایضاً ص ۵۲۳ [4] ایضاً ص ۴۵۱، ۴۷۶، ۴۷۹، ۵۱۶، ۵۱۷ [5] ایضاً ص ۴۵۹ [6] ایضاً ص ۸، ۴۷، تا ۴۷۹

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مخدوم نے نقل اپنے کتب خانہ کے لئے حاصل کی[۱] ۔ ایک مرتبہ ایک فقیہہ و محدث مسافر اوچ میں تشریف لائے اور حضرت مخدوم کے یہاں ٹھیرے حضرت نے مصابیح اور دیگر کتب کا سماع کیا۔ انہوں نے سات جلدوں میں قرآن کریم کی تفسیر لکھی تھی یہ تفسیر معانی من اللہ تھی اس فاضل مفسر نے تفسیر کی یہ ساتوں جلدیں حضرت مخدوم کو دیدیں جو ان کے کتب خانہ میں رہیں[۲] شیخ قطب الدین دمشقی نے جب تصوف کا مشہور رسالہ مکیہ مکمل کر لیا تو اس کا ایک نسخہ حضرت مخدوم کے پاس بھیجا[۳] حضرت نے اس کا فارسی ترجمہ کیا۔

حضرت مخدوم کتابت کے فن میں ماہر کامل تھے ، انہوں نے ایک قرآن کریم لکھا تھا حضرت کا کتابت شدہ قرآن کریم سجادہ نشین اوچ کے پاس موجود ہے ۔ مولوی خلیفہ محمد رمضان (ف ۱۳۴۰ھ) لکھتے ہیں[۴]

قرآن شریف دستخطی حضرت مخدوم جلال الدین جہانیاں کہ اندر روضہ اقدس بحضور حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تحریر فرمودند و خط بہار مرقوم اند۔	حضرت مخدوم جلال الدین جہانیاں کا دستخط شدہ قرآن شریف جو انہوں نے حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کے اندر تحریر فرمایا تھا خط بہار میں لکھا ہوا ہے۔

خلیفہ محمد رمضان کا بیان ہے کہ اس قرآن کریم کی ایک نقل بھی سجادہ نشین اوچ کے پاس ہے جو تبرکات کی زیارت کے موقع پر دکھائی جاتی ہے۔

حضرت مخدوم کے عہد میں اردو زبان حضرت مخدوم عربی و فارسی کے علاوہ مقامی بولیوں میں بھی تلقین و ارشاد فرماتے تھے ان کے ملفوظات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ملتانی ، سندھی اور ہندی میں بھی گفتگو فرماتے تھے اور حسب ضرورت ان زبانوں میں تعلیم بھی دیا کرتے تھے ، ہندی وہی زبان ہے جو بعد کو اردو کے نام سے موسوم ہوئی ۔ ایک مرتبہ

---

[۱] الدر المنظوم ص ۴۷۸ تا ۴۷۹ [۲] ایضاً ص ۵۶۷ تا ۵۶۹ [۳] ایضاً ص ۶۷۴ ، ۷۰۲ [۴] شجرہ سادات کرام اوچ شریف بخاری از مولوی خلیفہ محمد رمضان (سال تصنیف ۱۳۳۵ھ) قلمی ص ۱۴۴ ب (مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں صاحب ساکن اوچ)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت مخدوم کے حضور میں ایک شخص سندھ سے بیعت کے لئے حاضر ہوا وہ جاہل مطلق تھا، حضرت مخدوم نے بہ ہزار دشواری سندھی زبان میں تلقین فرمائی[1]

ایک مرتبہ ایک قریب البلوغ لڑکا حاضر خدمت ہوا اور حضرت مخدوم سے بیعت ہوا۔ اس سے ہندی (اردو زبان) میں گفتگو ہوئی[2]۔ ایک موقع پر ایک شخص کو ملتانی زبان میں تلقین فرمائی۔

ایک موقع پر فیروز شاہ تغلق سے بھی ہندی (اردو) زبان میں گفتگو ہوئی، مرتب جامع العلوم مولانا علاء الدین لکھتے ہیں کہ دہلی کے قیام کے زمانہ میں ایک موقع پر فیروز شاہ تغلق سے شیخ الاسلام بہا الدین زکریا ملتانی کے پوتوں، اپنے رشتہ داروں، عزیزوں اور خادموں کے لئے وظائف مقرر کرائے اور اسی موقع پر بادشاہ کے حضور میں ایک چھوٹے ہندو بچہ کو بھی پیش کیا، سلطان نے کہا کہ یہ مسلمان کیوں نہیں ہو جاتا، حضرت مخدوم نے فرمایا کہ جس زمانہ میں یہ بچہ دعاگو کے پاس آیا تھا تو دعا کی گئی تھی کہ خدائے تعالیٰ اسے اسلام سے مشرف فرمائے۔ حضرت مخدوم کی یہ تمام گفتگو سلطان فیروز شاہ تغلق سے ہندی (اردو) میں ہوئی[3]

جمعات شاہی[4] تالیف شاہ مقبول عالم (ف ۱۰۴۵ھ / ۱۶۳۵ء) میں حضرت مخدوم کا ایک قول ملتا ہے جو انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی صدر الدین راجو قتال کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

تساں راجے اساں خواجے۔

یعنی ہم وزیر اور تم بادشاہ ہو[5]

حضرت مخدوم کے ملفوظات "جواہر جلالی" میں روشنی چشم کے لئے دو ہندی منتر مندرجہ ذیل الفاظ میں مرقوم ہیں۔ پہلا منتر یہ ہے[6]

"ام اتن تریاں اندری مندری، بھرا سواہا"

دوسرا منتر یہ ہے "لبس کالی لبس کنتلی لبس بیرا لکہ لہو باں"۔

"میری بھگت کر کے سکت."

---

[1] الدر المنظوم ص ۶۱۶ [2] ایضاً ص ۶۴۷ [3] ایضاً ص ۸۱۱ [4] جمعات شاہی (قلمی) (مخزونہ انجمن ترقی اردو، کراچی (مکتوبہ ۱۰۰۸ھ) ص ۱۵۰ ب [5] اردو زبان کا اصل مولد سندھ" از پیر حسام الدین راشدی (اردو، کراچی، اپریل ۱۹۵۱ء) [6] جواہر جلالی (قلمی) مملوکہ ڈاکٹر ایس۔ وی ترمذی ص ۳۸۲ ب

جمعات شاہی میں خود حضرت راجو قتالؒ کا ایک قول ملتا ہے، جو انہوں نے فیروز شاہ تغلق کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

کاکا فیروز چینگا ہے [۲]

اور بادشاہ نے اس پرسش کو موجب افتخار سمجھا۔ خود صدر الدین راجو قتال کے لقب "راجو قتال" میں لفظ "راجو" اس امر کی بدیہی شہادت ہے کہ ہندی کے الفاظ مسلمانوں کے مقتدر خاندان اپنے ناموں میں شامل کرنے لگے تھے، مؤلف تاریخ اوچ نے حضرت راجو قتال کا ایک اور قول نقل کیا ہے کہ۔

ایک مرتبہ حضرت راجو دہلی کے سفر میں ایک درخت کے نیچے قیلولہ فرما رہے تھے کہ چڑیوں نے چلا چلا کر آرام میں خلل ڈالا تو حضرت نے خفا ہو کر کہا کہ [۳]

"مویاں نیند کرنے دو"

حضرت راجو قتال اکثر ہندی زبان میں گفتگو کرتے تھے [۴]

پروفیسر حسن عسکری (پٹنہ) نے اپنے ایک مضمون میں امام الدین راج گری کے قلمی ملفوظ (اوراد امام الدین راج گری) کے حوالے سے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا ایک اور واقعہ لکھا ہے کہ کسی شخص نے حضرت مخدوم سے عرض کیا کہ جو اوراد و اعمال آپ ادا کرتے ہیں وہی میں ادا کرتا ہوں۔ مگر کچھ حاصل نہیں ہوتا اس پر حضرت مخدوم نے فرمایا۔

"کھانڈا ہے پھانڈا کہاں"

---

[۱] ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ نے اپنی کتاب "اردو نثر کا آغاز و ارتقاء" (مجلس تحقیقات اردو حیدرآباد دکن) ص ۴۰، ۶۰ تا ۶۵ میں صدر الدین راجو قتال (برادر حضرت جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت) اور یوسف حسینی راجو قتال کو ایک شخصیت سمجھ لیا ہے اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے بھائی صدر الدین راجو قتال کو حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کا والد بتایا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے، صدر الدین راجو قتال ان کے والد نہیں بلکہ یوسف حسینی راجو قتال خواجہ بندہ نواز کے والد ہیں (ملاحظہ ہو اردو نثر کا آغاز اور ارتقاء پر سخاوت مرزا صاحب کا تبصرہ، اردو نامہ کراچی جنوری تا مارچ ۱۹۶۳ء) [۲] جمعات شاہی ص ۱۵۰ ب ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ نے اس کو حضرت مخدوم کا قول بتایا (اردو نثر کا آغاز اور ارتقاء ص ۴۰) جو صحیح نہیں ہے [۳] تاریخ اوچ ص ۱۰۸ [۴] مناقب الولایت (قلمی) از حامد گنج بخش (مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں اوچ) ص ۱۳۱ و۔

یعنی خندق تو موجود ہے اس سے نکلنے کا ذریعہ کہاں ہے، مطلب یہ ہے کہ سچے عرفان کی کمی ہے۔[1]

حضرت مخدوم کے ایک نامور خلیفہ اودھ (لکھنؤ) میں قیام الدین قوام (ف ۸۲۰ھ / ۱۴۱۷ء) تھے انہوں نے اپنے بھتیجے اور مرید حضرت شاہ مینا (ف ۸۸۴ھ / ۱۴۷۹ء) کی پیدائش پر ہندی (اردو) زبان میں فرمایا۔[2]

"ہاں آدا مورا مینا"

یہ اردو زبان کا ابتدائی دور تھا، اس قسم کے کلموں یا جملوں سے ہند پاکستان میں اردو زبان کے ارتقاء پر روشنی پڑتی ہے۔ اس قسم کا ایک جملہ پہلے نقل ہو چکا ہے کہ جب ۷۵۲ھ / ۱۳۵۱ء میں محمد تغلق نے سندھ پر حملہ کیا تو محاصرہ کے دوران اس کا انتقال ہو گیا پھر جب اس کے جانشین فیروز شاہ تغلق نے سندھ پر حملہ کیا تو پہلی مرتبہ اہل ٹھٹہ کے مقابلے میں اس کو کامیابی نہ ہوئی اور وہ گجرات چلا گیا۔ اہل ٹھٹہ نے محمد تغلق کی موت اور فیروز شاہ تغلق کے فرار کو شیخ پیٹھا (پتہ) (ف ۶۶۶ھ / ۱۲۶۸ء) کی کرامت پر محمول کیا[3] اور بقول عفیف یہ فقرہ زبان زد خاص و عام ہو گیا۔[4]

برکت شیخ تہبا اِک موا اِک تہا

خود عفیف نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ شیخ کی برکت تھی کہ ایک مر گیا اور ایک بھاگ گیا۔

اس جملے کے پڑھنے کے سلسلہ میں اردو زبان کے محققین و مورخین میں سخت اختلاف ہے اور اس بارے میں مختلف قیاس آرائیاں کی گئی ہیں، ذیل میں ہم تمام آراء کو نقل کرتے ہیں۔

---

[1] اردو نثر کا آغاز اور ارتقاء ص ۴۰ [2] سبع سنابل از میر عبدالواحد بلگرامی (مطبع نظامی کانپور ۱۲۹۹ھ) ص ۴۷
[3] شیخ پیٹھا کا اصل نام حسین بن راج بار تھا، شیخ پٹھا (پتہ) سندھ کے ان قدیم بزرگوں میں سے ہیں جنہوں نے اس علاقہ میں رشد و ہدایت کی شمع روشن کی یہ بزرگ بہاء الدین زکریا ملتانی کے مرید تھے ۶۶۶ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو حدیقۃ الاولیاء از سید عبدالقادر ٹھٹوی مرتبہ پیر حسام الدین راشدی (سندھی ادبی بورڈ۔ حیدرآباد ۱۹۶۷ء) ص ۴۵، ۴۸
[4] تاریخ فیروز شاہی (عفیف) بہ تصحیح ولایت حسین ص ۲۳۱ (کلکتہ ۱۸۹۱ء)

سید سلیمان ندوی مرحوم نے اس جملہ کو اس طرح پڑھا۔[1]

"برکت شیخ تھیا، ایک موا ایک تھا"

پروفیسر حافظ محمود خاں شیرانی کے خیال میں یہ جملہ اس طرح ہے۔[2]

برکت شیخ تھیا اک موا اک تھا۔

شیرانی صاحب نے لفظ "تھیا" کو ملتانی زبان کے مصدر "تھیونا" (ہونا) کا ماضی مطلق قرار دیا ہے۔[3]

پروفیسر مسعود حسین خان نے "تہیا" کو تھیا یا تھپا پڑھا ہے اور انہوں نے اس کو علم قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ عہد تغلق کے ایک بڑے بزرگ کا نام تھا۔[4]

سید ہاشمی فرید آبادی نے لکھا ہے۔

برکت شیخ پیٹھا اک موا اک نٹھا۔

ان کی رائے ہے کہ دوسرا لفظ "پیٹھا" کا ہم قافیہ ہونا چاہیئے "ہٹا"، یعنی ہٹ گیا بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن "نٹھا" زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے، نواح دہلی کے دیہاتوں میں ناٹنا، نٹنا اور نٹھنا، پلٹ جانے اور مکر جانے کے معنوں میں بولا جاتا ہے۔ سندھی، گجراتی اور پنجابی میں بھاگ جانے کے معنوں میں آتا ہے۔[5]

پروفیسر ہوڈی والا نے اس جملہ کو بالکل مسخ کر کے اس طرح پڑھا ہے[6]

بہ برکت شیخ پیتھا اک موا اک بھگا۔

پروفیسر حبیب اللہ خاں غضنفر نے "تہا" کو تھتکارا خیال کیا ہے۔[7]

---

[1] نقوش سلیمانی از مولانا سلیمان ندوی (کراچی سنہ ۱۹۵۱ء) ص ۴۶ و عرب و ہند کے تعلقات ص ۳۸۸ [2] پنجاب میں اردو از محمود خاں شیرانی ص ۸۲، ۱۱۳، مقالات حافظ محمود شیرانی مرتبہ مظہر محمود شیرانی (مجلس ترقی ادب لاہور سنہ ۱۹۶۶ء) ص ۱۴۴

[3] ایضاً ص ۱۱۲ تا ۱۱۳ [4] مقدمہ تاریخ زبان اردو از پروفیسر مسعود حسین خاں ص ۱۱۲ [5] اردو کی حقیقت تاریخ سے از سید ہاشمی فرید آبادی (اردو) کراچی جنوری و اپریل سنہ ۱۹۵۳ء [6] تاریخ معصومی (اردو) ص ۳، ۴ مگر اسلامک کلچر (حیدرآباد دکن) اکتوبر سنہ ۱۹۴۸ء میں لفظ شیخ نہیں ہے [7] تاریخ ادب اردو جلد اول (اردو زبان کے آغاز و ارتقاء کے مختلف نظریے) از پروفیسر حبیب اللہ خاں غضنفر (پاکستان ایجوکیشنل پریس کراچی سنہ ۱۹۶۱ء) ص ۷۳

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ نے اس جملے کو اس طرح پڑھا ہے [۱]

بہ برکت شیخ بیٹھا اک موا اک تھا

اور ڈاکٹر صاحب نے تھا (ٹھا) کے معنی بھاگنا بتائے ہیں [۲]

تاریخ سندھ کے فاضل محقق پیر حسام الدین راشدی، سید ہاشمی فرید آبادی کے ہم رائے ہیں۔ اور ان کی رائے میں بھی یہ جملہ اسی طرح ہے۔

برکت شیخ بیٹھا اک موا اک نٹھا

شیخ بیٹھا کی برکت تھی کہ ایک مر گیا اور ایک بھاگ گیا۔

ہمارا خیال یہ ہے کہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال (کلکتہ) کے تاریخ فیروز شاہی (عفیف) کے قلمی نسخے کے کاتب اور مرتب و مصحح مولوی ولایت حسین صاحب کی سندھی زبان اور اس کے رسم الخط کی عدم واقفیت کی وجہ سے یہ جملہ مختلف طریقے سے لکھا اور پڑھا گیا ہے، سندھی رسم الخط میں یہ جملہ اہل ٹھٹہ کا "برکت شیخ بیٹھا اک موا اک نٹھا" اس طرح لکھا جائے گا۔

"برکت شیخ ٻيٺا هک موا هک نٺا"

اس تحریر کو کاتب اور مرتب نے فارسی رسم الخط میں "برکت شیخ تہبا اک موا اک تہا" بنا دیا جس کی وجہ سے یہ اختلافات رونما ہوئے۔

کم و بیش اسی زمانہ کا ایک کتبہ مولوی حفیظ الرحمٰن بہاول پوری (ف ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء) نے اپنی کتاب "ذکر کرام" میں نقل کیا ہے جو حضرت مخدوم کے زمانہ یعنی سموں کے عہد کا ہے۔ اس سے بھی اردو کے ارتقاء کا اندازہ ہوتا ہے۔ ڈاک خانہ سنجر پور (ضلع رحیم یار خاں) کے نواح میں ایک کنوئیں سے ایک پختہ سل (اینٹ) برآمد ہوئی تھی اس پر یہ تین شعر کندہ تھے [۳]

سلاں سل بند تھپیاں، بھگیا نام نصیر

اینٹیں خشت ساز نے تیار کیں جس کا نام نصیر تم بھگیا ہے

کھو کھٹا یا پتر گا من دے، اونٹر نام حمیر

---

۱ تا ۲ تاریخ معصومی (مقدمہ دیباچہ) ۳ ۴، ۵ ص۵ ذکر کرام ص ۱۲۸ تا ۱۲۹

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کنواں تیار کرایا گاممن کے بیٹے حمیر اونڑ ذات نے

وقت سکندر بادشاہ[1] ملک دھنی پہلوان

سکندر بادشاہ والی ملک اور طاقت ور کے عہد میں

رعیت راضی ایہہ جیہی جو بڈھا نت جواں

رعیت اس قدر خوش ہے کہ بڈھے جوان معلوم ہوتے ہیں

ہک لکھ سولاں لگ جکیاں، تہیا کھوہ تمام

ایک لاکھ سولہ اینٹیں لگیں تب کنواں مکمل ہوا

ترے سو بوٹی باغ دی رادھی اونڑ جام

تین سو درخت باغ میں جام اونڑ نے لگائے ہیں۔

تبلیغ اسلام

تبلیغِ اسلام کا سہرا حضرات صوفیائے کرام کے سر تھا حضرت مخدوم تبلیغ اسلام میں بڑے کوشاں رہتے تھے، شیخ الاسلامی کے زمانہ میں تو یہ چیز داخل فرائض تھی۔ لیکن اس عہدے سے سبکدوش ہونے کے بعد تو ساری زندگی ہی رشد و ہدایت کے لئے وقف ہوگئی۔ حضرت مخدوم کی خدمت میں اکثر ہندو حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ حضرت مخدوم مقامی زبانوں سندھی و ہندی میں گفتگو فرمایا کرتے تھے[2] اور یہ چیز مقامی آبادی سے ربط و ضبط قائم کرنے اور ان میں تبلیغ کرنے کے لیے بہت ضروری تھی۔ اوچ، سندھ اور گجرات میں حضرت مخدوم کے ذریعہ اسلام کی خوب تبلیغ و اشاعت ہوئی اور غیر مسلموں کی بڑی تعداد اسلام سے مشرف ہوئی مشہور مورخ ٹی ڈبلیو۔ آرنلڈ لکھتا ہے[3]

> چودھویں صدی عیسوی کے آخر میں ایک اور داعی اسلام جنہوں نے صوبہ گجرات میں تبلیغ کے لئے کوشش کی شیخ جلال تھے۔ جو مخدوم جہانیاں کے نام سے زیادہ تر مشہور ہیں۔ یہ بزرگ گجرات[4] میں آکر سکونت پذیر ہوئے تھے اور بہت ہندو ان

---

[1] ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے جام سکندر شاہ صدرالدین کا زمانہ ۸۱۶ھ متعین کیا ہے (ملاحظہ ہو تاریخ معصومی (اردو ترجمہ) ص ۲۶۴ [2] الدرالمنظوم ص ۶۱۶، ۶۴۷، ۸۱۱ [3] دعوت اسلام ص ۲۹۶ [4] آرنلڈ کو تسامح ہوا ہے حضرت مخدوم کے خاندان کے اکثر افراد گجرات میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کو انہوں نے اور ان کی اولاد نے مسلمان کیا "۔

شیخ محمد اکرام نے اپنی کتاب آب کوثر میں مغربی پنجاب اور سندھ میں اشاعت اسلام اور صوفیائے کرام کی تبلیغی کوششوں کا جائزہ لیا ہے۔

وہ لکھتے ہیں [۱]

"مغربی پنجاب کے جن قبیلوں نے آپ (حضرت مخدوم جہانیاں) کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، بہاولپور کے سرکاری گزیٹر میں ان کی فہرست درج ہے۔ ان قبیلوں کی تعداد آٹھ تک پہنچتی ہے اور ان میں کھرل راجپوتوں کا مشہور اور بڑا قبیلہ بھی شامل ہے، آپ کا فیض ہندوستان کے سب علاقوں میں پھیلا ہوا تھا"۔

شیخ محمد اکرام صاحب میکلیگن مرتب گزیٹر ملتان کی رائے نقل فرماتے ہیں کہ راجپوتوں میں سیال ایک مشہور قبیلہ ہے اس قبیلہ کے لوگ ملتان، منٹگمری، جھنگ (سیالاں) میں کثرت سے آباد تھے۔ یہ قبیلہ حضرت بابا فرید گنج شکر کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا لون (راجپوت) مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے [۲] یہی انگریز مورخ کھرل راجپوتوں کی نسبت لکھتا ہے کہ ان کا مورث اعلیٰ راجہ کرن ہستناپور کا راجا تھا اس کے ایک جانشین بھوپا نے ہستناپور چھوڑ کر اوچ میں سکونت اختیار کی اور یہاں بھوپا اور اس کے بیٹے کھرل نے حضرت مخدوم جہانیاں کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، اُچ سے یہ قبیلہ بڑھتے بڑھتے دریائے راوی کے دونوں طرف پھیل گیا۔

حضرت مخدوم کسی شخص کے اسلام لانے کے بعد اس کی باحسن وجوہ تربیت فرماتے تھے یہاں تک کہ اس شخص کا پورا قبیلہ یا پوری قوم مسلمان ہو جاتی تھی، عبداللہ گجراتی کے متعلق بیان ہے کہ یہ شخص زناردار تھا اور حضرت مخدوم کے دست حق پرست پر مسلمان ہوا تھا جماعت خانہ میں رہتا تھا، کلام اللہ حفظ کیا اور تمام احکام شریعت سیکھے۔ حج کی سعادت سے مشرف ہوا پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اجازت لے کر اپنے گھر والوں اور قوم کو مسلمان کرنے گیا اور اس میں اس کو کامیابی نصیب ہوئی [۳] یہ شیخ عبداللہ اوچ ہی میں سکونت پذیر ہو گئے تھے ان کے خاندان کو حضرت مخدوم کے خاندان سے ایک خاص

---

[۱] آب کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۳۱۸ [۲] آب کوثر ص ۳۲۵ [۳] الدر المنظوم ص ۳۱ تا ۳۲

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

تعلق رہا، اوچ میں صرف دو ایسے خاندان ہیں جن میں سے حضرت مخدوم کی خانقاہ کے مجاور مقرر ہوئے ہیں، ان میں سے ایک خاندان عبداللہ کا ہے آج کل اس خاندان کا نمائندہ خلیفہ غلام محمد بن غلام حسین ہے۔

شیخ عبداللہ کی طرح حضرت مخدوم نے ایک اور شخص کو مسلمان کر کے عبدالسلام نام رکھا اور اس کے حق میں دعا فرمائی کہ یہ مثل عبداللہ کے ہو[1] ایک مرتبہ ایک شخص قبول اسلام کی نیت سے حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت مخدوم نے اس کو اسلام سے مشرف کیا اور اس کو نیا لباس مرحمت فرمایا غسل کرایا اور اپنے ایک دوست کے سپرد کیا کہ وہ اس کو قرآنی آیات سکھا دے تاکہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مذہب کے مطابق نماز درست ہو جائے[2]

حضرت مخدوم تبلیغ اسلام کا ہر وقت خیال رکھتے دہلی کے قیام میں ایک روز حضرت کے پیٹ میں کچھ تکلیف ہوئی، کوتوال کی طرف سے ایک ہندو طبیب دوا لے کر حاضر ہوا۔ حضرت مخدوم نے اس کی آمد پر اظہار مسرت کیا اور دعا فرمائی کہ خدائے تعالیٰ اسے اسلام سے مشرف فرمائے[3]

حضرت مخدوم نے سلطان فیروز شاہ تغلق سے سنبل ترائیر کی ایک عورت کا ذکر کیا کہ وہ پہلے ہندو تھی۔ حضرت کے دست حق پرست پر مسلمان اور مرید ہوئی اس کی برکت سے اس کا شوہر اور اس کے دوسرے متعلقین بھی مسلمان ہو گئے، اب وہ سخت ریاضت و مجاہدہ کرتی ہے اور رات کو بالکل نہیں سوتی، اس عورت کا ارادہ اوچ جانے کا بھی ہے[4]

حضرت مخدوم کے تبلیغ اسلام کے متعلق ہمیں دو روایتیں اور ملی ہیں پہلی روایت یہ ہے کہ ہندوؤں کے مشہور تیرتھ ہردوار (یو۔پی) کے پاس ایک قصبہ جوالا پور ہے، وہاں راجپوتوں کا ایک مقتدر قدیم خاندان آباد ہے جس کا خاندانی لقب راؤ ہے اس خاندان کے ایک ذی علم بزرگ راؤ محمد صدیق کے بیان کے مطابق یہ خاندانی روایت ہے کہ راجپوتوں کا یہ خاندان حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے ہاتھ پر مشرف با اسلام ہوا تھا۔ اسی طرح ہمارے ایک دوست چودھری بشیر احمد خان ولد چودھری

---

[1] الدر المنظوم ص ۳۱ [2] ایضاً ص ۲۸۵ تا ۲۸۶ [3] ایضاً ص ۱۳۵

[4] ایضاً ص ۷۹۱، ۸۰۷ تا ۸۰۸ [5] مکتوب مولوی سبطین احمد بدایونی بنام راقم مورخہ ۲۱ اگست ۱۹۶۰ء نیز ملاحظہ ہو "بینات" کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

فیض محمد خاں سکنہ سابق موضع تلونڈی رائے ضلع لدھیانہ ساکن حال موضع لور لپور چک نمبر ۱۲۲ ج ب ضلع لائل پور کا بیان ہے کہ[1] ان کے آبا و اجداد منج راجپوت اور علاقہ جیسلمیر کے قدیم باشندے تھے، اس خاندان کے ایک شخص رائے تلسی داس نے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور شیخ چاچو نام مقرر ہوا[2]۔ شاہانِ اسلام کے زمانہ میں یہ خاندان ریاستی شان و شوکت کے ساتھ، مشرقی پنجاب کے ایک علاقہ پر قابض رہا سکھوں کے زمانے میں رو بزوال ہوا اور تقسیم ملک ۱۹۴۷ء کے بعد تو شیرازہ ہی منتشر ہو گیا اور اب اس خاندان کے بعض افراد حبیباد طنی (ضلع منٹگمری) اور لور لپور (ضلع لائل پور) میں سکونت پذیر ہیں۔

شیخ محمد اکرام صاحب حضرت مخدوم کے بھائی اور خلیفہ شیخ راجو قتال کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ ان کا اصل کام اوچ میں اشاعت اسلام اور گجرات وغیرہ کے صاحب ہمت لوگوں کی تربیت ہے جنہیں انہوں نے علوم باطنی سے مالا مال کر کے گجرات کے قدیمی دار الحکومت میں اشاعت اسلام کے لئے بھیجا[3]۔

علاقہ گجرات میں اسلام کی نشر و اشاعت بڑی حد تک خانوادہ حضرت مخدوم جہانیاں کے ذریعہ ہوئی بلکہ گجرات کی خود مختار حکومت کے قیام میں بھی حضرت مخدوم کی دعائیں شامل رہیں سلاطین گجرات کے مورثان مہارن وسادھو دو بھائی تھے، تھانیسر کے رہنے والے اور قوم کے نانگ تھے۔ سلطان فیروز شاہ تغلق ان کی خدمات سے بہت خوش ہوا اور ان دونوں بھائیوں پر شاہی عنایات روز بروز ہونے لگیں، یہاں تک کہ دولت دنیاوی کے ساتھ ساتھ دولت ایمانی سے بھی مالا مال ہو گئے اور حضرت مخدوم کے سلسلۂ ارادت میں منسلک ہوئے۔ مراۃ سکندری کا بیان ہے[4]۔

---

[1] مکتوب مولوی بشیر احمد خاں، بنام راقم مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۶۳ء، بشیر احمد خاں صاحب کے پاس ہم نے قلمی صورت میں بھی کچھ کاغذات دیکھے جن سے ان کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے [2] صحیفہ زریں جلد اول (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۰۲ء) ص ۳۲۸ میں ان کا نام تلسی رام اور اسلامی نام شیخ چاکو تحریر ہے۔ [3] آب کوثر ص ۳۲۱

[4] مراۃ سکندری از شیخ سکندر بن محمد (مطبع فتح الکریم بمبئی ۱۳۰۸ھ) ص ۷

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

"ہر دو برادر بشرف اسلام مشرف گشتند سلطان، سہارن را بخطاب وجیہہ الملک مخاطب ساخت وبعد ازاں باجازت سلطان درسلک مریدان قطب الاقطاب حضرت مخدوم جہانیاں منسلک شدند و بسعادت مندئ دارین منسوب گشتند"!

دونوں بھائی شرف اسلام سے مشرف ہوئے، سلطان نے سہارن کو وجیہہ الملک کے خطاب سے مخاطب فرمایا اور اس کے بعد وہ سلطان کی اجازت سے قطب الاقطاب حضرت مخدوم جہانیاں کے مریدوں میں داخل ہوئے۔

حضرت مخدوم کی برکت اور دعا سے یہ خاندان حکومت اور سلطنت کا مالک ہوا[1]۔ اور سلاطین گجرات کے خاندان میں کم وبیش دو سو سال حکومت رہی یہی وجہ ہے کہ گجرات میں حضرت مخدوم کے خاندان کے اکثر اکابر شیوخ سکونت پذیر رہے اور ان کے رشد و ہدایت سے گجرات میں اسلام اور شریعت اسلامیہ کی خوب نشر و اشاعت ہوئی۔

اسی طرح ریاست مانگرول کا قیام اور وہاں اسلام کی نشر و اشاعت بھی حضرت مخدوم کی نظر فیض اثر کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے، حضرت مخدوم کے ایک مرید سکندر بن مسعود تھے، جو ایک مدت تک حضرت مخدوم کے پاس اوچ میں رہے پھر ان کو تبلیغ و ارشاد کی غرض سے مانگرول (کاٹھیاواڑ) بھیجا گیا شیخ سکندر اور ان کی اولاد نے تبلیغ و ارشاد کی خدمات کو اس علاقے میں باحسن وجوہ انجام دیا شیخ سکندر کے پوتے رکن الدین آدم کے ایک خط کا اقتباس ملاحظہ ہو[2]

سکونت قصبہ منگلور (مانگرول) بحکم حوالت بندگی قطب الاقطاب عالم قدس سرہ العزیز سید سکندر مرحوم اختیار کردہ اند قصبہ مذکور خاصہ اسلام نصب کردہ سید موصوف چوں بہ مغرب فنا فرو شدند، والد ماجد مرحوم نیز تشبہ طریق وسع امکان

قصبہ منگلور (مانگرول) کی سکونت قطب الاقطاب عالم (مخدوم جلال الدین) کے حکم سے سید سکندر مرحوم نے اختیار کی تھی اور اسلام کا جھنڈا اس قصبہ میں گاڑا تھا۔ جب سید موصوف انتقال فرما گئے تو والد مرحوم جہاں تک ہو سکا

---

[1] مراۃ سکندری از شیخ سکندر بن محمد ص ۷ تا ۸ [2] ملاحظہ ہو تاریخ گجرات از مولانا ابو ظفر ندوی (ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۵۸ء) ص ۱۵ اس خط کا عکس ماہنامہ "زبان" مئی جون ۱۹۲۷ء مانگرول میں شائع ہوا تھا۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

باتمام رسانیدہ اند۔ بعد وفات والد مرحوم بندہ خاکرب بصورت لنگاں وکوراں و ضعیفاں برحسب طاقت بشری بامید حیث من تشبہ بقوم فہو منہم وان لم یعمل بعملہم دراں رہ می شتابد۔

ان کے طریقے پر چلتے رہے اور والد مرحوم کے انتقال کے بعد یہ بندۂ ناچیز کمزور و ناتواں اپنی طاقت کے مطابق ان کی مشابہت کے خیال سے اس کام میں سرگرم عمل رہا۔

آخر میں یہی خاندان مانگرول کی حکومت و امارات پر فائز ہوا، مولانا ابوظفر ندوی مرحوم لکھتے ہیں کہ سنہ ۷۷۰ھ/۱۳۶۸ء میں فیروز شاہ تغلق نے ملک عزالدین کی ماتحتی میں ایک فوج راجا کنور پال کی تنبیہ کے لئے مانگرول بھیجی اس فوج میں سکندر بن مسعود بھی اپنے مریدین اور متبعین کے ہمراہ تھے اور انہوں نے خوب داد شجاعت دی۔ راجا مارا گیا، مسلمان فتحیاب ہوئے۔ اس فتح کی یادگار میں ایک جامع مسجد تعمیر ہوئی جو سنہ ۷۸۵ھ/۱۳۸۴ء میں مکمل ہوئی جیسا کہ ذیل کے کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللہ تبارک وتعالیٰ۔ وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احداً ۵

در عہد خسروے کہ شہاں پیش درگہش — سر بر زمین نہادہ چو خاکینہ در رہش
فیروز شاہ شاہ جہانگیر دین پناہ — بنیاد کفر زو شدہ اندر گل تباہ
نور چراغ شرع ازو یافتہ ضیا — در عہد دولتش کہ مبادا اش انزوا
بنیاد ایں مقام شد از فضل کردگار — از سعی عزالدین بن آرام شہ بکار
اتمام ہم بدولت عہدش شد ایں مقام — امید آنکہ عفو گناہش بود تمام
از سال ہجری نبوی بود ہفت صد — ہشتاد و پنج گشتہ برد زائد از عدد
یارب ز فضل وعون خودش عفو کن تمام — با بانیش را گناہ بکونین والسلام

بخط العبد الضعیف الراجی الیٰ رحمۃ اللہ طاہر عثمان جعفری[1]

سکندر بن مسعود کی ولادت ۱۳۴۹ء میں ہوئی اور ان کا وصال ۱۴۲۲ء میں ہوا ان کے

[1] تاریخ گجرات ص ۴۱۶ - ۴۱۹

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

دو فرزند سید آدم اور سید راجو تھے ان کے بعد سید آدم سجادہ نشین ہوئے اس خاندان نے گجرات اور کاٹھیاواڑ میں تبلیغ و اصلاح کا خوب کام کیا۔ اس خاندان کے ایک رکن ڈاکٹر ایس وی ترمذی ہمارے کرم فرما ہیں اور اعلیٰ علمی ذوق رکھتے ہیں۔

قدم شریف دہلی میں لاہوری دروازے کی جانب جنوب میں (علاقہ صدر متصل سرائے خلیل عید گاہ چھوٹی کھڑکی) قدم شریف کی درگاہ ہے۔ دراصل یہ شہزادہ فتح خان بن فیروز شاہ تغلق کی قبر ہے، اس پر ایک پتھر نصب ہے جس پر ایک نقش قدم بنا ہوا ہے اس کا انتساب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیا جاتا ہے۔

مشہور ہے کہ یہ قدم شریف فیروز شاہ تغلق کے عہد میں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت مکہ معظمہ سے دہلی لائے تھے[۱] ۷۷۶ھ/۱۳۷۴ء میں فتح خان کا انتقال ہوا تو یہ نقش قدم اس کی قبر پر لگا دیا گیا اس کے بعد اس کے گرد مدرسہ، مسجد اور مکانات تعمیر ہوئے، یہاں فیروز شاہ تغلق کے خاندان نیز دوسرے امراء و روٴسا کی قبریں ہیں۔

فتح خاں کی قبر پر سنگِ مرمر کا ایک چپٹا تعویز نو فٹ لمبا، ساڑھے چار فٹ چوڑا اور ڈیڑھ فٹ اونچا ہے، اس کے بیچ میں تختہ سنگ قدم شریف ساڑھے تین فٹ لمبا اور ڈھائی فٹ چوڑا رکھا ہوا ہے جس پر پورا النقش قدم مبارک ایک فٹ تین انچ لمبا اور ۸" انچ چوڑا نمایاں ہے[۲]

سنگ مرمر کے ٹکڑے پر لکھا ہے[۳]

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، محمد میر تحویل دار چینی خانہ عالمگیر شاہی

سنگ مرمر پر یہ تحریر ہے۔

رہے گم کناں رہنمائے محمد ہدایت دہندہ ہدائے محمد

---

[۱] واقعات دار الحکومت دہلی جلد دوم از مولوی بشیر الدین (آگرہ ۱۹۱۹ء) ص ۵۳۷ [۲] لسٹ آف محمڈن اینڈ ہندو مونیومینٹس جلد دوم از مولوی ظفر حسن (کلکتہ ۱۹۱۹ء) ص ۲۴۴، واقعات دار الحکومت دہلی جلد دوم ص ۵۳۸۔ [۳] یہ کتبات "لسٹ آف محمڈن اینڈ ہندو مونیومینٹس جلد دوم از مولوی ظفر حسن (کلکتہ ۱۹۱۹ء) ص ۲۴۲ تا ۲۴۳ سے نقل کئے گئے ہیں۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

خوشش آں مدرسہ، منبر دبارگاہے ؛ کہ دروے بیاشد ثنائے محمد
شکستہ دلاں راشداں مرہمے ؛ دل دردمنداں دوائے محمد
عرش گشتہ در زیرپا او مسلم ؛ برآں کو شدہ خاکپائے محمد
منعم از سگان سگ کوئے ادیم ؛ شدہ شیرواں از گدائے محمد

...عرف شیرواں خاں ابن ریحاں خاں حبشی...بود بتاریخ بست وسویم ربیع الثانی ۱۰۸۲ھ ایں ابیاتہا درتحریر آورد۔ سنگ مرمر کے تالاب پر کندہ ہے۔

بر زمینے کہ نشان کف پائے تو بود ؛ سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود
چہ یوسف در قدم گاہ محمد ؛ مجر راتوفیق خدا ساخت
پے تاریخ استمام بنائیش ؛ شنیدم ہاتفے گفتہ بجاساخت

ڈاکٹر دوگل نے ۱۹۰۸ء میں مندرجہ ذیل ایک اور کتبہ نقل کیا ہے [1]

"آب قدم الشرف محمد رسول اللہ" ۱۲۲۲ھ

یہ کتبہ سنگ مرمر کے ایک چھوٹے سے حوض کی ایک دیوار پر ہے اور اب یہ حوض عجائب خانہ (لال قلعہ دہلی) میں رکھا ہوا ہے۔

قدم شریف کے متعلق تمام معاصر کتب تاریخ خاموش ہیں، تاریخ فیروز شاہی (برنی) تاریخ فیروز شاہی (عفیف) سیرت فیروز شاہی اور حضرت مخدوم کے مستند ملفوظات جامع العلوم، خزانۂ جلالی، جواہر جلالی، مظہر جلالی، مقرنامہ وغیرہ میں کوئی حوالہ نہیں ملتا، البتہ فتوحات فیروز شاہی ص ۲۳ میں ایک اشارہ ملتا ہے۔ لیکن اس میں کوئی صراحت اس کے قدم نبوی ہونے یا حضرت مخدوم کے لانے کی نہیں ہے۔ نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں [2]

می گویند کہ آثار شریف نبوی پائے مصطفوی کہ در دہلی است آورد ۂ ایشاں (حضرت مخدوم) است لکن روایتے	کہتے ہیں کہ آثار شریف نبوی میں سے قدم شریف جو دہلی میں ہے وہ ان کا (حضرت مخدوم) کا لایا ہوا ہے لیکن محدثین کے نزدیک کسی صحیح حدیث

[1] کیٹیلاگ آف دی دہلی میوزیم آف آرکیولاجی از ڈاکٹر دوگل (کلکتہ ۱۹۰۸ء) ص ۲۴۵ [2] الفرع النامی ص ۴۲۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

از حدیث صحیحہ نزد محدثین ثابت نشدہ کہ در خور اعتماد و اعتبار باشد در حدیثے نیامدہ کہ نقش پائے مبارک بر سنگے چسپیدہ باشد۔

میں ایسی کوئی روایت نہیں ہے کہ جس پر اعتماد و اعتبار کیا جائے اور کسی حدیث میں نہیں آیا ہے کہ پائے مبارک کا نقش کسی پتھر پر آگیا تھا۔

مفتی عبدالقادر رام پوری (ف ۱۲۴۵ھ/۱۸۴۹ء) نے بھی ان ہی خیالات کا اظہار کیا ہے[1]

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و واقعات، کو صحابہ کرام نے بڑے ذوق و شوق اور صحت سے محفوظ رکھا ہے۔ مگر قدم شریف کے متعلق کوئی روایت نہیں ملتی۔ اگر ایسا واقعہ ہوتا تو اس کی روایت صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت سے منقول ہوتی اور یقیناً حد تواتر کو پہنچتی مگر ایسا نہیں ہے۔

سید احمد شہید کی تحریک کے زمانہ میں شاہ اسمٰعیل شہید وغیرہ نے بدعات کا رد کیا اس زمانہ میں قدم شریف کی صحت اور عدم صحت کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا ہوگا۔ اسی لئے دو رسالے برہان محکم علی خذلان من لفی اثر القدم مولوی کریم اللہ (ف ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء) نے اور سیف المسلول علی من انکر اثر قدم الرسول، مولوی فرید الدین نے قدم شریف کی صحت کے متعلق لکھے[2] اور ان رسالوں کے رد میں میاں نذیر حسین دہلوی (ف ۱۹۰۲ء) نے ۱۲۶۶ھ/۱۸۵۰ء میں ایک محققانہ رسالہ الدلیل المحکم فی نفی اثر القدم لکھا، یہ رسالہ فخر المطابع دہلی سے ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۱ء میں طبع ہو چکا ہے[3] اس سلسلہ کی ایک کتاب الاستشفاع والتوسل بآثار الصالحین و سید الرسل مؤلفہ حافظ محمد عمر عرف سراج الحق بن مولوی فرید الدین ہے جو ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء میں خادم اسلام پریس دہلی میں طبع ہوئی ہے، آثار الصالحین کے حوالے سے خان بہادر مولوی ظفر حسن (محکمہ آثار قدیم دہلی)

---

[1] علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد اول مرتبہ محمد ایوب قادری (آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی ۱۹۶۰ء) ص ۲۳۶ [2] ریاض الانوار از حافظ محمد عمر عرف سراج الحق جلد اول ص ۲۰۲ (النصرت المطابع دہلی ۱۳۰۲ھ) [3] سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۴۴۴ و مخدوم زادگان فتح پور حصہ اول از مولوی مسعود علی محوی (حیدر آباد دکن ۱۹۴۲ء) ص ۲۴ تا ۲۵

نے اپنی کتاب "لسٹ آف محمڈن اینڈ ہندو مونیومنٹس" میں سیر نامہ مؤلفہ احمد برنی[1] کی روایت نقل کی[2] ہے کہ بادشاہ فیروز شاہ نے اپنے مرشد مخدوم جہانیاں جہاں گشت کو خلعت خلافت لانے کے لئے مصر بھیجا وہ بڑے اعزاز کے ساتھ خلعت خلافت لائے خلیفہ نے ان کو قدم شریف بھی دکھایا، واپسی پر حضرت مخدوم نے فیروز شاہ سے قدم شریف کا ذکر کیا۔ فیروز شاہ کو قدم شریف حاصل کرنے کا شوق ہوا اور اس نے حضرت مخدوم کو اس کے لانے کے لئے تیار کیا۔ حضرت مخدوم بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں تیرہ کروڑ تین لاکھ تنکوں کے تحائف لے کر خلیفہ کی خدمت میں پہنچے، خلیفہ اس قدر خوش ہوا کہ اس نے نہ صرف قدم شریف دیدیا بلکہ اس کے دو خادم حاجی محمد اور حاجی شمس الدین کو بھی ساتھ کر دیا، جب حضرت مخدوم قدم شریف لے کر آئے تو بادشاہ نے بیس میل سے استقبال کیا اور قدم شریف کو اپنی قبر میں رکھنے کے لئے رکھا مگر ایک موقع پر اپنے پوتے فتح خاں سے خوش ہو کر اس کو بخش دیا، بالآخر فتح خاں کی قبر پر قدم شریف نصب ہوا۔ یہ واقعہ ۷۶۶ھ / ۱۳۶۵-۶ء کا بیان کیا جاتا ہے[3]

تاریخی اعتبار سے یہ بیان کمزور ہے۔ تاریخ فیروز شاہی وغیرہ میں خلعت خلافت کا آنا بڑی وضاحت سے مرقوم ہے۔ حکومت کے تیسرے سال فیروز شاہ کو درگاہ خلافت سے منشور عطا ہوا، اس موقع پر اس نے جشن عام منا کر خوشی کا اظہار کیا[4] ۷۵۴ھ / ۱۳۶۲ء میں المعتضد باللہ ابوبکر بن الحاکم نے شیخ شہاب الدین احمد صامت کے ہاتھ منشور روانہ کیا اور فیروز شاہ کو سیف الخلافت اور قسیم امیر المومنین خطابات عطا فرمائے[5] ۷۶۴ھ / ۱۳۶۲ء میں محمد ابوبکر المتوکل علی اللہ نے قاضی بہار الدین اور

---

[1] ہم عصر ماخذ میں سیر نامہ برنی کا کوئی حوالہ نہیں ملتا سیر نامہ کے تمام نسخے بارھویں صدی یا اس کے بعد کے ہیں معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مجاوروں نے "احمد برنی" کے نام سے سیر نامہ کا رسالہ وضع کیا ہے۔

[2] لسٹ آف محمڈن اینڈ ہندو مونیومنٹس جلد دوم ص ۲۴۳۔ [3] یہ روایت سب سے پہلے شجرۂ سہروردیہ (حالات سماء الدین دہلوی) از احمد خاں اکبر شاہی تالیف عہد اکبری ۱۰۰۰ھ (ورق ۲۷ ب - ۱۳۹) میں مجاوروں کے حوالہ سے نقل ہوئی ہے۔ [4] تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ص ۱۹۴۔ [5] سیرت فیروز شاہی ص ۱۴۰ بحوالہ سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۳۰۴

خواجہ کافور کے ہاتھ ایک منشور بھیجا اس منشور میں یہ بھی مرقوم تھا کہ جس نے سید السلاطین فیروز شاہ کی فرمانبرداری کی اس نے گویا خدا اور رسول کی فرمانبرداری کی[۱] ۷۶۶ھ/۱۳۶۴ء میں متوکل علی اللہ کی طرف سے ناصر الدین دوا تدار خلیفہ اور اشرف الدین رفاعی کے ذریعے ایک اور منشور آیا[۲]۔ فیروز شاہ تغلق نے محمود شمس کے ذریعہ دربار خلافت کو ہندپاکستان کے اوقاف، مساجد، رباطات، مدارس اور خوانق وغیرہ کے متعلق پوری تفصیل روانہ کی۔ ۷۷۱ھ/۱۳۶۹ء میں محمود شمس کے ساتھ قاضی نجم الدین قریشی اور خواجہ کافور بھی آئے اور خلیفہ کی طرف سے ایک وقف نامہ لائے۔ یہ دربار خلافت سے تعلقات کی تاریخی حیثیت ہے۔ ۷۶۷ھ/۱۳۶۵ء میں قدم شریف کا لانا بیان کیا جاتا ہے[۳] اس زمانے میں حضرت مخدوم ہندپاکستان میں تھے ان کا کہیں باہر جانا ثابت نہیں ہے کیونکہ اسی زمانے میں فیروز شاہ تغلق نے ٹھٹھہ پر تاخت کی تھی اور اس موقع پر حضرت مخدوم نے مصالحت کے فرائض انجام دیئے تھے جس کی تفصیل پچھلے باب میں گزر چکی ہے۔ سیر نامہ کے مؤلف نے فتح خاں کو فیروز شاہ کا پوتا لکھا ہے جو کہ غلط ہے۔ فتح خاں فیروز شاہ کا بیٹا تھا، ایک ہم عصر مورخ سے یہ غلطی عجیب سی معلوم ہوتی ہے۔

مؤلف واقعات دار الحکومت دہلی نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ف ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) کے ایک وصیت نامہ اور خط کا حوالہ دیا ہے۔ مگر ان چیزوں کی صحت کی سند بیان نہیں کی[۴] اس کے برخلاف شیخ عبدالحق نے حضرت مخدوم کے جو حالات اخبار الاخیار میں لکھے ہیں۔ ان میں قدم شریف کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی (ف ۱۲۴۳ھ/۱۸۲۳ء) کا ارشاد ہے کہ قدم شریف کو محدثین، صحیح نہیں جانتے ہیں۔ میں نے ہر چند اس کی سند کو تلاش کیا مگر نہ پایا[۵]۔ قصیدہ بردہ میں قدم شریف

۱؎ سیرت فیروز شاہی ورق ۱۴۰ بحوالہ سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۳۰۴ ۲؎ ایضاً ص ۴۳۱ ۳؎ تذکرہ حضرت مخدوم جہانیان جہاں گشت از سخاوت مرزا ص ۱۱۱ (انسٹی ٹیوٹ آف انڈو مڈل ایسٹ کلچرل اسٹڈیز، آئندہ حوالہ میں اس کو "تذکرہ مخدوم" لکھا جائے گا۔ حیدرآباد دکن ۱۹۶۳ء ۴؎ واقعات دار الحکومت دہلی جلد دوم ص ۵۴۰ ۵؎ ملفوظات شاہ عبدالعزیز اردو ترجمہ مفتی انتظام اللہ و مولوی محمد علی (پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز، کراچی ۱۹۶۰ء) ص ۱۷

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کا پتھر میں اثر ہونا لکھا ہے مگر اثر کے دوسرے معنی بھی لئے جا سکتے ہیں[1]

حافظ محمد عمر عرف سراج الحق دہلوی نے اپنے مرشد حافظ عبد العزیز عرف مقبول احمد دہلوی کے ملفوظات و حالات ریاض الانوار کے نام سے دو جلدوں میں لکھے ہیں اس میں بھی قدم شریف کے متعلق خامہ فرسائی کی ہے، مگر بیان بالکل بے وزن ہے اور تاریخ و سیر سے ان کو کوئی سند نہیں مل سکی[2]

انقلاب ۱۹۴۷ء میں قدم شریف کا تمام علاقہ، مساجد، قبرستان، خانقاہ اور خاص قدم شریف کے وسیع دالان پر ہندو اور سکھ شرنارتھیوں نے قبضہ کر لیا، قبرستان میں مکان بنائے ہیں اب بھی بعض مسجدیں ان کے قبضہ میں ہیں جن میں وہ بہ حیثیت مکان کے رہتے ہیں۔ پختہ اور سنگِ مرمر کی سینکڑوں قبریں مسمار کر دی گئیں۔ ۱۹۵۹ء میں قدم شریف کا دالان اور دو مسجدیں شرنارتھیوں سے حکومت ہند نے خالی کرا کے مجاوروں کے سپرد کی ہیں۔ قدم شریف اب فتح خاں کی قبر پر نہیں ہے بلکہ علیحدہ مجاوروں کے پاس رہتا ہے۔ ۱۶ر جولائی ۱۹۶۲ء بروز سہ شنبہ ہماری درخواست پر مجاوروں نے قدم شریف دکھایا۔ سفید پتھر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے جس میں قدم جیسا نشان ہے۔ قدم کی لمبائی ایک بالشت پانچ انگشت ہے۔ اب وہاں کسی قسم کا کوئی کتبہ وغیرہ نہیں ہے اور اس تختہ سنگ قدم شریف کی وہ لمبائی اور چوڑائی نہیں جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

اکبر بادشاہ کے عہد ۹۸۷ھ/۱۵۷۹ء میں ایک قدم شریف گجرات کے نامور امیر میر ابو تراب گجراتی لائے اس کی حقیقت و کیفیت مولف ماثر الامراء صمصام الدولہ شاہنواز خاں کی زبانی سنئے[3]

"بائیسویں سالِ جلوس اکبری ۹۸۵ھ (۱۵۷۷ء) میں اس (میر ابو تراب گجراتی) کو حاجیوں کی قافلہ سالاری کا اعلیٰ منصب ملا پانچ لاکھ روپے نقد اور دس ہزار خلعت میر کے حوالے ہوئے کہ وہ اپنی فراست سے ان مقاماتِ مقدسہ کے مستحقین کو مناسب طریقے سے پیش کر دے۔ چوبیسویں سال جلوسِ اکبری میں معلوم ہوا کہ حجاز کے سفر میں اس نے مفوضہ خدمت اچھی طرح انجام دی اور

---

[1] ملفوظات شاہ عبد العزیز ص ۲۲۷ [2] ریاض الانوار جلد اول ص ۱۹۶ تا ۲۳۰

[3] ماثر الامراء، جلد سوم صمصام الدولہ شاہنواز خان (اردو ترجمہ محمد ایوب قادری) (مرکزی اردو بورڈ لاہور ۱۹۷۰ء) ص ۳۰۱، ۳۰۲

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

جناب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نقشِ قدم اپنے ہمراہ لایا ہے اور اس نے بتایا کہ یہ نقشِ قدم اس کا جوڑا ہے کہ جو سید جلال بخاری فیروز شاہ کے زمانے میں دہلی لائے تھے۔

اکبر بادشاہ نے حکم دیا کہ میر (ابو تراب) دار الخلافہ آگرہ سے چار کوس کے فاصلے پر قافلے کے ساتھ ٹھیرے۔ بادشاہ کے حکم کے مطابق ارکانِ سلطنت نے ایک خاص پاکیزہ جگہ آراستہ کی۔ اس کے بعد بادشاہ امرائے عظام اور علمائے کرام کے ہمراہ استقبال کے لئے گیا اور اس پتھر کے ٹکڑے کو کہ جو جان سے زیادہ عزیز تھا کندھے پر رکھ کر چند قدم چلا اس کے بعد امرائے سلطنت حسبِ مراتب سر پر رکھ کر شہر لائے (اور وہ نقش قدم) بادشاہ کے حکم سے میر (ابو تراب) کے گھر میں رکھا گیا" خیر الاقدام" ۹۸۷ھ اس کی تاریخ ہے"۔

مورخین اور وقائع نگاروں کا یہ خیال ہے کہ اس زمانے میں خاص و عام اور ادنیٰ و اعلیٰ میں یہ بات مشہور تھی کہ بادشاہِ وقت (اکبر) نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور وہ مدعیٔ رسالت ہے اور دین محمدی کو کہ جو رہتی دنیا تک تمام خرابیوں سے پاک و محفوظ ہے، ناپسندیدہ جانتا ہے اور اس کے استخفاف میں کوشش کرتا ہے۔ معاذ اللہ اس لئے مصلحت وقت کی بنا پر مخلوق کی زبان بند کرنے کے لئے اس نے تکلف و تصنع کے ساتھ یہ انتظام و اکرام کیا ہے چنانچہ اس بات کی تائید شیخ علامی (ابو الفضل) کی تحریر سے بھی ہوتی ہے۔

"اگرچہ حضرت شاہنشاہ (اکبر) جانتا ہے کہ اس (نقشِ قدم) کی کچھ اصل نہیں ہے اور لائق نقادوں (علماء) نے اس کو جعلی ہونا ثابت کر دیا ہے لیکن اس نے پردہ داری (مصلحت) کی وجہ سے اس عظیم انتساب کا خیال کیا اور اس کی تعظیم کی اور اس نے فروغ شناسائی، عدل دوستی، قدردانی اور حوصلہ افزائی کی وجہ سے (اس نقشِ قدم کا) ایسا زبردست احترام کیا اس کو اندیشہ تھا کہ اس سادہ لوح سید (میر ابو تراب) کی آبرو کہیں خاک میں نہ مل جائے اور تیز طبیعت شناخت کرنے والے کہیں اس کی ہنسی نہ اڑائیں۔ (بادشاہ کے اس طرزِ عمل) سے کوتاہ اندیشوں کے سروں پر خاک پڑ گئی اور بہت سے بدفطرت کہ اپنی بدطینتی سے (بادشاہ کو) بے دینی کا الزام دیتے تھے سخت شرمندہ ہوئے"۔ [۱]

---

[۱] مؤلف ماثر الامراء نے یہ عبارت اکبرنامہ سے بطور اختصار اخذ کی ہے مکمل اقتباس کے لئے ملاحظہ اکبرنامہ از ابو الفضل جلد سوم (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۸۱ء) ص ۲۸۱

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

میر ابوتراب گجراتی نہایت اہم سیاسی شخصیت تھے ۱۰۰۵ھ/۱۵۹۶-۹۷ء میں ان کا انتقال ہوا اور وہ اساول میں دفن ہوئے جو احمد آباد (گجرات) کے مضافات میں واقع ہے انہوں نے ایک "تاریخ گجرات" لکھی ہے جسے ۱۹۰۹ء میں مشہور مستشرق ڈینی سن راس نے ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال (کلکتہ) سے شائع کیا ہے وہ اپنے مقدمہ میں اس قدم شریف کے سلسلے میں مزید رقم طراز ہیں۔

"۹۸۸ھ/۱۵۸۰ء میں ابوتراب کو گجرات جانے کی اجازت ملی تو بادشاہ (اکبر) نے انہیں اس نقش قدم کے لے جانے کی بھی اجازت مرحمت فرمائی اور وہ اس (نقش قدم) کو اساول (متصل احمد آباد) لے گئے۔ وہاں انہوں نے اس کے اعزاز میں ایک عمارت اور خانقاہ بنوائی۔ مرہٹوں کے دور میں جب اساول تاخت وتاراج ہوا تو میر ابوتراب کے اخلاف اس نقش قدم کو احمد آباد لے آئے"[۱]

عہد اکبری کے یہ سیاسی عوامل و محرکات تھے کہ اس نقش قدم کی اتنی شہرت و عزت ہوئی[۲] دہلی کے مشہور قدم شریف کی دیکھا دیکھی زمانہ شناس لوگوں نے ہند و پاکستان میں متعدد جگہ قدم شریف کی زیارتیں قائم کر رکھی ہیں جن کا تفصیلی ذکر ہم نے ضمیمہ ۲ میں کیا ہے۔

۱؎ تاریخ گجرات از میر ابوتراب ولی (مرتبہ ڈینی سن راس) (کلکتہ ۱۹۰۹ء) مقدمہ انگریزی ص ۳

۲؎ یہ ابھی کل کی بات ہے کہ صدر ایوب خاں (ف ۱۹۷۴ء) نے عائلی قوانین کا نفاذ کر کے شرعی معاملات میں دخل اندازی کی مگر لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لئے سرکاری سرپرستی میں حسن قرأت کے مقابلے شروع کرا دیئے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ممالک اسلامیہ میں اس قسم کی زیارتیں بالعموم نہیں ہیں مگر مرزا جمیل الدین عالی اپنے کالم "نقار خانے" روزنامہ جنگ کراچی مجریہ ۲۸ جولائی ۱۹۷۵ء میں دمشق کے ایک "قدم شریف" کا ذکر کرتے ہیں۔

"پرانے شہر دمشق کی طرف ایک بہت ہی تنگ اور غریب محلہ ہے۔ نام ہے "میدان" اس سے گزریئے تو ایک خاصی خالی مسجد نظر آئی، چھوٹا سا دروازہ، قالین دو چار ہیں وہ بھی پھٹے پرانے، باقی دریاں وہ بھی صرف دالان میں، منبر کے بائیں طرف ایک سفید معمولی سے پتھر کی سِل پر سیاہ ابھرے ہوئے حرفوں میں قطعہ لکھا ہوا ہے۔

یا ناظر المثال لنعل نبیّہ
قبل مثال اسبُول متکبراً
وامسح بخدک نعلہ اذمسۃ
قدم النبی مروحاً ومتکبراً

اس قطعہ کے اوپر ایک چھوٹی سی محراب ہے اس میں ڈل سنگ مرمر پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک سے منسوب ایک پاؤں کا نشان بنا ہوا ہے یعنی پتھر تو مکعب سا ہے مگر نقش پائے مبارک بالکل یوں ہے کہ ایڑی کے نیچے پتھر خاصا دبا ہوا ہے ایڑی چوڑی نہیں، پاؤں لمبا نہیں لگتا اور ایڑی کے بیچ میں پتھر کا حصہ ابھرا ہوا ہے روایت ہے کہ یہ پتھر آپ کے قدم مبارک کے نیچے پگھل گیا تھا۔

عالی صاحب لکھتے ہیں۔

یوں دلی کی جامع مسجد والا قدم شریف بھی غیر مستند تھا اور یہ قدم شریف بھی غیر مستند ہے یعنی تحقیق سے یہ ثابت نہیں کہ ان پتھروں پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک نقش ہیں"

ــه کذافی الاصل

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

"مخدوم جہانیاں جہاں گشت" کے طبع اول کا ایک نسخہ ہم نے حاجی مولوی محمد مقتدیٰ خان شروانی مرحوم کی خدمت میں علی گڑھ بھیجا۔ جس کی رسید دیتے ہوئے انہوں نے قدم شریف کے متعلق مندرجہ ذیل عجیب وغریب انکشاف فرمایا۔[۱]

"لاہور کے قیام ۱۹۰۲ء تا ۱۹۰۹ء میں مکان اقامت میں کچھ تعمیری مرمت کی ضرورت پڑی۔ پڑوس میں معماروں کا ایک خاندان آباد تھا جو روزانہ داری پر کام کرتے تھے۔ ایک بار ایک شخص سے میں نے کہا کہ میرے مکان میں فلاں مرمت کردو۔ کہا میاں کل سیٹھ نے مجھے ضرور بلایا ہے۔ میں نے پوچھا ایسی کیا ضرورت ہے کہ جو ایک دن ملتوی نہ ہوسکے۔ جواب دیا قدم شریف بنانا ہے۔ کیسا قدم شریف؟ یہی جس کی زیارت کراتے ہیں۔ کیا تم بناتے ہو؟ میں بھی بناتا ہوں اور بھی بناتے ہیں۔ کس قدم کا ناپ لیتے ہو؟ جو بناتا ہے وہ اپنے ہی پاؤں کے ناپ سے بنا دیتا ہے۔

ع وائے گر از پس امروز بود فردائے

زیارت کرانے والوں کا گشت مجھے یاد ہے جاڑوں کے موسم میں مرد عورت چلتے تھے۔ عورتیں اس لئے کہ زنانوں میں بے تکلف جا سکیں۔ دروازے ہی سے صلوٰۃ وسلام پڑھتی ہوئی داخل ہوتی تھیں۔ گھر کی تمام خادمہ مخدومہ جمع ہو جاتی تھیں ادب سے زیارت ہوتی تھی۔ بعض گھروں میں قدم شریف

---

[۱] مکتوب حاجی مولوی محمد مقتدیٰ خاں شروانی بنام راقم مورخہ ۱۱ مئی ۱۹۶۴ء

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

گلاب سے دھو کر عرق تبرکاً رکھ لیا جاتا تھا۔ حسبِ توفیق و استطاعت نذرانہ پیش ہوتا تھا۔"
مشہور فرانسیسی محقق ڈاکٹر گستاولی بان نے "قدم شریف" کے متعلق ایک اور ہی بات لکھی ہے[۱]۔
"وہ اسلام جو اس وقت ہند میں رائج ہے اس کی حالت بالکل ویسی ہی ہوگئی ہے جیسی ہند کے اور مذاہب کی اور نہ اس میں وہ مساوات قائم ہے جس کی وجہ سے اوائل میں اس کو وہ کامیابی ہوئی۔ ہند کے مسلمانوں میں بھی ذات کا تفرقہ داخل ہو گیا ہے اگر الفاظ میں نہیں تو عملاً یہ پوری طرح جاری ہے ہند کے اسلام نے کچھ باتیں بدھ مذہب سے بھی اختیار کی ہیں جن میں تبرکات کی پرستش شامل ہے جس طرح بودھوں میں ساکیا منی کے دانت اور بال پوجے جاتے ہیں اس طرح ہند کے مسلمانوں میں موئے مبارک کی پرستش ہوتی ہے بعض نشانِ قدم ایسے ہیں جن کو اپنے اپنے اعتقاد کے مطابق ہندو، بدھ، برہمن، برہما، ساکیامنی اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم سمجھ کر پرستش کرتے ہیں[۲]۔"
دہلی میں دو پرانے برگد اور کھرنی کے درختوں کے متعلق بھی عوام میں یہ روایت مشہور ہے کہ ان درختوں کو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے لگایا تھا۔ کھرنی کا درخت شاہ ترکمان بیابانی کے مزار کے احاطے میں واقع ہے[۳]۔

ابن بطوطہ حضرت مخدوم کی خدمت میں ۷۲۴ھ/۱۳۲۴ء میں مشہور سیاح ابن بطوطہ سیاحت سندھ کے دوران اوچ پہنچا تو حضرت مخدوم کی خدمت میں بھی حاضر ہوا اور خرقہ حاصل کیا، بطوطہ لکھتا ہے کہ بھکر سے چل کر ہم اوچ کے شہر میں پہنچے یہ شہر دریائے سندھ کے کنارے واقع ہے بڑا شہر ہے بازار بہت عمدہ ہے، عمارتیں مضبوط ہیں اس زمانہ میں اوچ کا حاکم جلال الدین

---

[۱] تمدنِ ہند از گستاولی بان (اردو ترجمہ ڈاکٹر سید علی بلگرامی) (بک لینڈ کراچی ۱۹۶۲ء) ص ۴۲۵
[۲] لنکا میں جو قدم کا نشان ہے "اس کو بدھ مذہب کے پیرو شاکیامنی کے قدم کا نشان بتاتے ہیں اور ہندو شیو کے قدم کا اور مسلمان باوا آدم کے قدم کا" دیکھیے سفرنامہ ابن بطوطہ (۲/۳۳۱)
[۳] سیرِ ریاض (سیر دہلی) از شیخ ریاض الدین احمد مرتبہ ڈاکٹر مختار الدین احمد (علی گڑھ ۱۹۶۲ء) ص ۲۷

کیمبی تھا، ابن بطوطہ کی حاکم شہر سے دوستی ہوگئی، ابن بطوطہ حضرت جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت مخدوم نے اس کو اپنا خرقہ عنایت کیا، اس نے مخدوم کو صالحین میں شمار کیا ہے[1]

حضرت مخدوم اور خواجہ گیسو دراز کے تعلقات

خواجہ بندہ نواز گیسو دراز (ف ۸۲۵ھ ۱۴۲۲ء) اکابر اولیاء ہند میں شمار ہوتے ہیں وہ ۷۲۱ھ ۱۳۲۱ء میں دہلی میں پیدا ہوئے اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ نے ۷۵۷ھ ۱۳۵۶ء میں ان کو اپنی خلافت اور جانشینی سے سرفراز فرمایا۔

حضرت گیسو دراز ۸۰۱ھ ۱۳۹۸ء تک دہلی میں مقیم رہے، اس کے بعد دکن تشریف لے گئے وہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے چشتیہ سلسلہ میں پیر بھائی ہیں، حضرت مخدوم اکثر دہلی تشریف لے جاتے تھے ان دونوں بزرگوں میں خاصے روابط و تعلقات تھے اور اکثر ملاقاتیں ہوتی تھیں جیسا کہ تبصرۃ الخوارقات میں ایک جگہ اس کا ذکر ملتا ہے[2]

حضرت بندگی مخدوم (خواجہ گیسو دراز) رضی اللہ عنہ را قوتے بود، ہر کس راکہ بکنار می گرفتند، نعمت می دادند و ہم می ستدند، چنانچہ حکایت حضرت بندگی مخدوم و حکایت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ خواندہ باشی۔	حضرت بندگی مخدوم (خواجہ گیسو دراز) رضی اللہ عنہ صاحب قوت تھے جس کسی سے بغلگیر ہوتے تھے اسکو نعمت باطنی سے سرفراز فرماتے تھے اور اس سے نعمت باطنی حاصل بھی کرتے تھے جیسا کہ تم نے حضرت بندگی مخدوم (خواجہ گیسو دراز) اور سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت پڑھی ہوگی۔

افسوس کہ ان ملاقاتوں کی تفصیل نہیں ملتی۔

حضرت مخدوم اور شرف الدین احمد یحییٰ منیری

شیخ شرف الدین یحییٰ منیری ۷۸۲ھ ۱۳۸۰ء اپنے زمانہ کے اولیاء کاملین میں سے تھے، انہوں نے پورب میں ایک مدت تک رشد و ہدایت

---

[1] سفرنامہ ابن بطوطہ جلد دوم ص ۱۸ تا ۱۹ [2] تبصرۃ الخوارقات از خواجہ من اللہ بن خواجہ علی اللہ حسینی (قلمی) ص ۸۵ (مملوکہ مولوی انور حسین نفیس رقم لاہور)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کی مجالس برپا رکھیں، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت، شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کا بڑا احترام داعزاز فرماتے تھے۔ مناقب الاصفیا کی روایت ہے[1]

چوں جلال الدین در شہر دہلی درآمدے روسوی بہار کردے و سینہ مالیدے وفرمودے بوئے عشق از طرف بہار می آید

جب جلال الدین دہلی میں تشریف لاتے تو بہار کی طرف منہ کرکے سینہ ملتے اور فرماتے کہ بہار کی طرف سے عشق و محبت کی بو آرہی ہے۔

مناقب الاصفیار کی روایت کے مطابق حضرت مخدوم آخر عمر میں شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ کے مکتوبات اکثر مطالعہ میں رکھتے تھے۔ صاحب مناقب الاصفیار لکھتے ہیں[2]

جلال بخاری را پرسیدند کہ درآخر عمر درچہ مشغول اید فرمود درمطالعہ مکتوبات شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری باز پرسیدند مکتوبات شیخ شرف الدین منیری چگونہ است فرمود بعضے محل ہنوز فہم نشدہ است۔

حضرت جلال بخاری سے پوچھا کہ آخر عمر میں کیا شغل رہتا ہے فرمایا کہ شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کے مکتوبات کے مطالعہ میں مشغول رہتا ہوں پھر پوچھا کہ شیخ شرف الدین کے مکتوبات کیسے ہیں، فرمایا کہ بعض مقامات ابھی تک ہماری سمجھ میں نہیں آئے ہیں۔

حضرت شرف الدین یحییٰ منیری کے مکتوبات کے تین مجموعے (۱) یک صدی (۲) سہ صدی (۳) بست وہشت شائع ہو چکے ہیں۔

اخلاق وعادات

حضرت مخدوم اخلاق وعادات میں اتباع سنت کا بہت خیال رکھتے تھے، عاجزی اور انکسار ان کی عادت میں داخل تھا۔ کسی معاملہ میں برتری یا امتیاز کا احساس نہیں ہونے دیتے تھے مریدین وحاضرین پر بدرجہ اتم شفقت فرماتے تھے۔ بہت سے مریدین ومتعلقین کا وظیفہ مقرر تھا جب مجلس ختم ہوتی تھی تو شکر یا شیرینی وغیرہ جو فتوح میں آتی تھی تقسیم کی جاتی تھی، مجلس میں پان بھی کھلائے جاتے تھے[3] حضرت مخدوم

---

[1] مناقب الاصفیاء از شعیب فردوسی (مطبع نور الآفاق کلکتہ ۱۸۹۵ء) ص ۱۴۰۔ ۱۴۱ [2] ایضاً ص ۱۴۰ [3] الدر المنظوم ص ۴۳۷

کھانا کھانے کے بعد کبھی کبھی چوران بھی کھایا کرتے تھے[۱] مخدوم اپنے شیخ عبد اللہ یافعی کے اتباع میں اکثر ٹوپی سے نماز پڑھا کرتے تھے[۲] وہ جب گھر میں داخل ہوتے تھے تو سلام کرتے تھے اور اس سلسلہ میں دوسروں کو بھی تاکید فرماتے تھے[۳] حضرت سواری نہیں رکھتے تھے بلکہ ڈولی میں سوار ہوتے تھے[۴] لباس میں کبھی کبھی شلوار اور اتباع سنّت میں نعلین پہنا کرتے تھے[۵] پانی یا شربت ہمیشہ تین سانسوں میں پیا کرتے تھے. ایک مرتبہ سحری کا کھانا آیا اس میں پیاز تھی انھوں نے پیاز کھائی[۶] مخدوم باوجود پیرانہ سالی کے تمام اوراد و وظائف پابندی سے ادا کرتے تھے اور آخر عمر میں اکثر بیٹھ کر نماز پڑھا کرتے تھے. حضرت مخدوم تراویح بالالتزام ادا کرتے تھے رمضان میں ہمیشہ سحری کرتے تھے اور سحری کے بعد خلال فرمایا کرتے تھے ہر سال رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف میں بیٹھا کرتے تھے عید الفطر کے دن بعد طلوع آفتاب چند خرمے تناول فرماتے تھے اور خدّام کو بھی خرمے دیتے تھے[۷] حضرت مخدوم نے فرمایا "درہم مہر کو نیچے نہ رکھنا چاہیئے اس لئے کہ اس میں حروف کے نقش ہیں اور ان کی تعظیم کرنی چاہیئے[۸] حضرت مخدوم کے کئی خادم اور منشی تھے ان میں سے ایک خادم کا نام حسن اور ایک منشی کا نام نور الدین تھا[۹]. وقت ضرورت ہندو بنئے سے قرض بھی لیتے تھے[۱۰] کچھ لوگ حضرت مخدوم کی خدمت میں سجدہ کرنے لگے تو انہوں نے فرمایا کہ غیر حق کو سجدہ روا نہیں ہے، اور ہمارے "مذہب حنفی میں سجدہ تحیۃ منسوخ ہے"[۱۱].

ایک مرتبہ کسی عزیز کا خط مخدوم کے پاس آیا فرمایا کہ فوراً جواب دو اس لئے کہ خط کا جواب دینا اسی طرح واجب ہے جس طرح سلام کا جواب دینا واجب ہے ایک مرتبہ نظام الملک کے بھانجے جمال الدین، مولانا کریم الدین کی غرمنداشت لائے اور سونے کا سکہ ان کی طرف سے اور چاندی کا

---

۱ الدر المنظوم ص ۴۳۸، ۴۳۹ | ۲ ایضاً ص ۱۲ | ۳ ایضاً ص ۸۵ | ۴ ایضاً ص ۱۴۷

۵ ایضاً ص ۱۹۴، ۲۴۸ | ۶ ایضاً ص ۲۹۰، ۳۴۲ | ۷ ایضاً ص ۷۰۵، ۸۱۶، ۴۴۰

۸ ایضاً ص ۴۵۴، ۵۴۲ | ۹ ایضاً ص ۱۳۷، ۱۷۸ | ۱۰ ایضاً ص ۷۲۶

۱۱

سکہ اپنی طرف سے مخدوم کی خدمت میں نذر کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر کوئی تمھارے لئے ہدیہ لائے تو تمھیں بھی بدلہ دینا چاہیئے اور اگر قدرت نہ ہو تو اس کے لئے دعائے خیر کرنی چاہیئے اس کے بعد اپنی باراتی ان کو دیدی اور فرمایا کہ یہ میری ذاتی آمدنی سے ہے اور حاضرین کو تاکید فرمائی کہ ہدیہ کا بدلہ ضرور دینا چاہیئے۔[1]

ایک مرتبہ دو لونڈیاں اور پانچ سو تنکے فتوح میں آئے تو حسن خادم سے فرمایا کہ حفاظت سے رکھو کہیں خانگی چور (فرزند محمود) نہ دیکھ لے ورنہ وہ سب لے جائے گا یہ دونوں لونڈیاں میں اپنے پاس رکھوں گا تاکہ استنجا اور وضو کرائیں۔ میں ضعیف ہوگیا ہوں شاید یہ کچھ سیکھ لیں اور پانچ سو تنکے فخر الدین گازرونی کو دوں گا کیونکہ وہ وطن جانا چاہتے ہیں۔[2]

وصال حضرت مخدوم کی عمر شریف اٹھتر سال کی ہوئی سال وفات ۷۸۵ھ ۱۳۸۴ء ہے۔[3] ۱۰ ذی الحجہ (۲ فروری ۱۳۸۴ء) عید قرباں چہارشنبہ کا دن تھا۔ نماز دوگانہ ادا کرنے کے بعد طبیعت زیادہ خراب ہوگئی اور غروب آفتاب کے ساتھ ساتھ رشد و ہدایت، فلاح و خیر اور علم و فضل کا آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مخدوم کے زمانۂ علالت کا ایک خاص واقعہ لوٹا ہوں، وارو غہ اوچ کا قتل ہے جس کا ذکر شیخ راجو قتال کے بیان میں آئے گا۔ مزار شریف اوچ سابق ریاست بھاولپور میں ہے، دروازہ پر درج ذیل تاریخ ثبت ہے۔[4]

تاریک گشت جملہ جہاں بے جمال شاہ — تاریخ بود ہفت صد و ہشتاد و پنج سال

ایک اور مقام پر تاریخ وفات "مخدوم اہل جہاں" درج ہے۔[5]

---

[1] الدر المنظوم ص ۴۹۱، ۴۹۲ [2] ایضاً ص ۶۸۱ [3] اخبار الاخیار ص ۱۴۳۔ خزینۃ الاصفیا جلد اول ص ۶۲ [4] تاریخ اوچ ص ۱۰۵ [5] الدر المنظوم کے آخر میں محمد فاضل اکبر آبادی مؤلف ثمر الواصلین کا قطعہ تاریخ تولد و رحلت حضرت مخدوم شامل ہے اس میں سن رحلت ۷۸۰ھ تحریر کیا ہے خزینۃ الاصفیاء اور تاریخ اوچ سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ انتقال میں اختلاف ہے مگر ۷۸۵ھ ۱۳۸۴ء پر اکثر نے اتفاق کیا ہے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت مخدوم کا مزار ایک وسیع دالان کے اندر ہے، اس دالان کے اندر بہت سی قبریں ہیں، دروازہ پر مندرجہ ذیل اشعار لکھے ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۳۳۰ھ ۱۹۱۲ء میں خانقاہ کی مرمت حامد محمد نوبہار خامس کے زمانہ میں ہوئی۔

تاریخ مرمت خانقاہ مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ

در زمان خامس حامد محمد نوبہار	؛؛	شد مرمت روضہ شاہ افتخار اولیاء
کاشفِ سرالہ حضرت جلال الدین نام	؛؛	درجہاں مشہور مخدوم جہانیاں برملا
چوں بعالم آمدہ این وارث قطب کباں	؛؛	از ماہِ شعبان المعظم چارم اصطفا
رفت چوں ایں بادشاہ دین بر راز جہاں	؛؛	تاریخ بود عید الضحیٰ جاں خود بحق کردہ فدا
نغمہ سرائے ساختہ در مدحتش مرغان کاخ	؛؛	زائریں در روضہ اطہر شاغل اند اندر دعا
مخزن اسرار مخدوم جہانیاں شد رقم	؛؛	بر آستاں سوداجبیں از صدق دل شاہ و گدا
دائما روشن بود بسرایں چراغ دین نبی	؛؛	حامد محمد نوبہار شاہ دیں سلطان ما
خلق احسان رابسر بردہ بعلم و حلم خویش	؛؛	مادر گیتی نزادہ ہم چو ..... پارسا
کامراں باشد مخلد درجہاں سلطان فیض	؛؛	عابد و ساجد فہیم و صاحب جود و عطا

حضرت مخدوم کی خانقاہ کے متصل ایک چھوٹی سی کوٹھری میں حضرت علیؓ کا قدم بتایا جاتا ہے جس کا ذکر پہلے کر چکے ہیں خانقاہ کے متصل ہی ایک مسجد ہے جسے مسجد الحجاج یا مسجد حاجات کہتے ہیں حضرت مخدوم بالعموم اسی مسجد میں عبادت الٰہی میں مشغول رہا کرتے تھے بعض حضرات نے مسجد حجاج کی وجہ یہ لکھی ہے کہ چونکہ اس مسجد میں ہمیشہ حجاج اقامت پذیر ہوتے تھے اس لئے اس کو مسجد حجاج کہتے ہیں کہا جاتا ہے کہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ بھی اس مسجد میں معتکف ہوئے تھے [1]

[1] تاریخ اوچ ص ۱۰۴، ۱۰۶

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

صدرالدین راجو قتالؒ صدرالدین راجو قتال، حضرت مخدوم کے چھوٹے بھائی تھے دونوں بھائیوں میں بڑی محبت اور خلوص تھا۔ حضرت مخدوم کے ساتھ ان کے بھائی کا اکثر ذکر آتا ہے اس لئے ہم نے راجو قتال کا علیحدہ ذکر کرنا مناسب سمجھا۔ حضرت راجو قتال کے حالات میں حاجی حامد گنج بخش نے ایک کتاب "مناقب الولایت" لکھی ہے، خلیفہ اللہ داد خاں صاحب کے کتب خانہ میں اس کتاب سے استفادہ کا موقع ملا، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ کتاب صدرالدین راجو قتال کے قریب زمانہ میں لکھی گئی ہے، کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے [1]

"امابعد بندہ کمترین خاکپائے سادات حاجی حامد گنج بخش گنج گیر کھیتو درویش حسینی الگیلانی می گوید کہ باعث تسوید این ارقام آنکہ کلمہ چند از کلمات قدسیہ و از حالات قطب الفلک و مرشد الملک حضرت مخدوم شیخ صدرالدین محمد راجن کتال۔۔۔ از کتب صغائر و کبائر التقات کردہ۔۔۔ مناقب الولایت نام نہاد"

حضرت راجو قتال کی تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد کے زیر تربیت ہوئی چند سال میں جملہ علوم کی تحصیل سے فراغ حاصل کر لیا [2] مراۃ العالم میں تحریر ہے [3]

صدرالدین راجو قتال مرید و خلیفہ پدر خود احمد کبیر بود و از برادر بزرگوار خود مخدوم جہانیاں جہاں گشت نیز خرقہ خلافت یافت و بعد از وے بر سجادۂ خلافت نشست۔

صدرالدین راجو قتال اپنے والد احمد کبیر کے مرید خلیفہ تھے اور اپنے بڑے بھائی مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے بھی خرقہ خلافت پایا اور ان کے بعد سجادہ نشین خلافت ہوئے۔

صاحب ثمرات القدس لکھتے ہیں [4]

---

[1] مناقب الولایت از حامد گنج بخش (قلمی) ۲ اب و ۲ ب (مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں صاحب اوچ مکتوبہ غلام محمد ۱۲۶۳ھ)
[2] سبع سنابل از میر عبدالواحد بلگرامی ص ۳۲، (نظامی پریس کانپور ۱۲۹۹ھ) [3] مراۃ العالم (قلمی) از بختاور خاں ص ۲۶۱ (مخزونہ نیشنل میوزیم آف پاکستان نیز ملاحظہ ہو ثمرات القدس (حصہ دوم) کراچی (قلمی) ص ۴۰ و۔
[4] ثمرات القدس (قلمی) حصہ دوم ص ۴۰ ا (از لعل بیگ) تصنیف عہد اکبری (مخزونہ نیشنل میوزیم آف پاکستان کراچی)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

دے جامع علوم ظاہری و علوم اصول و معاملات و اشارات بودہ و از اجلۂ مشائخ ہندوستان است

وہ علوم ظاہری، اصول، معاملات اور اشارات میں جامعیت رکھتے تھے اور ہند پاکستان کے اجل مشائخ میں سے تھے۔

حضرت مخدوم کے لقب راجو قتال کے سلسلے میں صاحب مناقب الولایت کی رائے ہے کہ یہ لفظ راجن کتال ہے، قتال نہیں ہے اور سریانی زبان کا لفظ ہے جس میں کتال کے معنی بزرگ اور راجن کے معنی ہیبتناک ہیں[1]۔ مگر دوسرے تذکروں میں ان کے رعب و جلال کی وجہ سے ان کو "قتال" کہا گیا ہے اس سلسلہ میں لواہوں کا واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جس زمانہ میں حضرت مخدوم مرض الموت میں مبتلا تھے لواوچ کا ہندو داروغہ لواہوں انکی عیادت کی غرض سے حاضر ہوا اور کہا[2]

خدا تعالیٰ حضرت مخدوم را صحت دہد ذات پاک مخدوم ختم اولیاء است چنانکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ختم انبیاء بود۔

خدا تعالیٰ حضرت مخدوم کو صحت دے مخدوم کی ذات پاک ختم اولیا ہے جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ختم انبیاء تھے۔

مخدوم جہانیاں اور صدر الدین راجو قتال نے لواہوں کے ان الفاظ پر اس کو بتایا کہ وہ اسلام قبول کر چکا اب اس کا اعلان عام کرے لواہوں نے انکار کیا تو اس پر مرتد ہونے کا الزام دگایا۔ لواہوں بھاگ کر دہلی پہنچا اس اثنا میں مخدوم جہانیاں کا انتقال ہو گیا اور سویم کے بعد راجو قتال گواہوں کے ساتھ دہلی پہنچے اگرچہ دہلی کے بعض علماء نے ان کے خیال کی تائید نہیں کی مگر انہوں نے فیروز شاہ تغلق کو مجبور کیا اور لواہوں کو ارتداد کے الزام میں قتل کرا دیا[3]۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی اس واقعہ پر اظہار رائے فرماتے ہوئے لکھتے ہیں[4]

"لواہوں کا قتل غلط مذہبیت اور تنگ نظری کی بدترین مثال ہے"۔

صدر الدین راجو قتال کے فیروز شاہ تغلق سے اچھے تعلقات تھے وہ اس کے لشکر میں بھی

---

[1] مناقب الولایت (قلمی)، ص ۱۴۲ [2] و [3] سیر العارفین ص ۱۵۹، ۱۶۰

[4] سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۴۳۷

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

رہے بادشاہ نے ان کو مراحم خسروانہ سے نوازا، ایک گاؤں ان کے نام کیا اور دو ہزار تنکے نقد پیش کیے[1] وہ اکثر بادشاہ سے بے تکلفانہ انداز میں گفتگو کیا کرتے تھے[2]

حضرت راجو قتال کو سیر و شکار کا خاص شوق تھا اور اکثر شکار کا گوشت کھایا کرتے تھے[3]

حضرت مخدوم کے ذریعے اوچ اور ملتان کے علاقہ میں اسلام کی اشاعت خاص طور سے ہوئی، حامد گنج بخش لکھتے ہیں[4]

(او) بمجرد دیدن مسلم گشت بدین نمط سی صدتن کافراں آمدہ اند و مسلمانان گشتند۔	وہ صرف ان کے دیکھنے ہی سے مسلمان ہو گیا اور اس طرح تین سو کافر آئے اور مسلمان ہوئے۔

اسلام میں داخل کرنے کے بعد ان کی تعلیم و تربیت بھی فرماتے تھے، ایک شخص دین محمد کا حال مناقب الولایت میں اس طرح تحریر ہے[5]

ہندو مذکور بمجرد مسموع شدن مسلم گشت ... نامش دین محمد نہادند و تبرک خرقہ اجازت خلافت با و مرحمت فرمودند و بطریقہ سہروردی داخل کردند و تمامی زمرہ مسلمانان گشتند و بر اوشاں دین حضرت محمد صلعم مبرہن و قوی ساختند۔	ہندو مذکور صرف گفتگو سنتے ہی مسلمان ہو گیا، اس کا نام دین محمد رکھا اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا اور سہروردیہ طریقہ میں داخل کیا، تمام جماعت مسلمان ہو گئی اور ان پر دین اسلام کو مبرہن اور قوی کر دیا۔

حضرت راجو قتال کا ۱۶؍ جمادی الآخر ~~۸۲۷ھ~~ ۱۴۲۴ھ کو وصال ہوا، اوچ میں دفن ہوئے ان کا مقبرہ بنا ہوا ہے۔

حضرت راجو قتال کے چار فرزند: ۱۔ جلال خواجہ ۲۔ شیخ روح اللہ ۳۔ عبدالعزیز

---

[1] الدر المنظوم ص ۲۵۰ [2] جمعات شاہی (قلمی) ص ۱۵۰ ب [3] مخزن الولایت (ملفوظات مخدوم شاہ خادم صفی) مرتبہ منشی محمد ولایت علی خاں (اردو ترجمہ محمد خصلت حسین صابری) ص (اپاک اکیڈیمی کراچی ۱۹۶۳ء)۔ [4] مناقب الولایت ص ۷ ب [5] ایضاً ص ۱۹ ا

اور ابو اسحٰق تھے۔[1]

شیخ ابو اسحٰق اپنے والد کے طریقہ پر بچپن ہی سے تبلیغ اسلام میں مصروف رہتے تھے۔ صاحب مناقب الولایت لکھتے ہیں۔[2]

در ایام صغیری ہفتاد تن کافراں را باسلام آوردہ بودند۔	بچپن ہی میں بہتر کافروں کو اسلام میں داخل کیا۔

شیخ ابو اسحٰق کا انتقال ۱۱ ذی الحجہ ۸۰۹ھ / ۱۴۰۷ء کو ان کے والد کے سامنے ہی ہو گیا۔[3] شیخ راجو قتال اگرچہ صاحب اولاد تھے مگر انہوں نے فضل الدین بن ناصر الدین محمود بن مخدوم جہانیاں جہاں گشت کو اپنا سجادہ نشین بنایا، فضل الدین کے خاندان میں بھی مسلسل اور باقاعدہ سجادہ نشینی کا سلسلہ جاری ہے۔ مؤلف تاریخ اوچ لکھتے ہیں۔[4]

"اس سلسلہ کے انفاس زکیہ اور برکات سنیہ کے فیض سے کئی ایک ہندو قوموں نے شرف اسلام حاصل کیا، لانگ، کھاکھی، دھونتر، لون وغیرہ اس سلسلے کی برکت سے حقانیت اسلام کی آگاہی سے ممتاز ہوئے ملتان اور ضلع مظفر گڑھ ان کے زیر اثر رہا۔"

حضرت راجو قتال کے بہت سے خلفاء تھے جن میں سے ۱۔ مخدوم فضل الدین ۲۔ شیخ کبیر الدین اسمٰعیل ۳۔ برہان الدین قطب عالم ۴۔ شیخ علاء الدین ۵۔ شاہ داؤد قریشی ۶۔ مخدوم عبدالوہاب ۷۔ شیخ اسماعیل قریشی ۸۔ مخدوم جہاں شاہ[5] ۹۔ شیخ سارنگ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔[6]

حضرت شیخ صدر الدین راجو قتال سے منسوب اوراد کا ایک مجموعہ "مجموعہ تکبیرات راجو قتال" کے نام سے رضا لائبریری رام پور میں محفوظ ہے جس کا نمبر ۸۸۲ ہے۔

---

[1] ذکر سادات بخاری و سادات بھکر و سادات رسول دار (قلمی) ص ۲۸ (سال تالیف ۱۰۳۹ھ (مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں اوچ) [2] مناقب الولایت (قلمی) ص ۲۶ و [3] ایضاً [4] تاریخ اوچ ص ۱۹۲
[5] تذکرہ شاہ رکن عالم ملتانی [6] سبع سنابل ص ۷۳

باب ہشتم

آثار و ملفوظات

ملفوظات کے لفظی معنی " مقالات یا تقاریر " کے ہیں ، یہ دراصل صوفیہ کے یہاں تعلیم و تربیت کا ایک رسمی طریقہ ہے ، مرید اپنے شیخ کے پاس بیٹھ کر کوئی عنوان شروع کر دیتے ہیں اور شیخ اس عنوان پر اظہار خیال کرتا ہے ، کچھ ذہین اور ذی علم مرید اس گفتگو کو نقل کر لیتے ہیں ، بعض مرید اس تحریر کو اپنے مرشد کو دکھا لیتے ہیں ۔ اس طرح اس تحریر کو درجہ استناد حاصل ہو جاتا ہے ۔ شیخ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات فوائد الفواد مرتبہ حسن سجزی اور خیر المجالس مرتبہ حضرت حمید قلندر بہت مشہور ہیں ، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت بڑے صاحب علم و فضل صوفی شیخ تھے ۔ اسلامی علوم میں ان کو ممتاز مقام حاصل تھا ۔ ان کے ملفوظات مذہب و تصوف کے دائرۃ المعارف کا درجہ رکھتے ہیں ، اب ہم مخدوم کے ملفوظات کا ذکر کرتے ہیں ۔

اردو ترجمہ خلاصۃ الالفاظ جامع العلوم الدر المنظوم ملفوظات کا یہ مجموعہ جامع العلوم کے نام سے مشہور ہے اس کے مرتب ابو عبداللہ علاء الدین علی بن سعد بن اشرف دہلوی ہیں جو ۷۷۷ھ / ۱۳۷۵ء میں حضرت مخدوم کے مرید ہوئے ان کو خیال ہوا کہ اوچ چل کر مرشد کی خدمت میں رہنا چاہیئے۔ ۷۸۱ھ / ۱۳۷۹ء میں حضرت مخدوم وارد دہلی ہوئے اور تقریباً دس مہینے دہلی میں قیام رہا ۔ علاء الدین علی نے اس قیام کو غنیمت سمجھا اور شب و روز حضرت مخدوم کی خدمت میں مقیم رہے اور ۲۸ ربیع الآخر ۷۸۱ھ / ۱۳۷۹ء سے ۱۷ محرم ۷۸۲ھ / ۱۳۸۰ء تک بقید تاریخ و وقت تقریباً ۹ ماہ حضرت مخدوم کے ملفوظات جمع کرتے رہے ، حضرت مخدوم کو معلوم ہو گیا تھا کہ علاء الدین ملفوظات جمع کر رہے ہیں لہٰذا جب کبھی تقریر فرماتے تو ان کو مخاطب کرتے کہ لکھ لو علاء الدین اس تقریر کو قلم بند کر لیتے ۔ اگر کسی کو ان ملفوظات کے سمجھنے میں دشواری ہوتی تو

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ان کے مکان پر جاکر حل کر لیتے ۔ اکثر مرید اس نسخہ کی نقل حاصل کرتے ان ملفوظات میں ہم عصر واقعات اور شخصیتوں کے اکثر حوالے آئے ہیں۔ جامع العلوم میں قوت القلوب، عقائد نسفی، شرح اوراد کبیر، جامع الفتاویٰ، فتاویٰ کامل، جامع صغیر، شرح عزیزی، کتاب کافی، کتاب ہنقق، شرح لودنہ، فقہ اکبر، مشکوٰۃ المصابیح، مشارق الانوار، عوارف المعارف، شرح کبیر، چہل بہم رسالہ مکیہ، قصیدہ لامیہ اور مشکوٰۃ المصابیح کی تو اس قدر تشریحات ہیں کہ ان کتابوں کی مختصر شروح ، الدر المنظوم سے تیار ہو سکتی ہیں۔

جامع العلوم کا اردو ترجمہ الدر المنظوم فی ترجمہ ملفوظ المخدوم کے نام سے دو جلدوں میں ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء میں مطبع انصاری دہلی سے طبع ہو چکا ہے، صورت یہ ہوئی کہ اس کا ایک قلمی نسخہ کسی صاحب نے نواب صدیق حسن خاں کو نذر کیا جب مولوی ذوالفقار احمد صاحب نے اس کو دیکھا تو نواب صاحب کو اس کی طباعت کی طرف متوجہ کیا نواب صاحب نے اس کی تلخیص شائع کرنے کا خیال ظاہر کیا کہ اسی دوران میں ان کا انتقال ہو گیا، پھر ان کے فرزند اکبر نواب نور الحسن خاں (ف ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء) کی سعی بلیغ سے اس کتاب کا اردو ترجمہ شائع ہوا، اردو ترجمہ کے فرائض مولوی ذوالفقار احمد مرحوم (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) نے انجام دیئے۔ الدر المنظوم کی دونوں جلدیں ۸۷۲ صفحات پر مشتمل ہیں، اس میں تصوف کے حقائق و معارف اور بکثرت شرعی، فقہی، اخلاقی اور معاشرتی مسائل کا بیان ہے۔ الدر المنظوم کو دوبارہ ۱۳۸۲ھ میں ملتان کے ایک ذی علم بزرگ حکیم غلام محبوب سبحانی نے طبع کرا دیا ہے اور شروع میں فہرست مضامین بھی شامل کر دی ہے۔ اب ہم جامع العلوم کے قلمی نسخوں کا ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ جامع العلوم کا ایک خوش خط اور بہت اچھا نسخہ نوبہار شاہ سجادہ نشین اوچ بخاری کے پاس ہے۔ یہ نسخہ ۱۲۰۱ھ/۱۷۸۶ء کا مکتوبہ ہے اور ہماری نظر سے گزرا ہے۔

۲۔ جامع العلوم کا ایک قلمی نسخہ سنٹرل لائبریری حیدر آباد دکن (آندھرا پردیش) میں ہے جس کا نمبر شمار ۸۳ ہے، اس نسخہ پر سنہ کتابت موجود نہیں ہے۔ البتہ بعض مہریں ہیں ایک مہر پر نواز جنگ ۱۱۵۷ھ/۱۷۴۴ء ہے[1]

[1] تذکرہ مخدوم ص ۵۳

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۳۔ جامع العلوم کے دو نسخے رضا لائبریری رام پور میں ہیں، پہلا نسخہ (نمبر ۱۰۵۶) مکمل ہے جس میں کل ۲۰۵ اوراق ہیں ترقیمہ کی عبارت نقل کی جاتی ہے۔

"تمام شد کتاب جامع العلوم از زبان مخدوم جہانیاں من تالیف علاء الدین وچشتی[1] الحسنی رحمتہ اللہ علیہ وعلی جمیع المومنین الاحیاء منہم والاموات"

جامع العلوم کا دوسرا نسخہ (نمبر ۱۰۵۷) ناقص الطرفین ہے۔

۴۔ جامع العلوم کا ایک نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال (کلکتہ) میں ہے جو بہت اچھی حالت میں ہے، صاف، جلی اور نستعلیق خط میں لکھا ہوا ہے، یہ نسخہ ۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء میں نقل ہوا ہے[2]

سراج الہدایہ مخدوم کے ملفوظات کا دوسرا مجموعہ سراج الہدایہ ہے، جسے احمد برنی نے مرتب کیا ہے[3] برنی اس وقت حضرت مخدوم کے ہمراہ تھا۔ فیروز شاہ تغلق ٹھٹھ کے سمہ حکمراں کے خلاف مہم چلا رہا تھا اور شیخ کے ہمراہ ۷۷۶ھ/۱۳۷۴ء میں دہلی واپس آیا، اس کتاب میں فیروز شاہ کی مہم ٹھٹھ کا اکثر ذکر اور حوالہ ملتا ہے۔ ان ملفوظات میں فیروز شاہ، خان اعظم، ظفر خاں اور دوسرے امرائے ذی مرتبت کے متعلق بہت اچھی معلومات ہیں، سراج الہدایہ میں مندرجہ ذیل نو باب ہیں۔

باب اول۔ دربیان احادیث پیغمبر۔

باب دوم۔ دربیان روایت پیر و مرید گرفتن فوائد فقہ و مسائل دینی۔

باب سوم۔ دربیان فوائد احکام شرع۔

باب چہارم۔ دربیان حکایات لطیفہ۔

باب پنجم۔ دربیان قصص الانبیاء۔

باب ششم۔ دربیان ہفتاد و سہ ملت گروہ بنی آدم

---

[1] کذا فی الاصل [2] پروسیڈنگس ہسٹری کانفرنس اجلاس منعقدہ کراچی ۱۹۵۱ء

[3] بعض حضرات نے احمد برنی کو احمد معین سیاہ پوش ایرجی بھی لکھا ہے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

باب ہفتم۔ دربیان احادیث مصابیح وفضائل احادیث۔
باب ہشتم۔ دربیان اشعار عربی ونظم فارسی وفضائل سورۃ فاتحہ۔
باب نہم۔ برحکم حدیث پیغمبر ودربیان مسائل متفرقہ۔

سراج الہدایہ کے مندرجہ ذیل نسخے معلوم ہوسکے ہیں۔

سراج الہدایہ کے دو نسخے رضا لائبریری رام پور میں موجود ہیں پہلا نسخہ (نمبر ۱۰۵۹) ۱۰۱۰ھ / ۱۶۰۱ء کا کتابت شدہ ہے، کاتب کا نام شہر اللہ بن احمد بدالیونی ہے ۲۲۵ اوراق ہیں۔
خطبہ کے بعد کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے اور مرتب نے اپنا نام احمد برنی لکھا ہے۔

"چنیں گوید بندہ امیدوار برحمت پروردگار احمد برنی کہ یکے از معتقدان وخدمت گاران اولادِ رسول است صلی اللہ علیہ وسلم کہ بوقت بازگشتن بندگی سید السادات از مہم ٹھٹہ درسمت حضرت دار الملک دہلی حرسہا اللہ تعالیٰ عن آلافات در ماہ مبارک رجب سنہ اثنی وسبعین سبعمائۃ روز پنجشنبہ ایں بندہ را سعادت قدمبوسی بفضلِ اللہ تعالیٰ بوقت نماز پیشیں حاصل شد الوداع شفقت والاکرام ارزانی فرمود تامدت دو ماہ کامل ایں فقیر در شہر مبارک بود والوداع فائدہ دارین مشرف می شد"۔

ترقیمہ مندرجہ ذیل۔

"جد الفراغ من کتابتہ من شہر جمادی الاخری فی یوم الثلثاء وقت الضحی سنہ عشر الف بخط العبد الضعیف النحیف الراجی الی رحمتہ اللہ تعالیٰ شہر اللہ بن احمد القریشی البدائونی"

سراج الہدایہ کا دوسرا نسخہ (نمبر ۱۰۶۰) صفر ۱۰۳۶ھ / ۱۶۲۶ء کا کتابت شدہ ہے ترقیمہ مندرجہ ذیل ہے۔

"تمام شد ہذا الکتاب سراج الہدایہ من تصنیف حضرت قطب عالم مخدوم کاتب العبد مولانا فرض اللہ ولد مولانا عبد اللہ بن مولانا کرم اللہ قریشی نارنولی بتاریخ ۲۶ شہر صفر ۱۰۳۶ھ / ۱۶۲۶ء"

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۲۔ سراج الہدایہ کا ایک نسخہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی لائبریری میں ہے۔[۱]

۳۔ سراج الہدایہ کا ایک مکمل نسخہ پروفیسر خلیق احمد نظامی (علی گڑھ) کے کتب خانہ میں ہے،

۴۔ سراج الہدایہ کا ایک ناقص نسخہ محمد اقبال مجددی (لاہور) کے کتب خانے میں ہے۔

۵۔ سراج الہدایہ کا ایک نسخہ جواہر میوزیم[۲] مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ہے۔ یہ ناقص الطرفین اور بہت غلط لکھا ہوا ہے۔ مولوی محمد ابرار حسین فاروقی لکھتے ہیں[۳]

آخر میں ترقیمہ نہ ہونے کی وجہ سے تاریخ کتابت نہ معلوم ہوسکی، یہ نسخہ خط نستعلیق قدیم میں لکھا ہوا ہے۔ کاغذ اور کتابت کے انداز سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ نسخہ گیارہویں صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے۔ نسخہ معمولی، کرم خوردہ ہے۔ کتابت کا صرف چند سطری پہلا صفحہ جس میں حمد و نعت اور مرتب کا نام ہے اور آخر کا غالباً ایک صفحہ نہیں ہے۔ کتاب فی الجملہ مکمل ہے۔ کتابت اس نسخہ سے جو علی گڑھ میں نظامی صاحب کے پاس ہے اچھی ہے اور اس سے قدیم بھی ہے۔ البتہ کاتب نے عربی عبارتوں میں بہت غلطیاں کی ہیں۔ اس کے علاوہ عربی خط بھی اچھا نہیں ہے۔

مقر رنامہ مقر رنامہ حضرت مخدوم کے ان مکتوبات و ہدایات کا مجموعہ ہے جو انہوں نے تاج الدین بن معین سیاہ پوش کے بعض استفسارات کے جوابات میں تحریر فرمائے تھے۔ یہ خط و کتابت شیخ معز الدین کے ذریعہ سے ہوئی تھی اس مجموعہ میں تصوف و سلوک کی تعلیم بطور مکتوبات قلم بند کی گئی ہے۔ یہ مجموعہ ۷۷۶ھ/۱۳۷۴ء میں مرتب ہوا ہے۔ اس مجموعہ میں بیالیس" مکتوبات شامل ہیں، ہر مکتوب "مقر رباد" کے لفظ سے شروع ہوتا ہے۔ مقر رنامہ کا آغاز اس طرح ہوا ہے۔

الحمد للہ رب العالمین والسلام علی محمد و آلہ وصحبہ اجمعین۔ سلطان پور حفظ اھلھا اللہ تعالیٰ عن البلیات کہ

۱ے پروسیڈنگس ہسٹری کانفرنس اجلاس اول منعقدہ کراچی ۱۹۵۱ء

۲ے پہلے یہ ذخیرہ اسلامیہ انٹر کالج اٹاوہ کی ملکیت تھا اب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو مل گیا ہے۔

۳ے تذکرہ جواہر زواہر جلد اول از محمد ابرار حسین فاروقی (اٹاوہ ۱۹۵۹ء) ص ۸۶

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

قدیم الایام وسلک خدام قطب العالم منسلک ونہال گردانیدہ "

خاتمہ اس طرح ہوا ہے۔

اوقات ضائع مکن تا توانی حق سبحانہٗ تعالیٰ ماہمہ را بر جادۂ شریعت استقامت بخشد و دیدار خویش روزی گرداند و عاقبت ماہمہ بخیر گرداند۔

اب ہم ذیل میں ہر مکتوب کا خلاصہ درج کرتے ہیں۔

مکتوب۱۔ تا تواند بازمرہ احبار واتقیار باشد کہ فرمان پیغمبر بدین جملہ است " صاحبو مع المتقین" واز گروہ فاسقاں تجنب نماید کہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدین جملہ است " اتقوا من مجالس الفاسقین "

مکتوب۲۔ جو ذمائم کے مالک ہیں وہ نصیحت قبول نہیں کرتے ہیں۔ (ترجمہ)

مکتوب۳۔ اول تحصیل علم باید بعدہٗ عمل کردن زیرا کہ علم بدرختے ماند وعمل بہ میوہ۔

مکتوب۴۔ تاکید نماز، تمام افعال واعمال سے پابندی نماز ضروری ہے۔

مکتوب۵۔ مجرد علم دستگیری نکند۔ مجرد علم مفید نیست۔

مکتوب۶۔ روز قیامت مومنان را بمجرد علم در بہشت نخواہد برد۔

مکتوب۷۔ تا کار نکنی مزد نیابی، در عبادت و خیرات مشغول باشد تا ہر دو جہاں بفضل او یابد۔

مکتوب۸۔ باید کہ در عمل بکوشد (علم نمائش کے لئے نہیں ہے اس سے احیار شریعت مقصود ہونا چاہیئے۔)

مکتوب۹۔ محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تم سے محاسبہ کیا جائے۔

مکتوب۱۰۔ ہیچ از علم نجوم وعلم طب وعلوم شعر و دواوین مثنوی و داستانہا بزرگ وقصید ہا حور و حکایتہا مثل ومانند ایں جملہ تضیع عمر است کہ دریں جملہ حاصل کردن خسارہ، مستحق اجر در آخرت نباشی۔

مکتوب۱۱۔ علمے وطاعتے کہ امروز از معاصی ترا باز ندارد و در طاعت وعبادت و در مجاہدہ و در خیرات نیارد در موافق شرع ترا کار نفرماید بالیقین وتحقیق بداں کہ این چنین علمی وطاعتی وعبادتے ترا ہیچ از عذاب فردا قیامت باز ندارد۔

مکتوب۱۲۔ ایسا علم ہونا چاہیئے کہ جس پر عمل ہو سکے اور وہ آخرت میں مفید ہو۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مکتوب ۱۳۔ توشہ درعمل بساز کہ تا درمنزل گور کہ آخرین منزل ہادنیا وادل زمنزلہا قیامت است ترا بکار آید۔

مکتوب ۱۴۔ مومنان را مجرد علم کفایت نبودے و بعمل حاجت نبودے پس ندا" ہل من تائب " وخطاب "ہل من مستغفر" ولنوید "ہل من سائل" بکار آمدے۔

مکتوب ۱۵۔ اساس الاسلام حلال خوردن است چنانکہ می فرماید " یا ایہا الناس کلوا مما فی الارض حلالاً طیباً "

مکتوب ۱۶۔ علی الدوام باید کہ نفس خود را نصیحت گیر باشد تا سعادت ہر دو جہاں یابد در سنت پیغمبر علیہ السلام متابعت کند کہ تا سعادت وکرامت سرمدی یابد۔ ——————

—————— باید کہ پیوستہ از صحبت ملوک واغنیاء اجتناب نماید تا ثمرۂ سالکان از خدائی عزوجل یابد۔

مکتوب ۱۷۔ حرام در جملہ دین اہل سلوک کہ آمیزش درویش را با ملوک واغنیاء باشد عالم ودرویش آں است کہ او ہمیشہ در صحبت ومجالس فقیراں باشد ونکو شد وز خصائل مذمومہ محترز باشد۔

مکتوب ۱۸۔ ہر عالم ودرویش کہ مبتلا بہ نفس وہوا باشد او راز جملہ معانی حقائق محجوب ماند۔

مکتوب ۱۹۔ پیوستہ دراں بکوشد کہ در زمرۂ اہل صفہ درآید یعنی در عمل بکوشد ودر مجاہدہ باشد۔

مکتوب ۲۰۔ چوں نفس کاہل را خواہد تا در عبادت بیارد کلمہ تمہید را بسیار بگوید کہ حضور بدیں حاصل گردد مومن را رغبت بطاعت شود۔ ؎

اے دل توز ہیچ خلق یاری مطلب ⁂ وزشام برہنہ سایہ داری مطلب

عزت زقناعت خواری زطمع ⁂ باعزت خود بساز خواری مطلب

مکتوب ۲۱۔ طالب را باید کہ راہ خدا تعالیٰ راگیرد تا بمقصود برسد و راہ خدائی عزوجل بدو چیز بدست آید اول بکارہا صبر کردن دوم امید بر خدائی عزوجل داشتن و ایں مقام بیاید معرفت بکمال بیابد و معرفت اساس دین است، در حقائق مذکور است سالک را معرفت در چہار چیز است۔ اول آں کہ دروغ نگوید دوم، غیبت نگوید، در ملاء و خلاء، سوم بر مخلوق را نیاز آرد، چہارم در ہمہ چیزہا امین گردد در روح الارواح مذکور است۔ طالب راہ را باید کہ عبادت نہ از خوف دوزخ کند و نہ در امید حور وقصور ونعیم جنت۔ درویش را باید کہ مولی،

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بطلبید چون بلائے دو عالم مدد دہند، راضی وخوش دل باشد و میان خلق را آنرا ظاہر نکند واگر دنیا چیزے بدستش آید آں ہمہ براہ حق تعالیٰ خرچ وصرف کند وخود با فقر وفاقہ تحمل کند ودر عبادت مشغول باشد وشکر خدا تعالیٰ بجا آرد کہ صفت اولیا خدا تعالیٰ ایں است، ادب، ترک محبت باشد۔

مکتوب ۲۲۔ گوینده زنا کننده عاقبت در خطر است، زیرا کہ مرد را نسل ونسب ومال ومذہب بخدائی وغیرے نرساند جز عمل نیک۔

مکتوب ۲۳۔ اے مومن ہر چہ کنی وہر چہ نکنی باید کہ جملہ متابعت پیغمبر علیہ السلام کنی قولاً وفعلاً تا مثاب باشی واگر غیر ایں کنی محل عتاب گردی۔

مکتوب ۲۴۔ باید کہ در شبہا قرآن خواں وطاعت گزار باشد۔

مکتوب ۲۵۔ (تاج الحق والدین سیاہ پوش علوی کو نصیحت نامہ لکھا اور عمل کی تاکید کی)

مکتوب ۲۶۔ علم ہماں مقدار حاصل باید کرد کہ توانی بعمل کوشیدن زیرا کہ مقصود ازیں علم مومن عمل نیک است ؎

گر کار کنی سخن بسیار است ؛ نکنی کتابہا خردار است

مکتوب ۲۷۔ پیر را باید کہ در مرید بہ نظر شفقت بیند وبصدق دست وتا ہر فعلے از وظاہر گردد موافقت ومتابع شریعت باشد۔ مذہب سنت وجماعت ایں است کہ از کرامت اولیاء در قرآن خبر دادہ است۔

مکتوب ۲۸۔ سالک چوں خواہد کہ بر سجادہ بنشیند نخست در وے علم باید۔ ودر وے چند شرائط باشد تا ہر مومنے را ہوس سجادہ نشینی در سر نہ افتد وحلقہ ایں در را ہر لوالفضول نتواند کہ جنباند اول شرط باید کہ از حب دنیا وجاہ واز خود پرستی واز کبر واز خود ستائی واز مثل وماند ایں بیرون آمدہ باشد دوم متابع بفرمان شیخ بحق بودہ باشد، سوم۔ ریاضت نفس باید۔

مکتوب ۲۹۔ مرید را باید کہ ظاہر وباطن پیر خویش نگاہ دارد وبجیات دمماۃ وہیچ نوعے مجادلہ ومخاصمہ با پیر نکند۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مکتوب ۳۰۔ ہمیشہ باطاعت و اطاعت مشغول باشد تا راہ سوئی الہ یابد۔

مکتوب ۳۱۔ برہیچ کس مناظرہ و جدال نکند کہ ازیں ہمہ عداوت آید۔

مکتوب ۳۲۔ عالم کامل طبیب حاذق است۔

مکتوب ۳۳۔ گوئندہ و ناکنندہ را عاقبت در خطرات کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من امر بالمعروف ونھی عن المنکر فھو خلیفۃ اللہ فی الارض و خلیفہ رسولہ "

مکتوب ۳۴۔ چہار نصیحت۔ ۱۔ در گفتار تکلف نہ کند ۲۔ پیوستہ در مطالعہ کردن کتب فقہ۔ ۳۔ از غرور شیطان کلی باز آئی ۴۔ در طاعت و اخلاص باش۔

مکتوب ۳۵۔ از صحبت ملوک و اغنیاء پرہیز و سالک را شاید کہ از دنیا داران و از گروہ ملوک ایں زمانہ بچیزے قبول نکند اگرچہ در گمان او باشد کہ از وجہ حلال است زیرا کہ اسباب و املاک اغنیاء و ملوک ایں زمانہ بوجوہ ثابت و درست شدہ است کہ حرام است۔

مکتوب ۳۶۔ کچھ دعائیں مندرج ہیں۔

مکتوب ۳۷۔ محاسبہ۔ عمر غنیمت شمار، طاعت خدا کن۔

مکتوب ۳۸۔ چند چیز را غنیمت شمار۔

۱۔ جوانی را پیش از رسیدن ہنگام پیری

۲۔ عبادت در تندرستی پیش از آمدن علت بیماری۔

۳۔ خیرات در قدرت غنیمت دار دپس از رفتن نعمت دنیا دی۔

۴۔ حیات را پیش از آمدن مرگ۔

مکتوب ۳۹۔ ہمہ حال باید کہ قانع شود۔

مکتوب ۴۰۔ مکتوبات کی اہمیت۔

مکتوب ۴۱۔ پیوستہ در طاعت و عبادت حق تعالی باشد۔

مکتوب ۴۲۔ اوقات ضائع مکن تا توانی حق سبحانہ تعالی ما ہمہ را بر جادۂ شریعت استقامت۔ و دیدار خویش روزی گرداند و عاقبت ما ہمہ بخیر بگرداند۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مفرح نامے کے مندرجہ ذیل نسخے ہمارے علم میں ہیں۔

مفرح نامہ کا ایک نسخہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ لائبریری (سبحان کلیکشن) میں ہے جو نہایت صاف اور خوش خط ہے۔ ہم نے اس نسخہ سے استفادہ کیا ہے اس نسخہ کو ملا الہ یار کاتب نے نقل کیا ہے، یہ نقل ۱۰ رمضان بوقت ظہر ختم ہوئی۔ سنہ ندارد ہے۔

۲۔ مفرح نامہ کا ایک نسخہ مولوی تسلیم الدین سلیم نارنولی (ف ۱۸۸۴ء) کے کتب خانہ واقع سلیم منزل جے پور میں ہے جو گیارہویں صدی ہجری کا کتابت شدہ ہے[1]

۳۔ مفرح نامہ کا ایک نسخہ سنٹرل لائبریری حیدرآباد دکن (آندھرا پردیش) میں ہے جس کا نمبر ۷۷۵ ہے[2]

خزانۂ جلالی

اس کا اصل نام "خزانۃ الفوائد الجلالیہ" ہے مگر خزانۂ جلالی کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت مخدوم کے ملفوظات کا یہ مجموعہ نہایت مشہور و معروف ہے جس کو حضرت مخدوم کے مرید احمد المدعو بہ بہار بن حسن بن محمود بن سلیمان تلنبی نے مرتب کیا ہے۔ یہ علوم و معارف کا ایک نادر ذخیرہ ہے۔ اخبار الاخیار، سیر العارفین اور خزینۃ الاصفیاء وغیرہ میں اس کتاب کے اکثر اقتباسات اور حوالے ملتے ہیں۔ خزانۂ جلالی میں مشارق الانوار فتاویٰ سراجی، ارشاد المریدین فوائد الفواد، احیاء العلوم، رونق المجالس، فتاویٰ ظہیری، کتاب متفق، رسالہ امین الدین گازرونی، قوت القلوب، کتاب عمدہ، فقہ اکبر، جامع صغیر، فتاویٰ مسعودی، ترغیب الصلوٰۃ شرح نودنہ نامہ (از جلال الدین تبریزی) اوراد شیخ کبیر (بہاء الدین زکریا ملتانی) عین العلم، یواقیت المواقیت، در مختار، روضۃ الریاحین (عبداللہ یافعی) رسالہ مولانا ضیاء الدین برنی، جامع الکبیر، سیر الصغیر (سرخسی) فتاویٰ ناصری، فوائد السالکین، منہاج العابدین وغیرہ کے حوالے اور اقتباسات ملتے ہیں، دراصل ان کتابوں کو خزانہ جلالی کے ماخذ کہہ سکتے ہیں۔

---

[1] کتب خانہ مولوی احترام الدین شاغل از مولوی شاغل، البصائر، کراچی (جنوری ۱۹۶۳ء)

[2] تذکرہ مخدوم ص ۴۹۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کتاب کا آغاز اس طرح ہے۔

حمد بے حد و ثنار بے عد مر صانع موجودات را و خالق مخلوقات جل جلالہ و عم نوالہ کہ بگردانید علمار را ہم چوں ستارگاں کہ بسبب ایشاں راہ گست یابند گمراہان، تحفۂ تحیات بر سید کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ و بر صحابہ کبار و مشائخ بزرگوار کہ مقتدایان اہل دین و ہادیان راہ یقین اند۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

کتاب کا اختتام یوں ہے۔

از سخن چوں سخن شود حاصل ؛ کارکن کار لب بدندان گیر

مرتب کا نام اور کتاب کا عنوان اس طرح ہے۔

"ایں فوائد غیبی و فرائد لاریبی از مجلس سید شریف فقیہہ محدث مفسر عالم زاہد باذل مفتی الشرق محی طریقۃ السلف استاذ العصر فرید الدہر قرۃ عین البتول افتخار آل رسول قطب العالم جلال الحق و الشرع و الدین حسین الحسنی والبخاری متع اللہ المسلمین بدوام بقائہ قدس اللہ سرہ العزیز التقاط کرد بندہ کمینہ احمد المدعو بہ بہا بن یعقوب بن حسین بن محمود بن سلیمان التلبنی۔ بندہ ایں گوہر فوائد در سلک تحریر منسلک گردانیدہ و "خزانۃ الفوائد الجلالیہ" نام نہادم۔

خزانۂ جلالی ایک مقدمہ اور مندرجہ ذیل سترہ ابواب پر مشتمل ہے۔

۱۔ باب الاول فی ذکر العلم و العلمار

۲۔ باب الثانی فی ذکر التوبہ

۳۔ باب الثالث فی ذکر الاذکار

۴۔ باب الرابع فی ذکر الصلوٰۃ

۵۔ باب الخامس فی ذکر الموت و الزیارت۔

۶۔ باب السادس فی ذکر الزکوٰۃ و السخاوۃ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۷۔ باب السابع فی ذکر الصوم والاعتکاف۔

۸۔ باب الثامن فی ذکر الحج والمدینۃ۔

۹۔ باب التاسع فی ذکر السفر والتجارت۔

۱۰۔ باب العاشر فی ذکر الاکل والاصناف۔

۱۱۔ باب الحادی والعشر فی ذکر النکاح والطلاق۔

۱۲۔ باب الثانی عشر فی ذکر حلیۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۳۔ باب الثالث عشر فی ذکر اولاد رسول اللہ وازواجہ۔

۱۴۔ باب الرابع عشر ذکر فضائل صحابہ واہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۵۔ باب الخامس عشرہ فی ذکر تعظیم الولات وآداہم۔

۱۶۔ باب السادس عشر فی ذکر مناقب الاولیاء والمشائخ۔

۱۷۔ باب السابع عشر فی ذکر سند خرقۃ المشائخ والصوفیۂ خزانۂ جلالی کے مندرجہ ذیل نسخے ملتے ہیں۔

۱۔ خزانۂ جلالی کا ایک نسخہ کتب خانہ اوچ گیلانی (ملکیت مخدوم شمس الدین تامن) میں ہے۔ یہ نسخہ ۱۲۴۴ھ / ۱۸۲۹ء کا مکتوبہ ہے۔ صاف اور خوش خط ہے سائز ۲۶×۲۰/۸، ۲۵۵ صفحات ہیں اور ہر صفحہ میں ۱۷ سطریں ہیں، عنوان سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ آخر کتاب میں عنوان لکھنے سے رہ گئے ہیں۔ کتاب کے شروع کے صفحہ ۲ تا ۱۶ غائب ہیں۔ درمیان میں چھٹا باب بھی شامل کتاب نہیں ہے۔ ہم نے خزانۂ جلالی کے اسی نسخہ سے استفادہ کیا ہے، اس کا ترقیمہ یوں ہے۔

"تمام شد بعون اللہ نسخہ کتاب خزینۃ الجلالی فی التاریخ یازدہم ماہ رمضان سنہ ۱۲۴۴ھ / ۱۸۲۹ء"

مخدوم شمس الدین تامن نے یہ نسخہ مولوی غلام احمد اختر (ف سنہ ۱۹۴۲ء) کے فرزند حافظ عطاء الرحمٰن شرر سے ۱۹۶۰ء میں خرید کر داخل کتب خانہ کیا ہے۔

۲۔ خزانۂ جلالی کا ایک نہایت صاف مکمل اور خوش خط نسخہ نو بہار شاہ اوچ بخاری

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کے پاس ہے، یہ نسخہ بھی ہماری نظر سے گزرا ہے، سائز ۲۶×۲۰/۸ ، ۴۲۴ صفحات ہیں اور ہر صفحہ میں ۱۷ سطریں ہیں، ۱۴ ربیع الاول ۱۲۶۵ھ / ۱۸۴۹ء کو کتابت کی تکمیل ہوئی ہے۔

اختتام یوں ہے۔

من نبشستم صرف کردم روزگار

من نمانم ایں بماند روزگار

کاتب کا نام درج نہیں ہے۔[۱]

۳۔ خزانۂ جلالی کا ایک ناقص نسخہ سنٹرل لائبریری حیدرآباد دکن میں ہے جس کا نمبر ۱۰۳۸ ہے، اس میں ۲۱۳ ورق ہیں سنہ کتابت درج نہیں ہے، کسی قدر کرم خوردہ اور ناقص الاول ہے[۲]۔ سنٹرل لائبریری کی فہرست میں فقہ حنفی کے عنوان کے تحت درج ہے اکثر فقہ کی کتابوں میں اس کے حوالے ملتے ہیں، حیرت الفقہ مصنفہ دیدار النبی ولد مولانا جامی جو عالمگیر اورنگ زیب کے عہد کی تالیف ہے میں خزانہ جلالی بطور ماخذ کے استعمال کی گئی ہے۔

۴۔ خزانۂ جلالی کا ایک نسخہ کتب خانہ واں میانہ شریف (ضلع سرگودھا) میں ہے جو ۱۰۳۲ھ / ۱۶۲۳ء کا مکتوبہ ہے[۳]۔

۵۔ خزانہ جلالی کا ایک اور نسخہ مولانا محمد علی مکھڈی (ف ۱۲۵۳ھ) کے کتب خانہ واقع مکھڈ شریف (اٹک) میں ہے جس کو ابن طاہر نے ۹۳۳ھ میں کتابت کیا ہے[۴]۔

جواہر جلالی حضرت مخدوم کے ملفوظات کا یہ بھی ایک ضخیم دفتر ہے اس کے مرتب فضل اللہ بن ضیار العباسی ہیں، حضرت مخدوم کے مرید و خلیفہ ہیں، انہوں نے یہ کتاب ۷۸۰-۸۱ھ / ۱۳۷۹ء میں مرتب کی ہے۔

جواہر جلالی میں مندرجہ ذیل ماخذ کا حوالہ ملتا ہے۔

عوارف، فوائد الفواد، صلوٰۃ مسعودی، بخاری، فتاویٰ غیاثیہ، مشارق الانوار، منہاج العابدین

---

[۱] تذکرہ مخدوم ۲۰ ۵۱ [۲] ضمیمہ اورنیٹل کالج میگزین اگست و نومبر ۱۹۵۲ء [۳] مختصر فہرست مخطوطات فارسی کتب خانہ مولانا محمد علی مکھڈی مرتبہ نذر صابری (مجلس نوادرات علمیہ اٹک ۱۳۹۲ھ) ص ۴

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اوراد شیخ کبیر، فتاویٰ مسعودی، عمدۃ الاسلام، جامع الکبیر، روضۃ العلماء، مفاتیح المسائل صحاح ستہ، زاد المسافرین، احیاء العلوم، فتاویٰ ظہیری، فتاویٰ صوفیہ، مختار الفتویٰ، ہدایہ سنن ابی داؤد، فتاویٰ تاتارخانی، فتاویٰ تحفہ، مصفیٰ، جامع الصغیر، نوادر الصلوٰۃ، نہایہ شرح ہدایہ، مشکوٰۃ المصابیح، شرح صغیر، شرح کبیر، عمدۃ العارفین، فصوص الآداب، تفسیر کشاف فتاوی حسامی، فتاویٰ سراجی، رسالہ مکیہ، جامع الفتاوی، مجمع البحرین، مفاتیح المسائل، ذخیرہ فتاویٰ کبیر، محیط، وقایہ، فتاویٰ اہل سمرقند، شرح ہدایہ، صحیح مسلم، مبسوط، فتاویٰ ناسری شرح طحاوی، خزانۃ الفقہ، تفسیر حدادی، تفسیر زاہدی، زبدۃ العارفین، تحفۃ البرات۔

کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

"الحمد للّٰہ الذی ھدانا طریقۃ الحق والصواب وعدنا علی العمل بالحسنات"

جواہر جلالی میں مندرجہ ذیل ابواب و فصول ہیں۔

۱۔ دو عدد رکعات فرائض نماز شب و روز ۲۔ واجب و سنت
۳۔ فرائض اندر نماز ۴۔ واجبات نماز ۵۔ سنن نماز
۶۔ مستحبات نماز ۷۔ قرآن و احکام نماز ۸۔ آداب نماز
۹۔ کراہت نماز ۱۰۔ قاطع نماز ۱۱۔ اوراد و فرائض بامداد ذکر دہم۔
(۱) درود ہا و دعا ہا (۲) دعا بعد پنج فریضہ
ذکر یازدہم نماز اشراق و کیفیت فضائل
۱۲۔ در صلوٰۃ عید الاضحیٰ و کیفیت ادعیہ ۱۳۔ بیرون آمدن مسجد
۱۴۔ تلاوت کلام پاک ۱۵۔ ذکر اللہ ۱۶۔ مراقبہ تفکر شرائط و کیفیت
۱۷۔ خلوت و عزلت ۱۸۔ اسرار عارفان ۱۹۔ قیلولہ و کیفیت
۲۰۔ نماز زوال و ادعیہ ۲۱۔ نماز پیشین ۲۲۔ صلوٰۃ العصر
۲۳۔ صلوٰۃ مغرب ۲۴۔ صلوٰۃ عشاء ۲۵۔ صلوٰۃ وتر و دعاء قنوت
۲۶۔ مشغولی باوراد ۲۷۔ سلام گفتن بروح رسولؐ و صحابہ و مشائخ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۲۸۔ خواب کردن ۲۹۔ طعام خوردن ۳۰۔ آب خوردن

۳۱۔ ضیافت ۳۲۔ آداب دعوت ۳۳۔ جامہ پوشیدن

۳۴۔ بنار خانہا و عمارت ۳۵۔ حلق سر، شارب و ناخن

۳۶۔ جماعت کردن ۳۷۔ زکوۃ مال ۳۸۔ ہدایا و فتوح

۳۹۔ تحیۃ و سلام ۴۰۔ ویدن ماہِ نو ۴۱۔ ماہ ذی الحجہ

۴۲۔ تعریف، کیفیت، دعا و تکبیرات تشریق

جواہر جلالی کے مندرجہ ذیل نسخے ہمارے علم میں ہیں۔

۱۔ جواہر جلالی کا ایک نسخہ نو بہار شاہ سجادہ نشین اوچ کی ملکیت ہے اس کے آخر میں ترقیمہ نہیں ہے، سائز $\frac{26 \times 20}{8}$ اور ۳۷۹ اوراق ہیں۔ ہر صفحہ میں ۱۷ سطریں ہیں خط نہایت پاکیزہ اور صاف ہے۔

۲۔ جواہر جلالی کا ایک نسخہ سنٹرل لائبریری حیدر آباد دکن میں بھی ہے اس کا نمبر ۳۲۸ ہے اور اس میں ۲۳۵ ورق ہیں۔

۳۔ جواہر جلالی کا ایک نسخہ ڈاکٹر ایس۔ ڈی ترمذی (کراچی) کے کتب خانے میں ہے یہ نسخہ خاص طور سے ہمارے پیش نظر رہا ہے اس کو ۲۷، ذالحجہ ۱۲۴۱ھ میں ابو طالب ابن امین اللہ نے نقل کیا ہے، ترقیمہ درج ذیل ہے۔

"تحت ہذا الکتاب خزانہ جواہر جلالیہ بید الفقیر الحقیر مذنب العاصی ابی طالب ابن سیادت و شرافت مآب سید امین اللہ مرحوم تحریر فی التاریخ سبع عشرین شہر ذی الحجہ یوم الاثنین سنہ احدی و اربعین و مآتین بعد الالف"

۴۔ جواہر جلالی کی ایک تلخیص خلیفہ اللہ داد خان ساکن اوچ کے کتب خانے میں ہے۔

مظہر جلالی حضرت مخدوم کے ملفوظات کا ایک مجموعہ مظہر جلالی کے نام سے ہے اس کا ایک نسخہ مخدوم نو بہار شاہ سجادہ نشین اوچ بخاری کے پاس ہے، سائز $\frac{26 \times 20}{8}$ ہے اس میں ۳۲۰ ورق ہیں اور ہر صفحہ میں ۱۵ سطریں ہیں، بوجہ عدیم الفرصتی کتاب کا تفصیلی جائزہ نہیں لیا جاسکا، مرتب کا نام بھی سر ورق یا مقدمہ کتاب میں تحریر نہیں ہے،

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے۔

"...... وفرط عوارف اضافت نعم و اضافت کرم ...... خضر قدم"

اختتام یوں ہے۔

.... فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰہُ اَخْذًا وَّبِیْلًا ۝

کتاب مہر شدہ ہے مگر مہر پڑھی نہیں جا سکی، کتاب کے شروع کے کچھ عنوان درج ذیل ہیں۔

ذکر اول در مقدمہ

۱۔ در بیان توحید ۲۔ در بیان فرض ۳۔ در بیان عزیمت و رخصت

۴۔ در بیان شریعت وغیرہ

ذکر دوم :۔ در بیان طہارت وضو و غسل مشتمل بر پانزدہ فصل

۱۔ در آداب تقضاء حاجت ۲۔ اگر در صحرا باشد ۳۔ در استنجا

۵۔ در بیان بیرون آمدن ۶۔ در بیان استبراء

۷۔ کیفیت وضو و بیان فرائض و سنن ۸۔ در بیان مسواک کردن و کیفیت آن

۹۔ در بیان مسح موزہ ۱۰۔ در بیان تیمم ۱۱۔ نواقض وضو

۱۲۔ در بیان فرائض و واجبات و مستحب غسل۔ ۱۳۔ در بیان آبہا کہ وضو ساختن ازاں روا نیست

۱۴۔ در بیان شانہ کردن در محاسن ۱۵۔ در بیان تحیت وضو و آداب و فضائل آن

ذکر سوم :۔ در بیان تہجد و فضائل و عدد رکعات و ادعیہ

" در بانگ نماز و کیفیت و شرائط و مسائل آن

" در بیان صبح صادق و خواندن سورۃ و ادعیہ و ترتیب آن

" در بیان سنت بامداد و ادعیہ آن

" در بیان مسجد رفتن و کیفیت ادعیہ آن

" در بیان شروع کردن نماز بامداد و شرائط و کیفیت ـــ مشتمل بر دو فصل است

فصل اول :۔ در کیفیت سلام گفتن

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

فصل دوم :۔ در بیان اقامت کردن۔

اس کتاب کا نسخہ اور کہیں نہیں ملا، البتہ اس کے حوالے تاریخ الاولیار مولفہ امام الدین (مطبوعہ بمبئی ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۵ء) میں ملتے ہیں، جواہر جلالی سے زیادہ ضخیم تر ہے، بعض عنوان مشترک معلوم ہوتے ہیں۔

مناقب مخدوم جہانیاں حضرت مخدوم کے ملفوظات کا یہ مجموعہ بہت نادر ہے، اس کا ایک قلمی نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال (کلکتہ) کی لائبریری میں ہے، دو کتابوں کے ناقص نامکمل ملفوظات ایک ہی جلد میں باندھ دیئے گئے ہیں، پہلی کتاب۔ "وظائف شاہی" ہے جو جعفر بن جلال الدین درویش سے متعلق ہے اور دوسری کتاب مخدوم جلال الدین بخاری کے ملفوظات ہیں، مرتب فہرست نے دونوں کو ایک کتاب سمجھ لیا ہے۔ "۱۵۹" ورق کے بعد دونوں کتابوں کا کاغذ اور خط بدل جاتا ہے اور صفحہ ۱۶۰ سے مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے ملفوظات چھیالیس ویں مجلس سے شروع ہوجاتے ہیں، افسوس کہ اس قابل قدر کتاب کا معتد بہ حصہ گم ہے اور کتاب سترھویں مجلس کے درمیان ختم ہوجاتی ہے۔ یہ کتاب سلطان فیروز شاہ کے انتقال کے بعد مرتب ہوئی ہے کیونکہ اس کو سلطان مرحوم لکھا گیا ہے۔

یہ ملفوظات بہت اہم ہیں اس میں عہد فیروزی کے اکثر سیاسی واقعات مہم ٹھٹھ اور بغاوت گجرات وغیرہ کا ذکر ہے، اکثر عمال وامراء و عمائد کے نام ملتے ہیں۔ مرتب نے دریائے ستلج میں بذریعہ کشتی اوچ تک سفر کرنے کا ذکر کیا ہے، مرتب ملفوظات نے سامانہ کے جنوب میں ایک گاؤں نظام پور آباد کیا ہے ممکن ہے اس گاؤں کا نام اس نے اپنے نام پر رکھا ہو اس نایاب نسخے کے ضروری اقتباسات ہمیں ڈاکٹر ریاض الاسلام صاحب کے ذریعہ ملے جس کے لئے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

ترجمہ فارسی رسالہ مکیہ شیخ قطب الدین دمشقی اپنے زمانہ کے نامور صوفی شیخ تھے۔ انہوں نے تصوف کے مسائل پر ایک مختصر مگر جامع رسالہ مکہ شریف میں تالیف کیا اور اس لئے اس رسالہ کا نام رسالہ مکیہ رکھا اور رسالہ کی تکمیل دمشق میں ہوئی[۱] رسالہ مکیہ اگرچہ مختصر ہے

---

[۱] الدر المنظوم ۳ ۶۷۴ ، ۷۰۲

مگر اس کو رسالہ عوارف المعارف، رسالہ قشیریہ اور کشف المحجوب کے ساتھ رکھ سکتے ہیں۔ اس مدرسہ کے نامور استاد شیخ عبداللہ یافعی باقاعدہ رسالہ مکیہ کا درس دیتے تھے[۱] حضرت مخدوم کو یہ رسالہ خود مصنف شیخ قطب الدین دمشقی نے بھیجا تھا، قطب الدین دمشقی کی تصنیفات میں معیار المریدین نور العقائد وضیاء القوائد کے نام بھی ملتے ہیں۔[۲]

مخدوم صاحب کا بیان ہے کہ قطب الدین دمشقی کا انتقال ۷۸۰ھ/۱۳۷۸ء میں ہوا[۳] حضرت مخدوم کے یہاں رسالہ مکیہ کا باقاعدہ درس ہوتا تھا، مخدوم صاحب نے اس مفید رسالہ کا عربی سے فارسی زبان میں ترجمہ کیا، رسالہ مکیہ کے فارسی ترجمہ کے قلمی نسخے کیمبرج یونیورسٹی، پرنسٹن یونیورسٹی (امریکہ) وغیرہ میں ہیں، پرنسٹن یونیورسٹی کے کیٹالاگ میں اس کا نام "رسالہ مکیہ جلالیہ" درج ہے۔ فارسی ترجمہ کا آغاز اس طرح ہوا ہے۔

"بسم اللہ ...... الحمد للہ الذی کرم الطالب بطلب قربہ وقواہم لطریق حبہ مقتضی کہ انک کسے را نگزارد کہ بروے دست باید ہر کرا سعادتے نہادہ آید۔"

یہ رسالہ آخر سے ناقص ہے۔ سترھویں صدی کا مکتوبہ معلوم ہوتا ہے۔ ۲۰ ورق ہیں ہر صفحہ میں ۱۹ سطریں ہیں، عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔[۴]

رسالہ مکیہ سے ہند پاکستان میں کافی اعتناء کیا گیا، شیخ سعد الدین خیر آبادی[۵] (ف ۹۲۲ھ/۱۵۱۶ء) نے رسالہ مکیہ کی شرح "مجمع السلوک" کے نام سے عربی زبان میں مکمل کی اور اس میں اپنے شیخ حضرت مینا لکھنوی (ف ۸۸۴ھ/۱۴۷۹ء) کے ملفوظات وحالات بھی شامل کر دیئے ہیں، مجمع السلوک کے جزء "ملفوظات شاہ مینا" کا فارسی ترجمہ قاضی ارتضیٰ خاں گوپاموی (ف ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء)

---

۱ الدر المنظوم ۲ معجم المصنفین از مولانا محمود حسین خان ٹونکی (طبع بیروت) ۳ کشف الظنون میں ان کے انتقال کی تاریخ ۵۹۱ھ/۱۱۹۵ء درج ہے۔ ۴ ڈسکرپٹو کیٹالاگ آف دی گیرٹ کلیکشن پرنسٹن یونیورسٹی لائبریری ج ۲ مرتبہ محمد ابی مقادم یحییٰ (لندن ۱۹۳۹ء) ۵ شیخ سعد الدین خیر آبادی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرہ علماء ہند ص ۷۱۲

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

نے فوائد سعدیہ کے نام سے کیا اور اس میں اپنے سلسلہ کے شیوخ کے حالات شامل کر دیئے ہیں
فوائد سعدیہ ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء میں مطبع نولکشور لکھنؤ سے طبع ہو چکا ہے۔ فوائد سعدیہ کا اردو ترجمہ و تلخیص "مخدوم
شاہ مینا" کے نام سے ہمارے مخلص بزرگ حاجی خصلت حسین صابری مرحوم (۲۲ جنوری ۱۹۷۲ء) نے کیا ہے،
یہ کتاب آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس (کراچی) کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔
رسالہ مکیہ کا فارسی ترجمہ حافظ محمد ضامن تھانوی (ش ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء) کی تحریک پر مولانا
رشید احمد گنگوہی (ف ۱۹۰۵ء) نے بھی کیا جو امداد السلوک کے نام سے ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء میں مراد آباد
سے طبع ہوا ہے۔ امداد السلوک کا اردو ترجمہ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی نے معیار السلوک کے نام
سے کیا ہے جو متعدد بار چھپ چکا ہے۔ امداد السلوک کا از سر نو ترجمہ ارشاد السلوک کے نام سے
پروفیسر عبدالغنی صاحب جے پوری نے کیا ہے۔ یہ ترجمہ کراچی سے ۱۳۸۹ھ میں شائع ہوا ہے
ابھی حال میں امداد السلوک کا ایک ترجمہ کتب خانہ شرف الرشید شاہ کوٹ (شیخوپورہ) سے شائع
ہوا ہے جس کے مترجم عطاء الرشید اقبال ہیں۔

اربعین صوفیاء الدر المنظوم کے مقدمہ میں مولوی ذوالفقار احمد نے جامع العلوم کے
مرتب علاء الدین علی کا قول نقل کیا ہے کہ اربعین صوفیاء حضرت مخدوم نے مکہ مبارکہ میں مرتب
کی تھی[1]

"اربعین صوفیاء کہ مخدوم در مکہ مبارک جمع کردہ بودند"
یہ کتاب حضرت مخدوم کے یہاں باقاعدہ درس میں رہتی تھی۔

اسرار العارفین و سیر الطالبین جواہر جلالی (قلمی نسخہ مملوکہ ڈاکٹر ایس۔ ڈی ترمذی)
کے مطالعہ سے حضرت مخدوم کی ایک اور کتاب کا علم ہوا انہوں نے یہ کتاب سالکین فقراء اور
عارفین کے بارے میں لکھی تھی۔ حضرت مخدوم اس کے بارے میں خود لکھتے ہیں[2]

فَاَرَدْتُ اَنْ اَكْتُبَ كِتَابًا — پس میں نے ارادہ کیا کہ ایک کتاب
فِيْ عِلْمِ السَّالِكِيْنَ وَالْفُقَرَاءِ — سالکین فقراء اور عارفین کے علم

[1] الدر المنظوم جلد اول (مقدمہ ۱۴۴) [2] جواہر جلالی (قلمی) ۱۶۸ و ۱۰۷ ب ۱۹۳۹ء

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

"وَالْعَارِفِيْنَ فَعَزَمْتُ التَّصْنِيْفَ وَ	میں تحریر کروں۔ پس تصنیف
اَجْرَيْتُ الْقَلَمَ وَسَمَّيْتُهٗ اَسْرَارَ الْعَارِفِيْنَ	کا پختہ ارادہ کر کے قلم کو تالیف کیلئے
وَسِيَرَ الطَّالِبِيْنَ"	چلایا اور اسکا نام اسرار العارفین وسیر الطالبین رکھا"

اعمال و اشغال فوائد حضرت مخدوم کے اقوال و اوراد کا مجموعہ ہے جس کے جامع حضرت جعفر بدر عالم بن جلال الدین مقصود عالم ہیں اس کا ایک نسخہ مکتوبہ ۲۱۱۶۵ کتب خانہ محکمہ قضاۃ بھروچ گجرات میں موجود ہے[۱]

فوائد المخلصین (احوال و ملفوظات مخدوم جہانیاںؒ) مولفہ محمد جعفر تو ماسی، ذخیرہ شیرانی میں یہ مخطوط (نمبر ۱/۱۲۹۳/۴۳۴۶) موجود ہے[۲]

حضرت مخدوم سے منسوب ترجمہ قرآن کریم چشتی سلسلے کے بزرگ شیخ ابراہیم مراد آبادی (المتوفی ۱۰۸۱ھ/۱۶۷۰ء) کی اولاد میں احسان الحق مراد آبادی (ولد مجیب الحق) کے پاس قرآن کریم کا ایک قلمی نسخہ ہے جو خط بہار میں تحریر ہے، قرآن کریم میں کوئی ترقیمہ شامل نہیں ہے جس سے کاتب یا سنہ کتابت وغیرہ کا حال معلوم ہوتا مگر احسان الحق صاحب کے تایازاد بھائی سلطان الحق بن شمس الحق کی روایت ہے کہ یہ قرآن کریم حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے۔ قرآن کریم کے طرفین کے کئی سپارے نہیں ہیں، درمیان میں بھی بعض سپارے نامکمل ہیں۔ رسم الخط اور کاغذ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ نسخہ آٹھویں صدی ہجری کا ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم میں فارسی ترجمہ بھی ہے اور اردو ترجمہ سرخ روشنائی سے لکھا گیا ہے، ترجمہ میں حسب ضرورت بعض مقامات پر مختصر سی تشریح بھی ہے۔ قرآن کریم کا یہ فارسی ترجمہ برصغیر پاک و ہند کے قدیم ترجموں میں سے ہے، آخر میں عم یتساء لون کے سپارہ کا کچھ حصہ بغیر ترجمہ کا ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پہلے سیاہ روشنائی سے قرآن کریم تحریر کیا گیا ہے اور اس کے بعد سرخ روشنائی سے ترجمہ لکھا گیا ہے، یہاں سورہ نساء کی چند ابتدائی آیات کا ترجمہ بطور نمونہ نقل کیا جاتا ہے۔

---

[۱] دیکھئے "ضمیمہ گجرات کے کتب خانے" معارف اعظم گڑھ جولائی ۱۹۷۹ء [۲] اسٹوری (جلد ۱ حصہ ۲ ص ۹۵۳ - ۹۵۴) میں ایک کتاب "محبوبیہ" مولفہ یوسفی کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ بھی حضرت مخدوم جہانیاں کے ملفوظات ہیں۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بسم الله الرحمن الرحیم، یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالاً کثیراً ونساء واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیباً وآتوا الیتامٰی اموالھم ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب ولا تاکلوا اموالھم الی اموالکم، انہ کان حوبا کبیرا، وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامٰی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنٰی وثلاث ورباع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ، او ما ملکت ایمانکم، ذٰلک ادنٰی الا تعولوا، وآتوا النساء صدقاتھن نحلۃ فان طبن لکم عن شیء منہ نفسا فکلوہ ھنیئا مریئا ○

بنام خدائے مہربان بخشائندہ :- ای مردمان بترسید از خداوند خود آن خدائی کہ بیافرید شمارا، از یک نفس یعنی از آدمؑ، و بیافرید از پہلوئے آدم، جفت اورا حوا، و بپراگند از آدم، حوا، مردان بسیار، وزنان و بترسید از خدائی کہ از یک دیگر می خواہید..... بحق او..... و بترسید از رحم، بدرستی کہ خدائی ہست بر شما نگاہ بان و بدہید یتیمان را مالہا شان، و بدل مکنید مال حرام بحلال یعنی بجائے حلال حرام مخورید، مالہائے یتیمان را با مالہائے خود آمیختہ کہ آں باشد گناہے بزرگ راگر ترسید کہ عدل نتوانید کرد، در مال یتیماں پس خواہید نکاح...... خوش آید شمارا از زنان دوگان دوگان و سہ گان سہ گان یا چہار گان چہار گان، پس اگر ترسید عدل نتوانید کرد میان زنان یکی خواہید یا کنیز کی.... خرید و بقولی کنیزک خواہید این نزدیک تر است کہ ستم مکنید و بدہید زنانرا، مہرہائے شان دادیہ اگر خوش آید زنانرا کہ برای شما از چیزی از مہر بخشند بخورید آنرا گواراں گوارندہ۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت مخدوم کی ازدواجی زندگی اور اولاد جامع العلوم میں حضرت مخدوم کی بیوی کا کئی جگہ ذکر ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم کی رفیقۂ حیات بھی نہایت عبادت گزار عابدہ اور زاہدہ بلکہ واصلِ حق تھیں، ایک مرتبہ ان کا ذکر کرتے ہوئے مخدوم نے فرمایا کہ ایک رات وہ عبادت میں مشغول تھیں کہ بے ہوش ہو کر سجدہ میں گر پڑیں، ہوش میں آئیں تو سجدہ سے اٹھیں جب ان سے وضو کرنے کے لئے کہا گیا تو فرمایا کہ مجھ کو بے ہوشی نہ تھی، میں نے دل کی آنکھوں سے حق تعالیٰ کو دیکھا، اس لئے (دل نے) سجدہ کیا۔[1] تہجد کے لئے حضرت مخدوم سے پہلے اٹھتیں اور جب دو رکعات نماز ادا کر چکتیں تو حضرت مخدوم اٹھتے[2] شرح کبیر چہل اسم کا ورد فرماتیں[3] اور شرح کبیر کا ایک دفتر حرم محترم کے پاس تھا۔ حضرت مخدوم کے پاس اگر کوئی شخص آتا اور وہ بیمار پڑ جاتا تو حرم محترم ان کی تیمارداری کرتیں۔[4] علم و فضل کا یہ عالم تھا کہ عوارف المعارف کا باقاعدہ درس دیتی تھیں۔[5] حضرت مخدوم کے ملفوظات جامع العلوم میں مخدوم کی صرف ایک بیوی کا ذکر ملتا ہے[6] حضرت مخدوم کے تین صاحبزادے محمود (ناصر الدین) عبداللہ اور محمد بیان کئے جاتے ہیں[7] اور ایک صاحبزادی تھیں جو شرف الدین مشہدی کو منسوب تھیں[8] نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں کہ مخدوم زادہ عبداللہ کے کوئی اولاد نہ تھی وہ قدم شریف کے پاس دہلی میں دفن ہیں۔[9] مخدوم زادہ محمد، صاحب اولاد تھے۔ لعل بیگ ان کے متعلق لکھتے ہیں[10]

بعد از پدر بسجادہ شیخیت بہ نشست پس بزرگ و عالی مقدار بود۔	اپنے باپ کے بعد سجادگی کی مسند پر بیٹھے بڑے بزرگ اور عالی مرتبہ تھے۔

جامع العلوم میں ناصر الدین محمود کا کئی جگہ ذکر ملتا ہے۔ ایک مرتبہ ان کی طبیعت کچھ ناساز

---

۱ الدر المنظوم ص ۵۰۲ ۲ الدر المنظوم ص ۱۳۱ ۳ الدر المنظوم ص ۴۵۹، ۴۶۰
۴ الدر المنظوم ص ۴۸۱ ۵ الدر المنظوم ص ۲۳۷، ۲۵۴ ۶ سعادت مرزا صاحب نے مخدوم کی تین بیویوں کا ذکر کیا ہے، تذکرہ مخدوم ص ۴۴ ۷ تذکرہ مخدوم ص ۴۴ ۸ خزینۃ الاصفیا جلد دوم ص ۴۲۶ ۹ الفرع النامی ص ۱۰ ثمرات القدس حصہ دوم قلمی از لعل بیگ ص ۱۸۵ ب (مخزونہ نیشنل میوزیم کراچی)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

تھی اور اعضا شکنی کی شکایت تھی۔ حضرت مخدوم ان کو دیکھنے گئے[۱] دہلی کے سفر ۷۸۱ھ/۱۳۷۹ء میں وہ ان کے ساتھ تھے۔ مخدوم زادہ محمود مقروض بہت زیادہ رہتے تھے ان کے مصارف زیادہ تھے۔ مخدوم قرض لینے سے منع کرتے تھے مگر وہ باز نہیں آتے تھے[۲] ایک مرتبہ مخدوم کے پاس دو لونڈیاں اور پانسو تنکے فتوح میں آئے۔ انہوں نے حسن خادم سے فرمایا کہ ان کو خانگی چور (مخدوم زادہ محمود) نہ دیکھے ورنہ سب لے جائے گا[۳] معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مخدوم زادہ محمود عیش و عشرت کی زندگی گزارتے تھے۔ ثمرات القدس میں ہے[۴]

وے را خوارق وکرامات بسیار است می آرند کہ نہصد و پنجاہ حرم داشت و یکصد فرزند ...... و عدد بنائرِ اد بیرون از ایں است کہ در حصر آید۔	وہ بہت صاحب خوارق وکرامات تھے کہتے ہیں کہ ان کے نو سو پچاس حرم تھیں اور ایک سو لڑکے ...... ان کے پوتے تو شمار سے باہر ہیں۔

مؤلف تاریخ اوچ لکھتے ہیں کہ ناصر الدین محمود کی منکوحہ ازواج کے علاوہ ایک سو چالیس مملوکہ کنیزیں تھیں[۵] حرم اور اولاد کی تعداد میں مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر کثیر الازواج اور کثیر الاولاد ضرور تھے۔ بعض نے ان کے فرزندوں کی تعداد بیس اور بعض نے اٹھارہ لکھی ہے۔ مولوی حفیظ الرحمٰن صاحب نے ناصر الدین محمود کی تاریخ پیدائش ۲ ذیقعدہ ۷۴۲ھ/۱۳۴۱ء اور تاریخ وفات ۲۲ رمضان ۸۰۰ھ/۱۳۹۸ء لکھی ہے[۶]

ناصر الدین محمود کے ایک فرزند حامد تھے۔ جنہوں نے تحصیل علم حضرت مخدوم سے کی تھی، جامع العلوم میں ان کا اکثر ذکر ہے بلکہ انہوں نے قرآن کریم اور علوم تفسیر و فقہ حضرت مخدوم ہی سے پڑھے تھے[۷]

حضرت مخدوم کی اولاد و احفاد میں بہت برکت ہوئی اور یہ خاندان خوب پھلا پھولا،

---

[۱] الدر المنظوم ص ۴۳۶، ۴۳۷ [۲] ایضاً ص ۸۴۸۔ ۸۴۹ [۳] ایضاً ص ۶۸۱
[۴] ثمرات القدس (قلمی) ص ۱۰۲ [۵] تاریخ اوچ ص ۱۰۳ [۶] ایضاً
[۷] الدر المنظوم ص ۴۹۴

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ہند پاکستان کا شاید ہی کوئی مرکزی شہر ایسا ہو جہاں حضرت مخدوم کی اولاد نہ ہو۔ حضرت مخدوم کی اولاد نے ہند پاکستان میں علوم و فنون اور ارشاد و تبلیغ کے بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں جن کے بیان کے لئے ایک علیحدہ جلد کی ضرورت ہے۔

حضرت مخدوم کی اولاد و احفاد کے سلسلے میں ایک بہت بڑا ذخیرہ خلیفہ اللہ داد خان صاحب ساکن اوچ کے کتب خانہ میں محفوظ ہے اور اس سلسلہ میں :-

۱۔ خلاصۃ السادات مولفہ مولوی خلیفہ غلام محمد خان (تالیف ۱۲۶۶ھ / ۱۸۵۱ء)

۲۔ ذکر سادات بخاری و سادات بھکری و سادات رسول دار (تالیف ۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۷ء)

۳۔ شجرہ سادات کرام اوچ شریف بخاری مولفہ مولوی خلیفہ محمد رمضان (تالیف ۱۳۳۵ھ / ۱۹۲۶ء)

۴۔ کشکول قلمی مولوی خلیفہ غلام محمد خاں۔

۵۔ شجرہ انساب سادات عظام (قلمی)

۶۔ اصل السادات بخاری (قلمی)

۷۔ خلاصۃ الانساب بخاری۔

۸۔ شجرہ محمدی نقل کردہ مولوی محمد رمضان (مرتبہ ۱۲۷۶ھ / ۱۸۵۹ء)

۹۔ صحائف السادات (انساب بخاریان بھکری و شیرازی) مولفہ ہاشم بن کمال الدین محمد مکتوبہ ۱۱۴۴ھ

۱۰۔ سفینۃ السادات۔ مولفہ محمد قائم (تالیف ۱۰۷۳ھ) مکتوبہ ۱۱۸۲ھ

۱۱۔ ثمرات الجنانی کشف نسب السادات۔ المعروف بہ رسالہ جلالیہ مولفہ کرم حسین ابن محمد راجن مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر

وغیرہ ایسی کتابیں ہیں جو حضرت مخدوم کی اولاد و احفاد کے مکمل اور واضح شجرے اور سلسلے کی تیاری میں مددگار ثابت ہو سکتی ہیں۔

اگرچہ ان میں بعض کتابیں تھوڑے سے اضافے کے ساتھ ایک دوسرے کی نقل

---

۳۱۱ دیکھئے "ضمیمہ گجرات کے کتب خانے" معارف اعظم گڑھ جولائی ۱۹۴۹ء

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ہیں پھر بھی یہ ایک قابل قدر ذخیرہ ہے، البتہ مطالعہ و استفادہ کے وقت احتیاط و نقد کی ضرورت ہے۔ ہمیں یہ نوادر خلیفہ اللہ داد خاں صاحب کے فرزند جناب غلام شبیر صاحب کے ذریعہ سے دیکھنے کو ملے جن کے لئے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

خانقاہ بخاری کے سجادہ نشین حضرت مخدوم کے بعد ان کے برادر خورد صدر الدین راجو قتال (ف ۸۲۷ھ / ۱۴۲۴ء) سجادہ نشین ہوئے، مگر ان کے بعد ان کی اولاد کے باوجود فضل الدین بن ناصر الدین محمود سجادہ نشین ہوئے، ان کے عہد میں غازی خاں والی ڈیرہ غازی خاں نے حضرت مخدوم کے مزار پر مقبرہ تعمیر کرایا جس کی تعمیر کا سال ۸۵۶ھ / ۱۴۵۲ء ہے ان کی اولاد میں، رکن الدین ابو الفتح بہت مشہور ہوئے ہیں، ان کے بیٹے مخدوم محمد کیمیا تھے، مخدوم محمد کیمیا کے فرزند حامد بڈھا تھے جو شاہ حسین ارغون کے خوف سے اوچ سے کوچ کرکے عیسیٰ خیل (ضلع میانوالی) کی طرف چلے گئے اور ان کے بیٹے محمد راجن اپنے باپ کے جانشین ہوئے ان کے بعد ان کے پوتے مخدوم حسن جہانیاں یعنی زین العابدین جانشین ہوئے۔ جنہوں نے اپنے دادا محمد راجن کے حکم سے رحمت اللہ شاہ چاندنہ چراغ سجادہ نشین خانقاہ حضرت جلال سرخ پر اپنے مریدوں کے ساتھ حملہ کیا اور ان سے مزار مبارک چھین کر خود سجادہ نشین ہوگئے اور رحمت اللہ شاہ اوچ چھوڑ کر کھرور لال عین چلے گئے۔ مخدوم حسن جہانیاں کے بعد ان کے فرزند مخدوم ناصر الدین ثانی سجادہ نشین ہوئے اور انہوں نے اوچ کی جاگیر دربار اکبر شاہی سے اپنے نام منتقل کرالی۔ مخدوم ناصر الدین کے بعد ان کے فرزند مخدوم نوبہار کلاں سجادہ نشین ہوئے۔ ان کے وقت میں حضرت جلال سرخ کی دفن شدہ خاک پاک مقبرہ شیخ صدر الدین راجو قتال سے جنگ و جدال کے بعد نکالی گئی اور جو تھے موقع پر (جہاں اس وقت خانقاہ بنی ہے) منتقل کی گئی اور مقبرہ تیار کیا گیا اور مسجد بنوائی گئی۔ تاریخ بنائے مسجد ۱۰۲۷ھ / ۱۶۱۸ء ہے۔ مخدوم نوبہار کے بعد ان کے بیٹے مخدوم حسن جہانیاں ثالث سجادہ نشین ہوئے وہ لاولد تھے، اس لئے ان کے بعد ان کے بھائی مخدوم ناصر الدین ثالث جانشین ہوئے مگر کچھ عرصے بعد وہ اپنے چھوٹے بھائی شیخ راجو کے حق میں دستبردار ہوگئے ان کے بعد ان کے فرزند شیخ ناصر الدین رابع سجادہ نشین ہوئے پھر ان کے فرزند مخدوم راجن نے جگہ لی وہ شکار کے بہت شوقین تھے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

چونکہ لاولد تھے اس لئے ان کے بعد ان کے بھتیجے مخدوم حامد نوبہار ثانی بن لال قلندر سجادہ نشین ہوئے وہ بھی لاولد تھے اس لئے ان کی وفات کے بعد ان کے دامادوں میں سجادگی کا جھگڑا ہوا اور مخدوم محمد ناصر الدین خامس بن غلام شاہ کلاں بن امیر شاہ بن غلام علی شاہ بن مخدوم حامد نوبہار کلاں اپنے خسر کے جانشین ہوئے یہ بڑے با اخلاق تھے ہمیشہ درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے ان کو عوام ساڑھی والے پیر کہتے تھے ۱۲۰۳ھ/۱۷۸۹ء میں ان کا انتقال ہوا۔

مخدوم حامد نوبہار ثالث بن مخدوم ناصر الدین خامس اپنے والد کے جانشین ہوئے نوبہار ثالث خواجہ نور محمد مہاروی (ف ۱۲۰۵ھ/۱۷۹۱ء) کے مرید تھے ان کے بھائی مخدوم قلندر بخش نے ان کے ملازم دایہ یار کے ہاتھ سے ان کو زہر دلایا ان کے دو بیٹے جندوڈہ شاہ اور غلام شاہ تھے۔ مخدوم قلندر بخش نے نواب محمد بہاول خاں، ثانی والی بہاولپور سے خانقاہات اوچ کی تولیت حاصل کرلی اور حامد نوبہار ثالث کی بیوی کو قتل کر کے ان کے بیٹے غلام شاہ کو اوچ میں نظر بند کر دیا۔

جندوڈہ شاہ نے سندھ میں بالغ ہو کر ایک طوائف گوہر خاتون سے نکاح کرلیا اور میر سہراب خاں کی تربیت و صحبت کے اثر سے شیعہ مسلک اختیار کرلیا اور ۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء میں اپنے مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ اوچ میں پہنچا اور مخدوم ناصر الدین سادس کے لقب سے خانقاہ جلال بخاری کا سجادہ نشین بن گیا۔ قلندر بخش احمد پور شرقیہ چلے گئے مولوی حفیظ الرحمٰن لکھتے ہیں کہ:[1]

> جندوڈہ شاہ پہلا سجادہ نشین اوچ بخاری ہے جس نے سندھ سے مسلک شیعہ لاکر اوچ اور ریاست بہاولپور میں مروج کیا۔۔ اور اپنے بزرگان کے مذہب سنت جماعت اور حنفی مشرب اور طریقہ سہروردی کو ترک کر کے مسلک شیعہ اختیار کیا اور رسم تعزیہ داری کا اوچ میں رواج ڈالا۔

---

[1] تاریخ اوچ ص ۱۱۶

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ناصر الدین سادس (جندوڈہ شاہ) ۹ ربیع الاول ۱۲۶۶ھ/۱۸۵۰ء کو فوت ہوا، پھر اس کے فرزند محمود شاہ حامد لوبہار رابع کے لقب سے جانشین ہوئے جو سیر و شکار اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے تھے ۲، ذیقعدہ ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۵ء کو خدا بخش للو اور جہر امراسی نے ان کو قتل کر دیا کوئی اولاد نرینہ نہ تھی، اس کے بعد محمود ناصر الدین سابع بن غلام راجن شاہ بن ناصر الدین سادس سجادہ نشین ہوئے ان کو شکار، کشتی اور شطرنج کھیلنے کا بہت شوق تھا، ان کی متواتر کوششوں سے نواب محمد صادق خاں رابع والی بہاولپور نے وہ معافی کسور جو بعوض خدمات لشکری دو پشت تک محدود تھی تا قیام خانقاہ منظور کی۔ ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں فوت ہوئے ان کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے حضور بخش مخدوم لوبہار خامس کے لقب سے سجادہ نشین ہوئے ۶، شعبان ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۲ء کو ان کا انتقال ہوا اور دو بیٹے حسین بخش اور غلام عباس یادگار چھوڑے[1] حسین بخش مخدوم ناصر الدین ثامن کے لقب سے ۱۵ ارشعبان ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۲ء کو سجادہ نشین ہوئے اور ۱۹۴۴ء/۱۳۶۲ھ میں فوت ہوئے آج کل ان کے فرزند لوبہار شاہ سادس کے لقب سے سجادہ نشین خانقاہ اوچ بخاری ہیں، نہایت مرنجان و مرنج شخص ہیں، ان کے تین بیٹے غلام اکبر، غلام اصغر اور غلام عون ہیں۔ غلام اکبر صاحب کو سجادہ نشینی کے لئے نامزد کیا تھا۔ جن کا انتقال ۲۷، جنوری ۱۹۷۱ء کو ہو گیا اب سجادہ نشینی کے لئے غلام اصغر عرف اچھے سائیں نامزد ہوئے ہیں۔

حضرت مخدوم کے مریدین و خلفاء اور سلسلہ کی اشاعت حضرت مخدوم کا سلسلہ بیعت و ارشاد بہت وسیع تھا، صاحب ثمرات القدس لکھتے ہیں[2]

وے را یک لک و ہفتاد ہزار و دو یست و ہشتاد و شش مرید بود وے حنفی المذہب بود مریدان نیز تمام مذہب وے را داشتند	ان کے ایک لاکھ ستر ہزار دو سو چھیاسی مرید تھے وہ حنفی مذہب رکھتے تھے اور ان کے تمام مرید بھی اسی مذہب کے پیرو تھے۔

حضرت مخدوم کے مندرجہ ذیل بیالیس مریدین و خلفاء کے نام الدر المنظوم وغیرہ میں ملتے ہیں۔[3]

---

[1] یہ تمام حالات تاریخ اوچ ص ۱۱۲ تا ۱۱۸ سے ماخوذ ہیں [2] ثمرات القدس (قلمی) ص ۲۸ ا

[3] الدر المنظوم ص ۱۷۸، ۲۶۷، ۲۹۳، ۳۵۵، ۸۱۵، ۶۵۷

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۱۔ فخرالدین ترمذی
۲۔ ابوعبداللہ علاءالدین علی
۳۔ مولانا بدرالدین
۴۔ مولانا کبیرالدین
۵۔ مولانا شمس الدین
۶۔ اسماعیل
۷۔ بہو
۸۔ بشیر
۹۔ شیخ محمد تقی گازرونی
۱۰۔ شمس الدین مسعود عراقی
۱۱۔ صدرالدین محمود
۱۲۔ شرف الدین
۱۳۔ راستین
۱۴۔ رکن الدین راجا
۱۵۔ رفیع الدین
۱۶۔ معین الدین
۱۷۔ فریدالدین
۱۸۔ مولانا مختار
۱۹۔ مولانا تاج الدین محمد
۲۰۔ مولانا نجم الدین شیخ زادہ
۲۱۔ مولانا حسام الدین بھکری
۲۲۔ مولانا تاج الدین مانک پوری
۲۳۔ مولانا مسعود مھونی
۲۴۔ مولانا محمد مھونی
۲۵۔ مولانا نظام الدین ابراہیم
۲۶۔ خواجہ بدرالدین بہزاد
۲۷۔ مسعود درویش
۲۸۔ خواجہ خسرو دہلوی
۲۹۔ خواجہ مظفر سامانی
۳۰۔ خواجہ نصرت
۳۱۔ ملک زادہ نصیرالدین
۳۲۔ مولانا رکن الدین دیبال پوری
۳۳۔ مولانا علاءالدین مانک پوری
۳۴۔ ملک زادہ شہاب الدین
۳۵۔ خواجہ مسعود باخرزی
۳۶۔ مولانا خواجگی
۳۷۔ مولانا سالار سرسی
۳۸۔ شیخ زادہ معظم
۳۹۔ جمشید
۴۰۔ شرف الدین
۴۱۔ محمد ظفاری
۴۲۔ سکندر بن مسعود

حضرت مخدوم کے بہت سے مریدین وطالبین خانقاہ میں رہ کر سلوک کے منازل طے کرتے اور ایک معینہ مدت کے بعد خرقہ خلافت حاصل کر کے سلسلہ کی اشاعت میں مشغول

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ہوجاتے اس طرح حضرت مخدوم کے ذریعہ سے سہروردی سلسلہ تمام برصغیر پاک وہند میں خوب پھیلا، حضرت مخدوم کے خلفاء اور خلفاء کے خلفاء پنجاب، سندھ، یو۔پی، بہار، گجرات، بنگال کاٹھیاواڑ، دکن، مدراس وغیرہ میں پھیل گئے اور ان علاقوں کے اکثر مقامات پر حضرت مخدوم کی اولاد امجاد کا سلسلہ بھی پھیلا، حضرت مخدوم کے بعض ممتاز خلفاء کا مختصر ذکر درج ذیل ہے۔

سید صدرالدین راجو قتال حضرت مخدوم کے برادر حقیقی تھے بڑے صاحب جلال تھے۔ ان کا ۸۲۷ھ/۱۴۲۴ء میں وصال ہوا، مزار اوچ میں ہے، حضرت راجو قتال سے سلسلہ کی خوب اشاعت ہوئی۔

شیخ اخی راجگیری بھی حضرت مخدوم کے خلیفہ تھے۔ "اخی" حضرت نے خطاب دیا تھا موضع زہرا پرگنہ دریاآباد سرکار اودھ کے رہنے والے تھے، خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ قنوج کو اصلاح و تبلیغ کا مرکز بنایا، موضع راجگیر میں سکونت اختیار کی۔[۱]

شیخ علم الدین ترمذ کے رہنے والے تھے قنوج وطن تھا حضرت مخدوم نے ان کو جونپور بھیجا، سلطان ابراہیم شرقی کے دربار میں رہے جاگیر بھی ملی صاحب خزینۃ الاصفیاء لکھتے ہیں۔[۲]

"از کامل ترین خلفاء و مریداں حضرت مخدوم جہانیاں است"

مولانا شیخ سراج الدین حضرت مخدوم کے امام تھے، حضرت نے ان کے پیچھے نماز پڑھی حافظ قرآن تھے۔ ۸۳۰ھ/۱۴۲۷ء میں وصال ہوا، مزار کالپی میں ہے۔

حضرت جہانگیر اشرف سمنانی ماوراء النہر سے سمرقند آئے بعد میں وہاں سے اوچ پہنچے حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضری دی حضرت مخدوم نے فرمایا۔[۳]

فرزند! بسیار مردانہ برآمدۂ، مبارک باد، زود قدم در راہ نہ"

ایک مکتوب میں جہانگیر اشرف لکھتے ہیں۔[۴]

نخست از ولایت عراق و خراساں کہ آمدیم در ملازمت حضرت قطب المحققین و زبدۃ الکاملین وارث علوم سید المرسلین حضرت مخدوم جہانیاں

---

[۱] خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۶۳ [۲] خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۶۴ [۳] لطائف اشرفی جلد دوم ص ۹۴ [۴] مکتوبات اشرفی (قلمی) مکتوب نمبر ۳۲

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

جلال الملت والدین بخاری اچی قدس سرہ مشرف شدیم۔ بالنواع مقامات صوفیہ واوصاف درجات طائفہ علیہ ملک بنوعی آثار قطبیہ والنواز غوثیہ ایثار فرمودند... کہ در اولیائے روزگار واصفیائے نامدار نیافتہ"

جہانگیر اشرف سمنانی نے حضرت مخدوم سے روحانی فیض اور خرقہ خلافت پایا وہاں سے دہلی آئے جہانگیر اشرف سمنانی کا وصال ۸۰۸ھ/۱۴۰۵ء میں کچھوچھہ شریف (ضلع فیض آباد) میں ہوا وہیں ان کا مزار ہے۔

سید شرف الدین مشہدی (ف ۸۰۸ھ مدفن بھروچ) شیخ تاج الدین بھکری، سید محمود شیرازی، سکندر بن مسعود، علاء الدین علی (مرتب جامع العلوم) شرف الدین اور مولانا عطاء وغیرہ حضرت مخدوم کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔

صوبہ بہار میں حضرت مخدوم کے خلفاء کے ذریعہ سلسلہ سہروردیہ کی خوب اشاعت ہوئی مولانا حسن پھلواروی لکھتے ہیں[1]

"(صوبہ بہار) میں خاص شہابیہ سہروردیہ سلسلہ کہیں حضرت سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت اور ان کے خلفاء کے ذریعہ اور کہیں دیگر شیوخ سلسلۂ سہروردیہ کے وسائط سے جاری ورائج ہو"

صوبہ بہار کی مشہور خانقاہ پھلواری کے شیخ المشائخ شاہ محمد مجیب اللہ (المتوفی ۱۱۹۱ھ/۱۷۷۷ء) حضرت مخدوم کے واسطہ سے سہروردی سلسلہ میں منسلک تھے وہ اس طرح کہ حضرت مجیب اللہ بیعت تھے۔ شاہ عتیق اللہ سے اور وہ شاہ عبد المقتدر سے اور وہ شیخ عبد النبی سے اور وہ محمد شیر سے اور وہ عزت شاہ سے اور وہ سید برہان سے اور وہ سید شاہ عالم سے اور وہ مخدوم عبد اللہ سے اور وہ سید ناصر الدین محمود سے اور وہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت[2] سے اسی

---

[1] تذکرہ حضرت ابوالنجیب عبد القاہر السہروردی از مولانا حسن پھلواری مطبوعہ مطبع مولوی فتح محمد تائب لکھنؤ ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء ص ۶۷ [2] تذکرہ ابوالنجیب ص ۷۵، ۷۶

طرح بہار کے مشہور بزرگ حضرت سید محمد عرف حضرت پیر دمڑیا عظیم آبادی بھی جلالی سہروردی سلسلہ میں منسلک تھے، صاحب "تذکرہ حضرت ابوالخنیب" تالیف محمدی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔[1]

"سید محمد قدس سرہ المشتہر بہ پیر دمڑیا، آن بزرگوار مشرب سہروردیہ داشت و نعمت از خاندان جہانیاں جہاں گشت قدس سرہٗ یافتہ"۔

قصبہ منیر (بہار) کے مشہور شیخ شاہ محمد مبارک بھی حضرت مخدوم کے واسطہ سے سہروردی سلسلہ میں بیعت تھے اس طرح کہ شیخ محمد مبارک نے خرقہ خلافت شاہ نعمت اللہ بن شاہ عطاء اللہ فیروز پوری سے پایا اور انہوں نے محمد مقبول عالم سے اور انہوں نے اپنے والد جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے عزت شاہ سے اور انہوں نے سید برہان سے اور انہوں نے سید شاہ عالم سے اور انہوں نے مخدوم عبداللہ سے اور انہوں نے سید ناصر الدین محمود سے اور انہوں نے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے[2]

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے فیوض و برکات اودھ میں شیخ قیام الدین قوام (ف ۸۲۰ھ/۱۴۱۷ء) کے مرید اور حضرت صدر الدین راجو قتال کے خلیفہ شیخ سارنگ (ف ۸۵۵ھ/۱۴۵۱ء) کے ذریعہ سے پھیلے شیخ قیام الدین، حضرت نصیر الدین چراغ دہلی کے مرید اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے خلیفہ تھے۔[3] شیخ سارنگ ہندو مذہب چھوڑ کر مشرف با اسلام ہوئے اور عہد فیروز شاہی میں شاہی امیر اور منصب دار تھے پہلے یہ شاہ قیام الدین کے مرید ہوئے اور بعد کو اجازت و خلافت حضرت راجو قتال سے ملی شیخ سارنگ کا مزار موضع مجھگواں ضلع بارہ بنکی میں ہے۔[4] شیخ سارنگ کے بعد اودھ میں چشتیہ نظامیہ سلسلہ کو ان کے خلیفہ مخدوم شاہ مینا (ف ۸۸۴ھ/۱۴۷۹ء) اور ان کے خلیفہ شیخ سعد خیر آبادی (ف ۹۲۲ھ/۱۵۱۶ء) اور ان کے خلیفہ شیخ عبدالصمد معروف بہ مخدوم شاہ

---

[1] تذکرہ ابوالخنیب ص ۶۷ [2] تذکرہ ابوالخنیب ص ۶۸ [3] شیخ قیام الدین کے حالات کے لیے دیکھیے سبع سنابل ص ۴، تا ۵، و فوائد سعدیہ از قاضی ارتضا علی خاں (مطبع نول کشور لکھنو، ۱۳۰۲ھ) ص ۲ تا ۶ [4] شیخ سارنگ کے لئے ملاحظہ ہو سبع سنابل ص ۳، تا ۴، و فوائد سعدیہ ص ۶ تا ۸ و مخدوم زادگان فتحپور حصہ اول از مسعود علی محوی ص ۲۷ تا ۴۱

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

صفی (ف ۹۴۵ھ/۱۵۳۸ء) کے ذریعہ سے بڑا فروغ ہوا[1]۔ حضرت شیخ عبد الصمد کے دو نامور خلفاء
بندگی شیخ مبارک اور شیخ حسین محمد سکندر آبادی ہوئے اول الذکر کی آٹھویں پشت میں نامور
صوفی شیخ خادم صفی محمدی صفی پوری (ف ۱۲ رجب ۱۲۸۶ھ/۱۸۷۰ء) ہوئے جن کے مشہور خلیفہ منشی ولایت
علی خاں معروف بہ عزیز صفی پوری (ف ۱۳۴۷ھ/۱۹۲۸ء) مشہور صاحب نسبت و تصنیف بزرگ گزرے
ہیں اور شیخ حسین محمد کے مشہور و نامور خلیفہ میر عبد الواحد بلگرامی (ف ۱۰۱۷ھ/۱۶۰۸ء) ہوئے جنکی کتاب سبع
سنابل مشہور و معروف ہے۔

رسول شاہیوں کا ایک سلسلہ سہروردیہ بھی حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے واسطے
سے جاری ہے وہ اس طرح کہ عبد الرسول شاہ عرف رسول شاہ الوری بیعت تھے حضرت شاہ نعمت اللہ
دہلوی سے اور وہ شاہ داؤد مصری سے اور وہ شاہ سخی حبیب سے اور شاہ اسمٰعیل سے اور وہ
شاہ مرتضیٰ سے اور وہ شاہ عبد الرزاق سے اور وہ شاہ اللہ داد سے اور وہ شاہ پیرن بندگی
سے اور وہ شاہ سجن گوشہ نشین سے اور وہ شاہ محمد سے اور وہ شاہ محمد اسحٰق سے اور وہ شاہ
داؤد طائی سے اور وہ شاہ راجو قتال سے اور وہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے[2]

امروہہ (یو۔پی) کے مشہور چشتی بزرگ شاہ امانت علی امروہوی سہروردی سلسلہ میں
حضرت مخدوم کے واسطے سے منسلک تھے وہ اس طرح کہ شاہ امانت علی بیعت تھے، حافظ موسیٰ
مانک پوری سے اور وہ سید اعظم روپڑی سے اور وہ شاہ سالم روپڑی سے اور وہ سید بھیک
میراں سے اور وہ شاہ ابو المعالی انبیٹھوی سے اور وہ شیخ داؤد گنگوہی سے اور وہ شیخ صادق
گنگوہی سے اور وہ شاہ ابو سعید گنگوہی سے اور وہ خواجہ نظام الدین بلخی سے اور وہ
مولانا جلال الدین تھانیسری سے اور وہ شیخ عبد القدوس گنگوہی سے اور وہ شیخ درویش
اودھی سے اور وہ شاہ بڈھن بہرایچی سے اور وہ شاہ اجمل بہرایچی سے اور وہ حضرت

---

[1] ملاحظہ ہو مخزن الولایت (ملفوظات شاہ خادم صفی) مرتبہ منشی محمد ولایت علی خاں اردو ترجمہ از محمد
خصلت حسین صابری (پاک اکیڈمی کراچی ۱۹۶۳ء) ص ۱۵-۲۰ [2] تذکرہ اہل دہلی (سر سید احمد خاں)
مرتبہ قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی (انجمن ترقی اردو، کراچی ۱۹۵۵ء) ص ۲۹

مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے۔[1]

کشمیر میں حضرت مخدوم کے سلسلے کے بزرگ جمال الدین بخاری دہلوی نے اسلام کی شمع روشن کی اور گجرات دکاٹھیاواڑ میں شیخ برہان الدین قطب عالم اور ان کی اولاد امجاد نے اسلام کی تبلیغ واشاعت فرمائی۔

گجرات میں بخاری پیروں کے ذریعہ سہروردی سلسلہ کی بڑی تبلیغ واشاعت ہوئی۔ حضرت مخدوم کی اولاد واحفاد میں بڑے نامور اور مشہور صاحب سلسلہ بزرگ گزرے ہیں۔

---

[1] شجرہ کلاں سلاسل عالیہ حسینیہ مرتبہ احمد سعید کاظمی مطبوعہ نوبہار الیکٹرک پریس ملتان ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۷ء و تذکرہ الکرام (معروف بہ تاریخ امروہہ جلد دوم) از مولوی محمود احمد عباسی۔ مطبوعہ محبوب المطابع برقی پریس دہلی ۱۹۳۲ء ص ۱۸۸، ۱۹۱۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ضمیمہ نمبر ۱

ذکر مخدوم جہانیاں جہاں گشت

در مکتوبات مخدوم جہانگیر اشرف سمنانی

(۱۴)

دریں[1] مرتبہ کہ از طوف مزارات متبرکہ ملتان صانہا اللہ عن الحدثان گذر بجانب اچہ افتاد بشرف ملازمت قدوۃ العارفین وعمدۃ المحققین قطب الدائرہ فی الزمانیاں حضرت مخدوم جہانیاں خلد اللہ تعالیٰ اعلیٰ منصبہ مشرف شد بانواع مقامات واصناف معاملات مخصوص ساختند۔

قطعہ

زہے قطب سپہر وماہ گردوں ... کہ از انفاس گرداند فلک را
عقول والنفس وارکان وعنصر ... موالید ثلثہ آرد ملک را

دراول مرتبہ کہ ایک درویش پیش از ملازمت قطب الاقطاب وزبدۃ الاولیاء الانقات حضرت مخدومی ومولٰی وقدوتی ومندی وسیدی علاء الحق والدین

قطعہ

سپہر ولایت امۂ چرخ دیں ... کہ تا بد چو خورشید در انتہائی
ولایت ستان وہدایت سپرز ... علاء الحق قطب چرخ علائی

بحضرت مخدوم جہانیاں مشرف شدہ مقامات ثلثہ کہ عبارت از تجلی بسیطی ونوری ومقطوع الاعضائی است بہم تعویذ یا عفو رعنایت فرمودہ بودند دریں مرتبہ اجازت وخلافت از چہاردہ خانوادہ واز صد وچہاردہ مشائخ کہ درحیات ووفات دریافتہ بودند واکثر مشائخ

---

[1] مکتوبات اشرفی (خطی، ذاتی) اقتباس از مکتوب نمبر ۲۹

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کہ درحیات از ایشاں نعمت یافتہ بودند ہمہ اکابر موصولہ وا ماثر محصولہ را نام بنام شمردہ اند واز ہر کہ ہرچہ یافتہ اند آں ہمہ نعمت ہائی متعددہ و فضیلت ہائی متنوعہ متصلہ باین درویش ایثار کردند۔

قطعہ

زہے ماہ و چرخ و ستارہ فروز ❊ کہ از ہر فلک بردسیارہ
زہر بارہ کو یافت ہر بارہ ❊ بمن کرد ایثار یکبارہ

(۲)

نخست[1] از ولایت عراق و خراسان کہ آمدیم در ملازمت حضرت قطب المحققین و زبدۃ الکاملین وارث علوم سید المرسلین حضرت مخدوم جہانیاں جلال الملۃ والدین بخاری اچی قدس سرہ مشرف شدیم بانواع مقاماتِ صوفیہ و اوصافِ درجات طائفہ علیہ بلک بنوعی از آثار قطبیہ و انوارِ غوثیہ ایثار فرمودند کہ سلسلہ علیہ ایشاں بحضرت امام الہمام علی النقی الکرام می رسد، ایں درویش ہرچند کہ در عرصۂ روی زمین و صفحہ سوی بریں گردیدہ و دیدہ نوری کہ در جبین آں نادرۂ روزگار و سروری کہ در ناصیہ آں فاخرہ ہر دیار ھعانیہ کرد و مشاہدہ نمودہ در اولیائی روزگار و اصفیائی نامدار نیافتہ۔

قطعہ

زہے نور ولایت مہر خورشید ❊ کہ می تابد از و نہ چرخ دروائی
در دریائے توحید آمدہ کو ❊ صدف اور انہ زیبد عرشی والائی
زنور آمدہ لبش ہر ستارہ ❊ درافشاں ہمچو نجم و ھعنعہ نجائی
مدار نقطۂ پرکار گردوں ❊ کہ می گرداند از انفاس خود زائی

---

[1] مکتوبات اشرفی (خطی) اقتباس از مکتوب نمبر ۳۲

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

یدور آمد نیابت غوثی اورا ؎ ازو چوں منتقل گردد بہر رائی
چہ حاجت وصف آں ذاتیکہ گویم ؎ کسی کو راز خورشید ادائی
جناں کش در بیان احد واحمد ؎ نیاز و ناز شد بر چرخ دارائی
بدنیا در بایں خورشید و ماہ است ؎ سلام آمد جواب از شاہ دارائی
شرف از بحر وصفش در نیابد ؎ اگر برہم زند صد دست و صد پائی

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ضمیمہ نمبر ۲

مکتوب عین الملک ماہرو (گورنر ملتان)

بخدمت

مخدوم جہانیاں جہاں گشت

تا برکاتِ[1] خاندان رسالت اسباب عدل و احسان منتظم و بتاثیر میامن دعوات دو دمان طہارت، اساس جور و عدوان منہدم خواہد بود و صورت امن و امان از سرا پردۂ ادعیۂ صالحۂ ارباب تصوف و عبادت و اصحاب تبتل و زہادت جمال خواہد نمود، و سادۂ سیادت و فتوی و سجادۂ زہد و تقویٰ بذات شرع شعار اسلام رفتار و عنصر ملائک اقتدار ملک السادات جلال الحق والدین، کہ خلق پسندیدۂ حضرت مصطفےٰ و مجتبیٰ و خلاصۂ سرّ " لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ " است مکرم و مشرف باد بحق من قال " یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم تطہیراً ۵

بندہ درگاہ نبوی و خادم بارگاہ مصطفوی عین ماہرو محبت اولاد رسول و مودت احفاد بتول فرض عین و عین فرض می داند و زبان خود را بکلمۂ " الہم صل علی محمد " مزین می گرداند کہ اورا حضرت صمدیت زبان محمدت سرائی عترت رسول دادہ است و موالات ایشاں در نہاد نہادہ، بر عالمیاں شرف و مباہات دارد و بدیں موہبت عظیمہ و عیش جسیم شکر حق می گزارد و نفحات خدمت و فتوحات عبودیت بجناب مستطاب می رساند و باز می نماید کہ دریں وقت چناں روشن شد کہ عارضہ ای بعرصۂ مطہر سیّد بزرگوار کہ مظہر " انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی " است راہ یافتہ و بدیں موجب انکسار و انتشار و اوجاع و امراض بظاہر و باطن ردی دادہ، چہ وجود پاک ایشاں سبب ورود

---

[1] انشائے ماہرو (بہ تصحیح پروفیسر شیخ عبدالرشید) ص ۵۱ تا ۵۵

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

واردات الطاف نامتناہی الٰہی است۔ حق سبحانہ وتعالیٰ از شفاخانۂ عنایت ازلی صحت کامل وعافیت عاجل نامزد وقت ایشاں گرداند وببرکت ایں خاندان مطہر ظاہر وباطن ایں کہتر وجمیع مسلمانان را از مرض شقاق وسقم اختلاف مصون دارد۔ انشاء اللہ تعالیٰ الثانی ھذا باد۔

بر ضمیر منیر کہ مہبط انوار ربانی ومورد اسرار سبحانی است معلوم ومقدر ومفہوم ومصور است کہ اگر اصحاب امرت کہ نہ بر وفق امر رب العالمین می روند بیلاء جور و اعتساف موسوم وبمہت ظلم وعدوان موسوم اند ایں کہتر دالپس ترین ایں ہمہ فرقہ خود را می داند۔ وقطرات عبرات بر رخسارۂ حسرت می راند واز حضرت باری تبضرع وزاری مسئلت می نماید تا منہل وجود ایں کہتر از شائبۂ ظلم پاک گرداند، اما چہ تواں کرد کہ دعای ایں آلودہ محل اجابت ندارد،

بیت

هزار بار دعا خواندہ گیر ای زاہد
چو در تو صدق نباشد دعا چہ خواہد کرد

دریں معرض مشائخ صلحاء واہل صفہ واتقیاء کہ ذات پاک ایشاں بزیور صدق وصفا وبزینت تسلیم ورضا وصبر وتوکل واستار تحمل آراستہ است در ذمہ ہمت خود واجب گردانند واز حضرت صمدیت التماس نمایند تا ایں کہتر وسائر اہل امرت را حق تعالیٰ بر جادۂ معدلت ومنہج نصفت موفق گرداند واز تبعۂ ستم برہاند نصیحت وشفقت بر بندگان خدا ایں اقتضاء می کند نہ آں کہ زبانِ طعن وہجا (چناں کہ بزرگی بر بندہ نبشتہ است) ولساں بساں سوزن تیز گردانند ودر پوستین کارکنان آستین برمالند وجز فسقہ وفجرہ وظلمہ بر زبان نرانند۔ ما بیچارگان بظلم مقر ومعترف ودر بحار عجز مستغرقیم،

مصرع   ما خود شکستہ ایم چہ باشد شکست ما

وخود کرام شکستگی بالاتر ازیں است کہ نسبت ظلم کہ اکبر کبائر است کما قال عز من

قائل" ان الشرک لظلم عظیم" شخصے موسوم باشد۔ اما بر گناہ اعتراف واقرار وتشبث بذیل استغفار کاری دارد، شاید حق عزوجل بسبب انکسار وشکستگی بخشاید۔

چنانکہ آوردہ اند در بنی اسرائیل خربندہ ای بود کہ پیوستہ بفسق وفجور مشغول بودی وبہ عبادت پروردگار از اندک وبسیار توجہ ننمودی۔ ناگاہ از صدمۂ تقدیر آسمانی بر بستر مرض افتادہ ودل بر ہلاک نہادہ۔ چون چشم باز کرد، بر بالین خود دوستی مشفق ویاری موافق ندید، از انکسار بناکامی این مثنویات نظامی برخواند۔

کسان را در جہاں یار و مرانہ	سگاں را بر زمین یار و مرانہ
اگر دہ روز در چاہی نشینم	کسی جز آہ خود بالا نہ بینم
اگر گردم بکوہ ودشت صد سال	بجز سایہ نیاید کس بدنبال

وروی سوی آسماں کردہ بزبان اضطرار باعتذار پیش آمد وکلمہ "یارحمٰن الدنیا والآخرہ ارحم من لیس لہ الدنیا والآخرہ" بر زباں راند وجاں بہ جاں ستاں داد۔

چوں اہل محلہ وجوار او رام دودمی بیند اشتند بحال او نپرداختند۔ جبرئیل امیں از حضرت رب العالمین بر مہتر موسیٰ صلوات اللہ علیہ وسلامہ وحی آوردہ کہ در فلاں محل دوستی از دوستان خدا از دارِ فنا بدارِ بقا رحلت کردہ است برو، در تجہیز وتکفین او مشغول شو، ونماز جنازہ او بگزار وبریں موجب، رضائی حضرت ما ما بدست آر مہتر موسیٰ چنانچہ فرماں بود مسارعت نمودہ واز اہل محلت آں استکشاف نمود ہمگناں بیکبار گفتند، بدیں صفت کہ پیغامبر خدا خبر می دہد، کسی نقل نکردہ است۔ چوں مہتر موسیٰ دانست کہ زبان وحی جز بصدق نرود بر ایشاں فرمود عاقبت کسی دراین محلت نقل کردہ است؟ موسیٰ بحضرت عزت تعالت آلاؤہ وتوالت نعماؤہ مناجات کردہ کہ بندگان تو، بار بار خدائی، بریں جملہ در حق او می گویند۔ درحق او فرماں چیست؟ جبرئیل آمد، قصہ یعنی! ما معنیٰ وحریٰ ماجریٰ تنبیہ فرمود۔ مہتر موسیٰ چنانچہ فرمان بود باعزاز واکرام تجہیز وتکفین کردہ وبر وی نماز گزارد وبر در روضہ (ای) دفن نمود۔ وآمدہ است کہ در بنی اسرائیل مفتاد زاہد بود ندکہ روز ہا بصیام وشبہا بقیام گزرانیدہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ازجادہ تقوی انحراف نمی نمودند۔ پیغامبر آں وقت از عبادت ایشاں تعجب می نمودند
ودرحق ایشاں استحسان می فرمودند از مالک الملک کہ منزہ از عبادت عباد و مستغنی از
زہاد است۔ براں پیغامبر فرمان رسید کہ حکم ازلی بریں رفتہ است کہ ایں خربندہ جنتی
باشد وایشاں اعنی ہفتاد تن ناہد دوزخی گردند۔ آں وقت گفت' یارب بچہ شامت؟
فرماں آمد کہ بشامت عجب وخود بینی۔ فی الجملہ خربندہ فاسق را خاطر انکسار و زبان
اضطرار او بہ بہشت رسانید وہفتاد تن زاہد را بشامت عجب بداغ قطعیت مبتلا
گردانید۔ نعوذ باللہ من تمادی الاحرار والعجب والاستکات، بیت

گر تو خوبی بسوی زشت بخواری منگر
کاندریں ملک چو طاؤس لنگارست مگس

دیگر وقت درویش عزیز ترازاں است کہ بکونین بپرداز دیا در دو عالم
مسکن و ماؤا ای سازبیت

مکن در جسم وجاں منزل کہ ایں دونست وآں والا
قدم زیں ہر دو بیروں نہ، نہ ایں جا باش ونے آں جا

پس آنکہ در تقریع وتوبیخ وتبکیت وتشنیع ذرہ ای نمی گزارند منبعث از
رعونت وعجب باشد۔ شیوۂ اصحاب صفا وارباب وفا آنست کہ در صدر عرضہ افتاد
وتا ایں نوع است سیدی ومولائی حکم باشد۔ بسیار خواستہ می شود کہ بر خلق رافت
ومدارات ومجاملت ومواسات بتقدیم رسانیدہ آید۔ لیکن خلق عوام بدمست شدہ
است چنانچہ سیدگاں از دادن خراج کہ فریضہ است بکلی منحرف شدہ اند وبرتاوان
اعتیا دکردہ۔ سال گزشتہ آمدہ بودند خط خراج بعہدۂ خدائی در روضہ شیخ کبیر
دادہ وبراں نرفتہ۔

اکنوں چہ می فرمائید بر کردن درحق ایشاں کہ محض سیئہ باشد واجرت
بر سیئہ مثلہا بود۔ خدمت سیدی ومولائی تربیت فرماید برایشاں توجہ نصیحت وشفقت
در قلم آرد، تا ازیں طریق مردود ومنہج نامحمود باز آیند وبفرمانبرداری وخراج گزاری

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

وحسن رعیتی پیش آیند، واز عہدۂ (عہد) بیروں آمدہ باشند ۔ بیت

از عہدۂ عہد اگر بروں آید مرد

از ہر چہ گماں بری فزوں آید مرد

ومال خراج کہ حق مجاہداں وغزاۃ دیں ونصیب علماء ومساکین است بمصرف رسد وایں کہتر از عون حق تا در مطلق عجزی ندارد۔ اما شمارا گواہ می گیرد اگر ایشاں ازیں سیرت مذموم بازنیایند وبخراج گزاری وفرمانبرداری نگرایند انچہ بدایشاں عاید گردد بر موقع بود واگر ایشاں بخراج وفرمانبرداری پیش خواہند آمد ہزار نوع شفقت درحق ایشاں کردہ خواہد شد وتقیہ۔

"کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ" رعایت خواہد یافت والیشاں در ظل امن وامان مرفہ الحال خواہند ماند۔

نمودہ می آید چوں ایں کہتر برای انتظام امور دنیا وعقبی تشبث بذیل عنایت ودامن اعانت شما کردہ است، چشم داشت آنکہ نظر شفقت ازیں کہتر دریغ نمانند ودر زمان مرجو واوقات متبرکہ ایں را بدعای خیر یاد گیرند (کہ) ہموارہ بر سجادۂ جادہ مستقیم مقیم باد ۔ آمین

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ضمیمہ نمبر ۳

حضرت مخدوم اور فیروز شاہ تغلق

نقل است[1] کہ خدمت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ بعد از یک سال ودو سال از اوچہ برائے ملاقات خسرو شش جہات آمدی۔ میان ہر دو بزرگوار محبت ومودت از بطانہ چوں دوستان یگانہ بود۔ ہریکی برائی ازدیاد اتحاد از دل وجان کوشش بیغش می نمود۔ چوں خدمت سید جلال الدین از اوچہ می آمدند چوں نزدیک فیروز آباد می رسیدند حضرت شاہ تا مندرفتی استقبال می کردی۔ میان ہر دو نیک بخت ملاقات می شد۔ حضرت شاہ حضرت سید را باعزاز واکرام درون شہر آوردی۔ گاہی در درون کوشک معظم فیروز آباد متصل منارہ وگاہی در شفاخانہ وگاہی در حظیرۂ شاہزادہ فتح خاں مرحوم فرود می آوردند۔ المقصود چوں خدمت سید السادات بر طریقۂ معتاد از محل عبادت خود بر سلطان فیروز می رفتند بمجرد آنکہ خدمت سید السادات سید جلال الدین قدس سرہ العزیز در محل حجاب سلام کردی حضرت شاہ جہاں با آں جاہ از تخت گاہ ایستادہ شدی۔ و بتواضع تمام خدمت کردی، ہر دو بزرگوار در آں محل بالائی جامخانہ می نشستند۔ چوں خدمت سید بازگشتی باز حضرت شاہ فیروز از بالائی جامخانہ ایستادہ شدی۔ تا آنکہ خدمت سید در محل حجاب رسیدی۔ حضرت فیروز شاہ ہم بالائی جامخانہ ایستادہ بودی۔ چوں خدمت سید در محل حجاب سلام کردی۔ حضرت شاہ نیز سلام کردی۔ چوں خدمت سید از نظر شہنشاہ غائب شدی بعدہ حضرت شاہ در تخت سلطنت نشستی۔ زہی حسن ادب کہ حضرت جہانداران کبار وبختیاران نامدار بعد از دوم روز سوم روز برائی ملاقات سید ابوالبرکات در مقام خدمت سید رفتی۔ ہر دو بزرگوار برگزیدۂ حضرت پروردگار جل جلالہ وعم نوالہ یکجا می نشستند۔

---

[1] اقتباس از تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ص ۵۱۴ تا ۵۱۶

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

از تاثیر محبت و مودت بیش حکایت می کردند. بیشتر خلق اوچه و اکثر خلایق دہلی را ہر حاجتے و غرضے کہ بودی خدمت سید باز نمودے۔ سید می فرمودند بر خادمان خویش تا حاجت حاجتمنداں کتابت کنند۔ خادمان خدمت سید حاجات ہر یکی کتابت می کردند۔ چوں حضرت شاہی با مکنت پادشاہی برای دیدن خدمت سید آمدی دراں محل خدمت سید بر خادماں فرمودی کہ آں کاغذ حاجت منداں و قرطاس مستمنداں پیش بندگیٔ حضرت شاہ جہاں بگزرانند۔ چوں حضرت شاہ فیروز آں کاغذ حاجت منداں و مستمنداں خواندی حاجت ہر یکی بر حسب مطلوب او بر آوردی۔ چوں چندگاہ خدمت سید در شہر ماندی دباز طرف اوچہ رواں شدی حضرت شاہ با آں جاہ یک منزل رسانیدی۔ المقصود بحکمت حضرت ودود جل جلالہ و عم نوالہ چند سال متواتر میاں خدمت سید جلال الدین طاب ثراہ و سلطان فیروز شاہ طالب دین ہم بریں طریق گذشتہ چوں نوبت آخریں خدمت سید جلال الدین مخصوص برائی ملاقات سلطان فیروز شاہ در شہر آمدند دریں نوبت خدمت سید از حسب عادت چندگاہ زائد در شہر ماندند۔ باز طرف اوچہ رواں شدند۔ چوں خدمت مخدوم سید جلال طالب رضائی حضرت الہ جل جلالہ و عم نوالہ سلطان فیروز شاہ را میان خویش از اسرار آثار محبت بیش رداع کردند دریں محل خدمت سید بر سلطان فیروز شاہ گفت و گوہر اسرار کرامت سفت کہ گمان دعا گو بریں ست۔ کہ میاں دعا گو و حضرت شاہ وداع خدمت ست۔ بعدہ خدمت سید سلطان را گفت دعا گو را عمر بآخریں رسیدہ۔ و شمارا نیز سنہ، کبیر شدہ ایں زماں شمارا در سوار یہا بر آئین جہانداری از شہر دہلی دورتر رفتن مصلحت نیست خدمت سید ایں نصیحت گفت۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ضمیمہ نمبر ۴

برصغیر میں "قدم شریف" کی زیارتیں

ذیل میں ہم برصغیر کے مختلف مقامات کے "قدم شریف" کی زیارتوں کا ذکر کرتے ہیں. جو ہمارے علم میں آئیں یہ زیارتیں تعداد میں چالیس سے متجاوز ہیں۔

۱۔ خاص دہلی ہی میں جامع مسجد کے جو تبرکات ہیں ان میں بھی "قدم رسول" موجود ہے ایک پتھر پر ایک بالشت ٦ انگشت لمبا نشان ہے۔

۲۔ لاہور میں کوئی بزرگ حاجی جمیل مکہ معظمہ کی طرف سے یا ایران سے قدم شریف لائے تھے اور حاجی جمیعت نے ان قدموں کے لئے ایک گنبد بھی بنوایا تھا اب یہ قدم شریف مادھولال حسین کے مزار کے سرہانے ایک گنبد میں نصب ہیں، یہاں دونوں قدموں کے پنجوں کے نقش ہیں[1]

۳۔ ملتان میں شاہ محمد مقبول عالمؒ کے مزار پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین شریفین نصب ہیں. شاہ محمد مقبول عالم کا انتقال ۱۲ رجب ۱۰۴۵ھ کو ہوا اور ان کا روضہ سیف خان نے تعمیر کرایا ہے[2]

۴۔ جناب ریاض الدین ولد تنویر الدین احمد ساکن قدیم شہر بنارس (یو، پی انڈیا) محلہ کترا پورہ کے پاس ایک قدم شریف ہے ریاض الدین صاحب بنارس سے ترک سکونت کرکے کراچی آگئے ہیں اور قدم شریف اپنے ساتھ لے آئے ہیں ماہ ربیع الاول میں زیارت کراتے ہیں نیو کراچی ۱۷/۵ ۱۷۵/ ۵/۷ (کراچی) میں رہتے ہیں۔

---

[1] ملاحظہ ہو تحقیقات چشتی از نور احمد چشتی (حمیدیہ اسٹیم پریس لاہور ۱۳۲۴ھ) ص ۲۹۵، ۲۹۸ و حدیقۃ الاولیاء از مفتی غلام سرور لاہوری (مطبع نامی نول کشور پریس کانپور) ص ۱۶۱ تا ۱۶۲

[2] تذکرہ شاہ رکن عالم ص ۵۷۵

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۵ ۔ لاہور میں شاہی مسجد کے تبرکات میں بھی قدم شریف ہے اس میں پورے پاؤں کا نقش ہے[۱]

۶ ۔ آگرہ میں شاہ گنج اور سکندرہ کی پختہ سڑک پر قدم رسول کی درگاہ ہے جسے ۱۰۳۷ھ/۱۶۲۷ء میں شاہجہاں کے میر توزک خدمت پرست خاں نے تعمیر کرایا تھا۔ اس درگاہ کے نیچے حجرے، مغربی ضلع میں مسجد اور باقی اضلاع میں دوہرے دالان ہیں درمیانی صحن مربع ہے اس میں ایک حوض اور درمیان میں قدم شریف کا ایک خوشنما مجر بنا ہوا ہے۔ مجر کے وسط میں چبوترہ ہے، درمیان میں ایک پتھر پر قدم شریف ہے اس درگاہ سے متعلق کچھ وقف بھی ہے[۲]

۷ ۔ آگرہ میں محلہ چڑی مار ٹولے میں یوسف شاہ کی مسجد ہے یوسف شاہ کے مزار پر بھی ایک خوش نما محراب کے اندر قدم شریف نصب ہے، محراب کے اطراف میں بخط نستعلیق یہ شعر کندہ ہے۔ ؎

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود
سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد شد[۳]

۸ ۔ جے پور میں قدم شریف کی درگاہ ہے، ربیع الاول میں بارہ تاریخ کو بڑا ازدحام ہوتا ہے آج کل سلیم الدین صاحب مہتمم ہیں۔

۹ ۔ خیر آباد (ضلع سیتاپور) میں نصیر الدین حیدر کے زمانہ میں مسمی مکا درزی نے چالاکی سے بڑا عروج حاصل کر لیا تھا۔ لکھنؤ میں بڑی عالیشان عمارتیں بنوائیں، خیر آباد میں پختہ حویلی دیوان خانہ، امام باڑہ اور مسجد بنوائی اس کے ساتھ قدم رسول کی زیارت گاہ بھی بنوائی[۴]

۱۰ ۔ رام پور (یو۔پی) میں نواب کلب علی خاں (ف ۱۸۸۷ء) کے زمانہ میں قدم شریف کی ایک خوشنما عمارت تعمیر ہوئی حکیم نجم الغنی رام پوری لکھتے ہیں[۵]

---

[۱] مکتوب حکیم محمد موسیٰ امرتسری بنام راقم مورخہ ۱۳ رمئی ۱۹۶۳ء [۲] مرقع اکبر آباد از مولوی سعید احمد مارہروی ص ۱۱۸، ۱۶۷ (آگرہ ۱۹۳۱ء) [۳] مرقع اکبر آباد از مولوی سعید احمد مارہروی (آگرہ ۱۹۳۱ء) ص ۱۱۸، ۱۶۷ [۴] تاریخ اودھ جلد چہارم از حکیم نجم الغنی (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۸ء) ص ۳۳۳ [۵] اخبار الصنادید جلد دوم از حکیم نجم الغنی خاں (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۸ء) ص ۲۱۱

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

"جب ایک نشانِ قدم، پتھر پر آنحضرت کے قدم شریف کے نام سے ان (نواب کلب علی خاں) کو ملا تو اس کو نہایت عقیدت کے ساتھ بے نظیر کے متصل ایک مذہبی زیارت کے طور پر قائم کیا اور اس کی خوشنما عمارت تیار ہوکر ۱۶ محرم ۱۲۸۹ھ مطابق ۲۶ مارچ ۱۸۷۲ء کو منگل کے دن اس کی رسم افتتاح ادا کی گئی، محدثین کو اس بات میں اختلاف ہے کہ آنحضرت سے کوئی ایسا معجزہ ظہور میں آیا ہے یا نہیں سیرت شامی میں معجزہ قدم کا انکار ہی کیا ہے، ایک بار وہ قدم نواب صاحب کے عہد میں چوری بھی گیا تھا جو بہت سی کوشش کے بعد دستیاب ہوا۔ جب سے نواب صاحب نے انتقال کیا ہے قدم شریف کا بھی چرچا گھٹ گیا"

باغ بے نظیر کے پاس یہ عمارت تعمیر ہوئی ہے اس پر "یثرب ہندوستان" تحریر ہے یہ قدم شریف صرف ایک بالشت لمبا ہے۔ ۱۲۸۸ھ

۱۱۔ رام پور میں شاہ بغدادی عبداللہ[1] (ف ۱۲۰۷ھ / ۱۷۹۲ء) کے مزار پر بھی ایک قدم رسول نصب ہے اس کی لمبائی ایک بالشت ، انگشت ہے۔

۱۲۔ رام پور میں ایک قدم شریف شاہ درگاہی[2] (ف ۱۲۲۶ھ / ۱۸۱۱ء) کی درگاہ میں بھی ان کے سرہانے والے حجرے کے ایک طاقچے میں نصب ہے یہ قدم شریف دو بالشت لمبا ہے۔

۱۳۔ کٹک (صوبہ اڑیسہ) میں بھی ایک زیارت گاہ قدم رسول کے نام سے ہے جو عالمگیر ثانی کے عہد میں ۱۱۶۹ھ / ۱۷۵۶ء میں تعمیر ہوئی تھی اس کے دروازہ پر یہ تاریخ[3] درج ہے۔

بارگاہ خدیو دوجہانی
پناہ عالم انسی وجانی
مرتب گشت نوبت خانۂ دیں
بعہد شاہ عالمگیر ثانی

---

[1] شاہ بغدادی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرہ کاملان رام پور از احمد علی خاں (دہلی ۱۹۲۹ء) ص ۸۲-۸۴

[2] شاہ درگاہی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرہ کاملان رام پور ص ۱۲۴ تا ۱۲۷

[3] مفتاح التواریخ انطامس دلیم بیل (نول کشور پریس کان پور ۱۸۶۷ء) ص ۳۳۶

چوں فرزند مصالح دین محمد
کہ دیدار علی نامش بدانی
بدرگاہِ نبی ایں قصر آراست
خدا حاصل کند مقصود جانی
سوال سال تاریخش چو کردم
سروش غیب گفت از مہربانی
چو طل کفر را سر تکنی از وے
ز نوبت خانہ دیں سال خوانی

۱۴۔ قصبہ آنولہ (ضلع بریلی) کے ایک شخص حافظ امیر الدین عہد جوانی میں روپوش ہوگئے تھے غالباً ۱۹۴۲ء میں بڑھاپے میں صوفی و عامل بن کر واپس ہوئے وہ اپنے ساتھ ایک قدم شریف لائے تھے جمعرات کو زیارت قدم شریف ہوتی تھی، نذر اور چڑھاوے شروع ہو گئے تھے دو تین سال ہی میں ان کا انتقال ہو گیا معلوم نہیں پھر اس پتھر کا کیا ہوا۔

۱۵۔ دیوبند (ضلع سہارنپور) میں پیرجی زاہد حسن ولد شیخ ریاض احمد کے یہاں ایک قدم شریف ہے جو ان کو نمبردار عبد الشکور ٹانک ساکن موضع رسول پور سے ملا ہے اس کی لمبائی ایک بالشت ۶½ انگشت ہے ہر انگلی علیحدہ علیحدہ کھلی ہوئی معلوم ہوتی ہے انگوٹھے کے قریب والی انگلی انگوٹھے سے بڑی ہے دوسری جگہ یہ بات نہیں ہے دیوبند کا یہ قدم شریف بھی زیارت گاہ بنا ہوا ہے۔

۱۶۔ بدایوں (محلہ سوتہ) میں حکیم مجاہد الدین[1] ذاکر نے ۱۲۹۳ھ میں "نبی خانہ" کے نام سے ایک عمارت بنوائی اور ۱۲۹۷ھ میں انہوں نے اس کے لئے کچھ اراضی بھی وقف کی یہاں یکم تا بارہ ربیع الاول کو میلاد شریف کی مجالس نہایت اہتمام سے منعقد ہوتی تھیں۔ ۱۳۰۱ھ میں ایک

---

[1] حکیم مجاہد الدین ذاکر ابن شیخ بارز الدین پیدائش ۱۷ ذی الحجہ ۱۲۵۱ھ انتقال ۲۹ صفر ۱۳۳۴ھ مطابق ۶ جنوری ۱۹۱۶ء۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

شخص وزیر علی ساکن کڑہ متصل لاہور نے حکیم صاحب کو قدم شریف لاکر دیا جس کی تاریخ حکیم صاحب نے یوں کہی ہے۔

شکر خدائے پاک ادا کس سے ہو سکے — قسمت کا کیا قوی ہے یہ مور ضعیف بھی
آثار پاک سرور عالم مجھے ملے — یعنی کہ سرفراز ہوا یہ نحیف بھی
ذاکر تو کہہ دے مجھ کو ملا سال حال میں — نقش قدم بھی جبہ بھی موئے شریف بھی
۱۳۰۱ھ

افسوس کہ تقسیم ملک کے بعد اب عمارت بالکل نیست و نابود ہوگئی اور نبی خانہ ایک مسطح چٹیل میدان بن گیا ۱۹۷۰ء میں راقم الحروف محمد ایوب قادری بدایوں گیا تھا تو بانی نبی خانہ کی قبر پر فاتحہ پڑھی اور بس[۱]۔

بدایوں میں ایک اور قدم شریف "درگاہ قادریہ" میں تھا جس کو مولانا عبدالحامد بدایونی کراچی لے آئے۔

۱۷۔ بریلی (روہیل کھنڈ) میں محلہ چھوٹا دروازہ (جھنڈا بڑے پیر صاحب) میں کسی بزرگ میرن میاں کا مزار ہے اس پر ایک قدم شریف نصب ہے اور عقیدت منداس کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔

۱۸۔ بریلی (روہیل کھنڈ) کی جامع مسجد کے شمالی حجروں میں حافظ الملک حافظ رحمت خاں کے خاندان کے بعض حضرات کی قبریں ہیں۔ ان میں سے دو قبروں پر قدم شریف نصب ہیں۔

۱۹۔ قصبہ اوجھیانی (ضلع بدایوں) شہر بدایوں سے جانب جنوب سات میل کے فاصلے پر ایک خوبصورت تجارتی قصبہ ہے روہیلوں کے عہد میں نواب عبداللہ خان (ف ۱۱۸۰ھ) کے قیام کی وجہ سے اس قصبے کو خوب ترقی ہوئی نواب نے قلعہ بنوایا، نواب عبداللہ خاں تصوف اور عجائبات سے دلچسپی رکھتے تھے ان کے زمانے میں اوجھیانی میں قدم رسول کی ایک عمارت تعمیر ہوئی جس کے مہتمم محمد کامل تھے۔ نواب نے قدم رسولؐ کے لئے کچھ اراضی بھی وقف کی تھی۔ آج قصبہ اوجھیانی میں قدم رسولؐ اور اس کی عمارت کا کوئی پتہ نہیں اس عہد کے بعض

---

[۱] تذکرہ طیب از طفیل احمد بدایونی (نظامی پریس بدایوں ۱۳۲۶ھ) ص ۲۶

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کاغذات میں محمد کامل مہتمم قدم رسولؐ کی مہر ہماری نظر سے گزری۔ قصبہ کے بعض مسن حضرات نے خیال ظاہر کیا کہ یہ عمارت محلہ بہادر گنج میں کسی جگہ تھی۔

۲۰۔ مارہرہ (ضلع۔ یوپی) مسلمانوں کی مشہور بستی ہے قادری سلسلے کے مشائخ کا ایک قدیم خانوادہ سکونت پذیر ہے اس خانوادے میں بہت سے تبرکات موجود و محفوظ ہیں ان میں ایک قدیم شریف بھی ہے ہر سال عرس کے موقع پر اس کی زیارت کرائی جاتی ہے بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص مسمی حاجی جعفر بن حاجی جمال الدین حضرت شاہ حمزہؒ (ف ۱۴ محرم ۱۱۹۸ھ) کے زمانے میں یہ قدم شریف لائے تھے۔[1]

۲۱۔ مراد آباد میں قاضی شوکت حسین مرحوم کے "شوکت باغ" کے ایک کمرے میں ایک پتھر پر "قدم شریف" کا نشان تھا۔ مولوی محمد اظہر نعیمی ابن مولانا محمد عمر نعیمی مراد آبادی (ف ۱۹۶۶ء) کا بیان ہے کہ ربیع الاول میں جلسہ عید میلاد النبی کے موقع پر وہ قدم شریف مدرسہ نعیمیہ میں زیارت کے لئے لایا جاتا تھا۔

۲۲۔ لکھنؤ میں ۱۱۶۸ھ میں الو تاش خاں نے قدم رسول کی زیارت گاہ بنوائی اور مجاورت کے لئے اپنے بیٹوں میر اشرف اور میر شرف کو چھوڑا اور خود دہلی چلے گئے اور وہیں رحلت کی ان کی قبر حضرت نظام الدین اولیاء کے پچھواڑے چونسٹھ کھمبے میں ہے نوبتہ (لکھنؤ) کا پل اس زیارت کے بعد تعمیر ہوا اس کا مادہ تاریخ یہ ہے۔

"پل نوبتہ بزیر قدم پاک رسول"

ایک زمانے میں یہاں زیارت کرنے والوں کا بڑا ہجوم رہتا تھا۔[2]

۲۳۔ لکھنؤ میں قدم رسول کی ایک اور زیارت گاہ تھی جو کشمیری محلے میں (درگاہ عباس سے پہلے) ایک غیر نمایاں چھوٹی سی مسجد میں تھی ۱۸۵۷ء - ۵۸ کے ہنگامے میں قدم رسول کا پتھر یہاں سے تلف ہو گیا مولوی آغا مہدی صاحب کا خیال ہے کہ یہ زیارت گاہ عہد آصفی کی تھی۔[3]

---

[1] برکات مارہرہ از طفیل احمد بدایونی۱۔ مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ ص ۱۳۷ - ۱۳۹

[2] تیرھویں صدی کا لکھنؤ از مولوی آغا مہدی لکھنوی (قلمی، مملوکہ آغا مہدی صاحب) جلد اول ص ۲۳۸ -

۳۳۹ [3] ایضاً ص ۲۰۳

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۲۴۔ مولوی آغا مہدی لکھنوی صاحب ایک تیسری زیارت کی بھی نشاندہی کرتے ہیں[1]۔

"(قدم رسول) سکندر باغ کی ایک پرانی یادگار ہے جو عہدِ غازی الدین حیدر میں بنائی گئی تھی اور اس کی بنیاد کا سبب یہ تھا کہ ایک عرب سنگ پارہ لایا کہ جس پر قدم مبارک حضرت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نشان تھا۔ بڑی قدر و منزلت سے اس کا ہدیہ قبول ہوا اور ایک بلندی پر خوش نما عمارت بنوا کر شاہ نے زیارت گاہ عام قرار دی۔"

۲۵۔ مولانا عبد الحلیم شرر لکھنوی، غازی الدین حیدر کے عہد کی ایک اور زیارت گاہ قدم رسول کا ذکر کرتے ہیں جو ولایتی باغ کے قریب تھی وہ لکھتے ہیں[2]

"غازی الدین حیدر نے ایک یورپین بی بی کے لیئے ولایتی محل بنوایا۔ اس کا نام ولایتی باغ قرار دیا۔ وہاں قریب ہی قدم رسول کی عمارت تیار کرائی۔

۲۶۔ قصبہ مبارک پور (ضلع اعظم گڑھ یو۔پی) مشہور تجارتی و علمی قصبہ ہے نواب آصف الدولہ کے زمانے میں یہاں رمضان علی شاہ نے امام باڑہ قائم کیا اور شیعیت کی تبلیغ کی انہوں نے ایک پنجہ نانی روضہ بنوایا اور اسی زمانے میں بازار میں قدم رسول کے نام سے ایک عظیم الشان عمارت بنی[3]۔

جونپور میں قدم شریف کی چار زیارتیں ہیں ان کی تفصیل مؤلف تاریخ شیراز ہند جونپور کے قلم سے سنئے[4]۔

۲۷۔ خواجہ صدر جہاں اجمل اور حضرت سون برس کے مقبرے کے درمیان میں جو کہ بہت ہی خراب حالت میں ہے اور بڑی گندگی ہے۔

---

[1] تیرھویں صدی کا لکھنؤ (قلمی) جلد دوم ص ۹۱، [2] گزشتہ لکھنؤ، از عبد الحلیم شرر (کراچی ۱۹۵۸ء) ص ۱۱۲ [3] تذکرہ علمائے مبارک پور از قاضی اطہر مبارک پوری (دائرہ ملیہ، مبارک پور ۱۹۷۴ء) ص ۳۵ [4] تاریخ شیراز ہند جونپور ص ۳۹۵ – ۳۹۶۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۲۸۔ اسی محلہ سپاہ میں شاہ فیروز کے مقبرے کے قریب دکھن طرف ہے یہ نشان قدم مبارک، بہرام خاں بلوچ عہد سلطنت ابراہیم شاہ شرقی مدینہ سے لائے تھے یہ بھی بہت ہی ناگفتہ بہ حالت میں ہے۔

۲۹۔ پٹنہ کے محمد ہاشم کے آباد کردہ محلہ باغ ہاشم کے اندرونی احاطہ میں ہے یہ نشان مکہ شریف سے آیا تھا اور انہوں نے اکبر اعظم کے دورِ حکومت میں اپنے بیٹے کی قبر پر رکھا تھا۔ آج بھی یہ نشان بخوبی دیکھا جا سکتا ہے اور مقبرہ اچھی حالت میں ہے

۳۰۔ خواجہ میر کے بیٹے سید علی نشانِ قدم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کے دست مبارک کا نشان جہانگیر بادشاہ کے عہد میں عرب سے ۱۰۲۱ھ مطابق ۱۶۱۲ء میں لائے تھے انہوں نے اس کو نصب کرنے کے لئے ایک مضبوط احاطہ بلند دروازہ کے ساتھ بنوایا مگر وہ عمارت کی تکمیل سے پہلے ہی انتقال کر گئے۔ اس عمارت کی تکمیل ۱۱۸۰ھ میں ہوئی تھی۔

۳۱۔ جونپور سے متصل موضع حمزہ پور میں بھی ایک قدم شریف ہے کہا جاتا ہے کہ شاہ مرتضیٰ رئیس پکڑتلہ رئیس جونپور، مکہ معظمہ اور کربلا گئے تھے تو واپسی کے وقت ایک پتھر جس پر نشان قدم مبارک حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور نشان دست اقدس حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بنا ہوا تھا لائے۔ پہلے جونپور میں رکھا پھر اپنی زمینداری حمزہ پور میں لے گئے۔ ایک چبوترہ پختہ تعمیر کرا کے اس پر نصب کر دیا اور چاروں طرف پختہ چہار دیواری بنوا دی[1]

۳۲۔ بنارس میں "مسجد قدم رسول" محمد شریف حاکم بنارس نے ۱۰۷۷ھ/۱۶۶۶ء میں تعمیر کرائی۔ جو تیلیا نالہ میں موجود ہے مسجد میں اسی عہد کا ایک کتبہ بھی لگا ہے۔ مندرجہ ذیل شعر سے مسجد کی تاریخ تعمیر کا سال برآمد ہوتا ہے۔

دلم چو خواہش تاریخ کرد، کمینی گفت
زہے بنائے مبارک مکان جود خدا

اس مسجد کے ایک حجرے میں قدمِ رسول کا نشان بھی ہے۔ حجرے کے دروازے پر

---

[1] تاریخ شیراز ہند جونپور ص ۳۹۹، ۴۰۰

اس دور کا یہ شعر بطور کتبہ درج ہے۔

دریاب جہاں قدر دولت اینجاست
نقشِ قدم ختم نبوت اینجاست

مولانا عبدالسلام نعمانی مؤلف آثار بنارس لکھتے ہیں[۱]

"مسجد کے ایک حجرے میں قدم رسول کا نشان بتایا جاتا ہے صحیح علم خدا ہی کو ہے ایک پتھر پر نشان موجود ہے"

۳۳۔ "پٹنہ سٹی کے جنوب مشرق میں تقریباً تین میل کے فاصلے پر ایک چھوٹی سی بستی "قدم رسول" نام کی آباد ہے یہ دو سو سال سے زائد قدیم ہو گی مگر مسلمانوں کی آبادی چار یا پانچ گھروں پر مشتمل تھی مسلمانوں نے اپنے مالک حقیقی کو یاد کرنے کے ایک مسجد بھی تعمیر کر رکھی تھی۔ اس مسجد میں حجرہ بھی ہے جس میں ایک اونچا سا چبوترہ بھی ہے اس چبوترے پر ایک فٹ لمبا اور نصف فٹ چوڑا قدم کا نشان نمایاں ہے۔ اس کو "قدم رسول" کہتے ہیں۔ غالباً اسی مناسبت سے اس بستی کا نام "قدم رسول" رکھا گیا ہو گا"[۲]

۳۴۔ ڈھاکہ میں بھی قدم رسول کی درگاہ ہے "تواریخ ڈھاکہ" کے مؤلف منشی رحمان علی طیش لکھتے ہیں[۳]

"نرائن گنج کے محاذی لکھیا ندی کے پورب جانب قدم رسول کی درگاہ واقع ہے۔ ایک مشہور درگاہ ہے جس میں ایک نقشِ قدم جناب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رکھا ہوا ہے پہلے اس درگاہ کے مکان کو دلوان منور خاں نے بنایا ہے۔ دلوان منور خاں شاہجہاں بادشاہ کے اخیر عہد سلطنت اور اورنگ زیب بادشاہ کی اوائل سلطنت کے زمانے میں تھا"

---

[۱] دیکھئے آثار بنارس از مولانا عبدالسلام نعمانی (مکتبہ ندوۃ المعارف بنارس ۱۹۶۳ء) ص ۱۰۶

[۲] مکتوب محمد ظفیر الحسن بنام راقم مورخہ ۷ار دسمبر ۱۹۷۴ء [۳] تواریخ ڈھاکہ منشی رحمان علی طیش (مطبع اسٹار آف انڈیا، آرہ ۱۹۱۰ء) ص ۲۹۴

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اس درگاہ کی روشنی وغیرہ کے واسطے سلطان شجاع نے اسی بیگہ زمین جاگیر میں دی تھی جب یہ عمارت شکستہ ہوگئی تو ۱۱۹۱ھ میں ڈھاکہ کے باشندے شیخ غلام نبی نے از سر نو مرمت کرائی اور اس عمارت کو وسعت دی۔ کتبہ کی نقل یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

چوں غلام نبی از صدق یقین ۞ ساخت نذر نبی ایں کاشانہ

سالِ تاریخ دے از پردۂ غیب ۞ ہاتفم گفت "سعادت خانہ"

درگاہ سے متعلق دو منزلہ نوبت خانہ اور ڈیوڑھی ۱۲۲۷ھ مطابق ۱۸۱۲ء میں شیخ غلام نبی کے تیسرے لڑکے شیخ غلام محمد نے تعمیر کرائی اس کے کتبے کی نقل درج ذیل ہے[1]

غلام نبی را سیوم نور چشم ۞ کہ ہست او غلام محمد بجاں

درِ درگہ، نقش پائے رسول ۞ ز فضل خدا ساخت آں نوجواں

الٰہی تو او را بحق نبی ۞ بعز و بشاں دار در دو جہاں

چو تاریخ تعمیر جستم خرد ۞ بگفتا "غلام محمد بداں" ۱۲۲۷ھ

بعد کو اس درگاہ کی مرمت نوابانِ ڈھاکہ کرانے لگے اور ہر سال ۱۲ ربیع الاول کو مولود شریف کی مجلس اور لنگر کا اہتمام ہونے لگا۔

۳۵۔ اوچ (درگاہ گیلانی) میں بھی ایک قدم رسول ہے۔

کراچی میں پانچ قدم شریف ہمارے علم میں ہیں جن میں سے تین ہم نے خود دیکھے ہیں۔

۳۶۔ محمد اکرم لکھنوی، ڈپٹی پوسٹ ماسٹر جنرل (جنرل پوسٹ آفس کراچی) کے یہاں ایک قدم شریف ہے۔

۳۷۔ اقبال احمد اشرفی دہلوی (مقیم لیاقت آباد) کے یہاں قدم شریف ہے۔ حضرت جہانگیر

---

[1] تواریخ ڈھاکہ ص ۲۹۹۔ ۵۲ نقل مطابق اصل مگر "غلام محمد بداں" سے ۱۲۲۰ھ برآمد ہوتے ہیں (محمد ایوب قادری)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اشرف سمنانیؒ کے عرس کے موقع پر اس کی زیارت کرائی جاتی ہے ایک مرتبہ ہم نے عرس کے موقع پر اس قدم شریف کو دیکھا تھا۔

۳۸۔ سلطان الدین سلطان دہلوی (۵۶۰۔ پیر الٰہی بخش کالونی) کے یہاں ایک قدم شریف ہے۔ ان کے خاندان کے ایک بزرگ جے پور کے قریب ایک گاؤں میں بسلسلۂ پیری مریدی مقیم تھے ان کے پاس سے یہ قدم شریف سلطان صاحب کو ملا ہے۔

۳۹۔ بدایوں کی درگاہ قادریہ میں جو قدم شریف تھا وہ مولانا عبد الحامد قادری بدایونی (ف ۲۰ جولائی ۱۹۷۰ء) کراچی لے آئے تھے جو اب ان کے بیٹوں کی تحویل میں ہے۔ جولائی ۱۹۷۳ء میں مولانا بدایونی کی سالانہ فاتحہ کے موقع پر ہم نے اس قدم شریف کو دیکھا تھا۔

۴۰۔ ۱۹۶۴ء میں ربیع الاول کے مہینے میں کھوکرا پار (ملیر) میں ہم نے ایک شخص محمد ابراہیم (ساکن قدیم، ریاست مانگرول) کے یہاں ایک قدیم شریف دیکھا تھا۔ ابراہیم یہ قدم شریف مانگرول سے لایا تھا۔

۴۱۔ مولانا سید شریف احمد شرافت نوشاہی سجادہ نشین درگاہ عالیہ شیخ الاسلام شاہ حاجی محمد نوشہ گنج بخش (ساہن پال شریف، تحصیل پھالیہ ضلع گجرات) کے یہاں قدم شریف ہے جو ان کے ایک بزرگ شاہ حافظ الٰہی بخش منظہر حق نوشاہی (المتوفی ۱۲۵۳ھ) کو ملا تھا۔ عیدین پر لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔

۴۲۔ حضرت شیخ عبد الرحمٰن پاک قادری نوشاہی[1] (المتوفی ۱۱۱۵ھ) کے روضے میں قبر سے مغرب کی طرف روضے کی مغربی محراب کے اندر قدم شریف نصب ہے یہ روضہ ۱۱۳۷ھ میں تعمیر ہوا ہے اور بمقام "بھڑی شاہ رحمان" (ضلع گوجرانوالہ) میں ہے لوگ قدم کی زیارت کرتے ہیں۔

---

[1] حالات کے لئے ملاحظہ ہو "شاہ عبد الرحمٰن پاک" از سید شرافت نوشاہی (مریدکے۔ ۱۹۷۱ء)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۲۴۔ ملتان میں درگاہ شاہ یوسف گردیزی کے احاطے میں ایک چوکھنڈی ہے اس میں حضرت علیؓ سے منسوب قدم شریف ایک پتھر پر کندہ ہے۔ عقیدت منداس پر تیل اور پیسے ڈالتے ہیں۔[1]

شاہ آباد (ضلع ہردوئی)۔ نواب کمال الدین رئیس شاہ آباد (ف ۲۵-۱۲۲۴ھ) کی قبر پر بجائے تعویذ کے قدم رسولؐ نصب ہے اور یہ مقبرہ ہی قدم رسول کہلاتا ہے۔[2]

آنولہ، دیوبند، رام پور، دہلی، لاہور، بدایوں اور کراچی کے قدم شریف ہم نے خود دیکھے ہیں لمبائی، چوڑائی، انگلیوں کی ساخت نقش کی گہرائی، پتھروں کے اقسام کے اعتبار سے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں اور زبان حال سے اپنے جبلی و وضعی ہونے کا اعلان کر رہے ہیں۔[3] افسوس کہ امت مسلمہ جو دنیا میں توحید کی سب سے بڑی مبلغ اور علم بردار تھی آج قدم کے نقوش و آثار کی پرستش میں مبتلا ہے۔

قدم رسول کی مزید تلاش کی جائے تو ہند پاکستان کے اکثر مقامات پر اور قدم شریف ملیں گے جن کی کوئی اصل نہیں ہے۔ بات یہیں ختم نہیں ہوجاتی بلکہ حضرت علیؓ کے قدم شریف بھی زیارت گاہ بنے ہوئے ہیں۔ ایسی ہی ایک زیارت دہلی میں ہے جو "شاہ مرداں" کہلاتی ہے، کربلا کے احاطے سے آگے ایک بہت بڑا فصیل نما احاطہ ہے جو شاہ مرداں یا علی گنج کے نام سے مشہور ہے، ادھم بائی زوجہ محمد شاہ بادشاہ جن کو احمد شاہ کے عہد سلطنت میں اول نواب بائی اور پھر نواب قدسیہ صاحب الزمانی کا خطاب ملا، شیعہ مذہب تھیں۔ ۱۱۳۷ھ/۱۷۲۴ء میں ان کے پاس ایک پتھر آیا جس پر حضرت علیؓ کے قدم مبارک کا نقش بیان کیا گیا۔ نواب قدسیہ بیگم نے اس نقشِ قدم کو سنگ مرمر کے ایک حوض میں نصب کرایا۔ ۱۱۶۲ھ/۱۷۴۸ء میں جاوید خاں خواجہ سرا کے اہتمام سے چار دیواری مجلس خانہ مسجد اور حوض تعمیر ہوئے پھر ۱۲۲۳ھ/۱۸۰۸ء میں عشرت علی خاں نے مجلس خانہ بنوایا، مجلس خانہ کی

---

[1] مکتوب محمد عالم مختار حق (لاہور) بنام راقم مورخہ ۱۹ر فروری ۱۹۶۴ء
[2] دیکھئے نامہ مظفری ص ۲۹۴ - ۲۹۵

[3] آپ کا جوتا ایک بالشت دو انگل تھا تلوے کے پاس سے سات انگل چوڑا تھا۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

پیشانی پر سنگ مرمر کی تختی پر یہ کتبہ نصب ہے،

قال محمد حبیب اللہ "انا مدینۃ العلم وعلی بابہا"۔ در عہد مبارک احمد شاہ بہادر بادشاہ غازی بموجب ارشاد نواب قدسیہ حضرت صاحبہ زمانیہ باہتمام نواب بہادر جاوید خاں صاحب بسر براہے خاکسار لطف علی خاں بتعمیر قلعہ و مجلس خانہ و مسجد و حوض در یک سال مرتب شد"[1]

دہلی میں اس سے قبل بھی قدم شریف حضرت علیؓ کی درگاہ تھی جس کی تعمیر عہد جہانگیری کے ایک شیعہ امیر موسوی خاں نے کرائی تھی[2] عہد جہانگیری کا مشہور سپہ سالار مہابت خاں (ف ۱۰۴۴ھ/۱۶۳۴ء) قدم گاہِ علیؓ میں دفن ہوا[3] ممکن ہے کہ اسی عمارت کو ادھم بائی نے از سر نو ترقی دی ہو۔

حضرت علیؓ سے منسوب ایک قدم شریف اوچ میں بھی ہے جو ایک بہت بھاری پتھر میں تقریباً دو فٹ لمبا چھ فٹ چوڑا اور افٹ گہرا گڑھا ہے اس پتھر کے متعلق بھی مشہور ہے کہ اس کو حضرت مخدوم لائے تھے[4] حضرت مخدوم کے مقبرے کے پاس کوٹھری میں یہ پتھر رکھا ہوا ہے اس کوٹھری کے دروازے پر تحریر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۲۳۰ھ

تاریخ عمدہ از سر نو

دریں روضۂ پاک شیر جلی	مبارک قدم است مولا علی
مرمت شدہ در زمان شاہ دیں	شہ نو بہار گرامی ولی
ببیں فیض در روضۂ عنبر سرشت	کہ شغل است ذکر علی و نبی

حضرت علیؓ سے منسوب قدم شریف، حیدرآباد (سندھ) میں بھی ہیں۔ اس میں دونوں قدموں دونوں گھٹنوں اور دونوں پنجوں کے بھی نشان ہیں پیروں اور ہاتھوں کی انگلیاں الگ الگ کھلی ہوئی ہیں یہ پتھر وہی معلوم ہوتا ہے جو روہڑی میں پایا جاتا ہے، کہتے ہیں کہ میروں کے عہد میں یہ زیارت قائم ہوئی۔

---

[1] واقعات دار الحکومت دہلی حصہ سوم ص ۶۰-۶۱ [2] ذخیرۃ الخوانین از شیخ فرید بھکری ص ۱۴۱ (قلمی) پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی لائبریری کراچی [3] ماثر الامراء (اردو) ۳/۲۴۵ [4] تاریخ اوچ ص ۱۴۶

کتابیات

۱۔ آبِ کوثر :۔ شیخ محمد اکرام لاہور ۱۹۵۲ء

۲۔ آثار بدایوں :۔ حافظ فضل اکرم (وکٹوریہ پریس بدایوں ۱۹۱۵ء)

۳۔ آثار بنارس :۔ عبد السلام نعمانی (بنارس ۱۹۶۳ء)

۴۔ آثار الصنادید :۔ سرسید احمد خاں (لکھنؤ ۱۸۹۵ء)

۵۔ اخبار الاخیار :۔ شیخ عبد الحق دہلوی (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۲ھ)

۶۔ اخبار الصنادید :۔ (جلد دوم) حکیم نجم الغنی (لکھنؤ ۱۹۱۸ء)

۷۔ اردو نثر کا آغاز و ارتقاء :۔ ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ (مجلس تحقیقات اردو، حیدر آباد دکن)

۸۔ ارمغان ہندوستان :۔ محبوب حسن (ادارہ برہانیہ حیدر آباد دکن ۱۳۱۱ھ)

۹۔ اسلامی دنیا دسویں صدی عیسوی میں :۔ اردو ترجمہ احسن التقاسیم
خورشید احمد فارق (ندوۃ المصنفین، دہلی ۱۹۶۲ء)

۱۰۔ اشارات فریدی (ملفوظات خواجہ غلام فرید) حاجی محمد رکن الدین۔ بہادل پریس لاہور)

۱۱۔ اصل السادات بخاری (قلمی) مملوکہ خلیفہ اللہ داد خان، اوچ)

۱۲۔ اکبر نامہ از ابو الفضل (نولکشور پریس۔ لکھنؤ ۱۸۸۱ء)

۱۳۔ الامام العارف شیخ شہاب الدین سہروردی :۔ حکیم شمس اللہ قادری
(حیدر آباد دکن)

۱۴۔ الفرع النامی عن الاصل السامی :۔ نواب صدیق حسن (مطبع صدیقی بھوپال
۱۳۰۱ھ)

۱۵۔ الفہرست :۔ ابن ندیم (مکتبہ تجاریہ کبریٰ، قاہرہ)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۱۶۔ الدر المنظوم فی ترجمہ ملفوظ المخدوم (جلد اول و دوم)
علاء الدین علی حسین (اردو ترجمہ مولوی ذو الفقار احمد) (مطبع انصاری، دہلی ۱۳۰۹ھ)

۱۷۔ الدلیل المحکم فی نفی اثر القدم (قلمی) مکتوبہ غلام حسین قریشی ۱۲۹۶ھ)
شمس العلماء، نذیر حسین دہلوی (مملوکہ مولانا عطاء اللہ حنیف، لاہور)

۱۸۔ انشائے ماہرو از عبد اللہ ماہرو (مرتبہ شیخ عبد الرشید) (لاہور ۱۹۶۵ء)

۱۹۔ آئین اکبری:۔ ابو الفضل (بہ تصحیح سر سید احمد خان) (دہلی ۱۲۷۲ھ)

۲۰۔ آئینہ حقیقت نما:۔ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی (کراچی ۱۹۵۸ء)

۲۱۔ برکات مارہرہ:۔ طفیل احمد بدایونی (نولکشور پریس لکھنؤ)

۲۲۔ بزمِ صوفیہ:۔ صباح الدین عبد الرحمٰن (دار المصنفین۔ اعظم گڑھ ۱۹۴۹ء)

۲۳۔ بزمِ مملوکیہ:۔ صباح الدین عبد الرحمٰن (دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۵۴ء)

۲۴۔ پنجاب اسٹیٹس گزیٹیرس:۔ (جلد ۳۶ و۔ بہاول پور اسٹیٹ) لاہور ۱۹۰۸ء

۲۵۔ پنجاب میں اردو:۔ حافظ محمود خاں شیرانی (لاہور طبع سوم)

۲۶۔ تاریخ الاولیاء:۔ امام الدین (بمبئی ۱۲۹۱ھ)

۲۷۔ تاریخ ادب اردو:۔ (جلد اول) مرتبہ ڈاکٹر عبد القیوم (پاکستان ایجوکیشنل پبلشرس
کراچی ۱۹۶۱ء)

۲۸۔ تاریخ اوچ:۔ مولوی حفیظ الرحمٰن (دہلی ۱۹۳۱ء)

۲۹۔ تاریخ اودھ:۔ (جلد چہارم لکھنؤ ۱۹۱۸ء)

۳۰۔ تاریخ جلیلہ:۔ غلام دستگیر نامی (لاہور ۱۹۶۰ء)

۳۱۔ تاریخ سلسلۂ فردوسیہ:۔ معین الدین دردائی (بہار شریف (پٹنہ) ۱۹۴۷ء)

۳۲۔ تاریخ سندھ:۔ مولانا ابو ظفر ندوی (دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۴۷ء)

۳۳۔ تاریخ شیراز ہند جونپور:۔ اقبال احمد (معاون محتشم کاشانی) جونپور ۱۹۶۳ء

۳۴۔ تاریخ فرشتہ:۔ محمد قاسم ہندو شاہ فرشتہ (بمبئی ۱۸۳۲ء)

۳۵۔ تاریخ فرشتہ جلد دوم (اردو ترجمہ) (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۳۳ء)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۳۶۔ تاریخ فخرالدین مبارک شاہ :۔ مرتبہ اڈورڈ ڈینسون روس (لندن ۱۹۲۷ء)

۳۷۔ تاریخ فیروزشاہی :۔ ضیاء الدین برنی (کلکتہ ۱۹۶۰ء)

۳۸۔ تاریخ فیروزشاہی :۔ سراج عفیف (بہ تصحیح مولوی ولایت حسین) (کلکتہ ۱۸۹۱ء)

۳۹۔ تاریخ فیروزشاہی :۔ سراج عفیف (اردو ترجمہ فدا علی) (دارالترجمہ حیدرآباد دکن ۱۹۳۸ء)

۴۰۔ تاریخ گجرات :۔ مولانا ابوظفر ندوی (ندوۃ المصنفین، دہلی ۱۹۵۸ء)

۴۱۔ تاریخ گجرات :۔ میر ابوتراب ولی (مرتبہ ڈینی سن راس) کلکتہ ۱۹۰۹ء

۴۲۔ تاریخ مبارک شاہی :۔ یحییٰ بن احمد بن عبداللہ سرہندی (بہ تصحیح محمد ہدایت حسین (کلکتہ ۱۹۴۱ء)

۴۳۔ تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت :۔ سید ہاشمی فرید آبادی (انجمن ترقی اردو، کراچی)

۴۴۔ تاریخ معصومی :۔ محمد معصوم بھکری (بہ تصحیح و مقدمہ شمس العلماء ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ) (پونا ۱۹۳۸ء)

۴۵۔ تاریخ معصومی :۔ محمد معصوم بھکری (بہ تصحیح و حواشی ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ) اردو ترجمہ اختر رضوی (سندھی ادبی بورڈ کراچی ۱۹۵۹ء)

۴۶۔ تاریخ ہندی قرون وسطیٰ :۔ قاری بشیر الدین پنڈت (علی گڑھ ۱۹۴۹ء)

۴۷۔ تاریخ یمینی :۔ (اردو ترجمہ مولوی وکیل احمد سکندر پوری) (کانپور ۱۳۰۵ھ)

۴۸۔ تواریخ ڈھاکہ :۔ از منشی رحمان علی طیش (مطبع اسٹار آف انڈیا، آرہ ۱۹۱۰ء)

۴۹۔ تبصرۃ الخوارقات :۔ (قلمی، تالیف خواجہ من اللہ) مملوکہ مولوی انور حسین نفیس رقم، لاہور۔

۵۰۔ تحفۃ الکرام :۔ علی شیر قانع تتوی (بہ تصحیح و حواشی مخدوم امیر احمد و ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ) اردو ترجمہ اختر رضوی (سندھی ادبی بورڈ۔ کراچی ۱۹۵۹ء)

۵۱۔ تحفۃ الکرام :۔ علی شیر قانع تتوی (مرتبہ پیر حسام الدین راشدی) (سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد ۱۹۷۱ء)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۵۲۔ تحقیقاتِ چشتی :۔ نور احمد چشتی (لاہور ۱۳۲۴ھ)

۵۳۔ تذکرہ اہلِ دہلی :۔ (سر سید احمد خاں) مرتبہ قاضی احمد میاں اختر۔ (انجمن ترقی اردو، کراچی ۱۹۵۵ء)

۵۴۔ تذکرۃ الکرام (تاریخ امروہہ جلد دوم) مولوی محمود احمد عباسی دہلی ۱۹۳۲ء)

۵۵۔ تذکرۃ الواصلین :۔ رضی الدین بسمل (نظامی پریس، بدایوں ۱۹۴۵ء)

۵۶۔ تذکرہ بہاء الدین زکریا ملتانی :۔ نور احمد خاں فریدی قصر الادب، جگووالہ ۱۹۵۴ء)

۵۷۔ تذکرہ حمیدیہ :۔ شیخ شہر اللہ لانگاہ ملتانی (اردو ترجمہ غلام دستگیر نامی) (لاہور ۱۹۵۹ء)

۵۸۔ تذکرہ جواہر زواہر جلد اول :۔ محمد ابرار حسین فاروقی (اٹاوہ ۱۹۵۹ء)

۵۹۔ تذکرہ حضرت ابوالنجیب عبد القاہر السہروردی :۔ مولانا حسن پھلواری (لکھنؤ ۱۳۲۸ھ)

۶۰۔ تذکرہ شاہ رکن عالم :۔ نور احمد خاں فریدی (قصر الادب جگووالہ ۱۹۶۱ء)

۶۱۔ تذکرہ صدر الدین عارف (جلد اول) نور احمد خاں فریدی (قصر الادب جگووالہ ۱۹۵۸ء)

۶۲۔ تذکرہ طیب :۔ طفیل احمد بدایونی۔ نظامی پریس بدایوں ۱۳۴۶ھ

۶۳۔ تذکرہ علمائے مبارک پور :۔ قاضی اطہر مبارک پوری (مبارک پور ۱۹۷۴ء)

۶۴۔ تذکرہ علمائے ہند :۔ (رحمان علی) مترجمہ و مرتبہ محمد ایوب قادری (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی، ۱۹۶۱ء)

۶۵۔ تذکرہ کاملانِ رامپور :۔ حافظ احمد علی خاں (دہلی ۱۹۲۹ء)

۶۶۔ تذکرہ مخدوم جہانیانِ جہاں گشت :۔ سعادت مرزا (حیدرآباد دکن ۱۹۶۲ء)

۶۷۔ تذکرہ نوری :۔ (سوانح شاہ ابوالحسین نوری میاں مارہروی) مولوی غلام شبر بدایونی (لائل پور ۱۹۶۸ء)

۶۸۔ تمدنِ ہند :۔ گستاؤلی بان (ڈاکٹر سید علی بلگرامی) (کراچی ۱۹۶۲ء)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۶۹۔ تیرھویں صدی کا لکھنؤ (جلد اول و دوم) (مولوی آغا مہدی لکھنوی) (قلمی، مملوکہ، مؤلف کتاب)

۷۰۔ ثمرات القدس (قلمی) لعل بیگ (مخزونہ نیشنل میوزیم آف پاکستان، کراچی)

۷۱۔ جغرافیہ خلافت مشرقی :۔ جے۔ لی۔ اسٹرینج (اردو ترجمہ جمیل الرحمٰن) (دار الترجمہ حیدر آباد دکن ۱۹۳۰ء)

۷۲۔ جمحات شاہی :۔ (قلمی، مکتوبہ ۱۰۰۸ھ) مرتبہ مقبولِ عالم (مخزونہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو، کراچی)

۷۳۔ جواہر جلالی :۔ (ملفوظات مخدوم) مرتبہ فضل اللہ بن ضیاء العباسی۔ (قلمی۔ مملوکہ ڈاکٹر ایس۔ وی ترمذی کراچی)

۷۴۔ جواہر فریدی :۔ (اردو ترجمہ) محمد علی اصغر چشتی (اللہ والے کی قومی دکان، لاہور)

۷۵۔ چچ نامہ :۔ علی بن حامد کوفی (مرتبہ شمس العلماء ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ) (مجلس مخطوطات فارسیہ حیدر آباد دکن ۱۹۳۹ء)

۷۶۔ حدیقۃ الاولیاء :۔ غلام سرور لاہوری (مطبع نامی نول کشور کانپور)

۷۷۔ حدیقۃ الاولیاء :۔ (عبد القادر ٹھٹوی) مرتبہ پیر حسام الدین راشدی (سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد ۱۹۶۷ء)

۷۸۔ خزانۃ الفوائد الجلالیہ :۔ (خزانۂ جلالی) (ملفوظات حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت) مرتبہ احمد المدعو بہ بہار بن یعقوب (مخزونہ گیلانی لائبریری، اوچ)

۷۹۔ خزینۃ الاصفیاء :۔ (جلد اول و دوم) غلام سرور لاہوری نول کشور پریس لکھنؤ

۸۰۔ خلاصۃ التواریخ :۔ سجان رائے بھنڈاری (مرتبہ مولوی ظفر حسن) (دہلی ۱۹۱۸ء)

۸۱۔ خلاصۃ الانساب بخاری :۔ (قلمی) (مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں، اوچ)

۸۲۔ خلاصۃ السادات (قلمی، تالیف ۱۲۶۶ھ) خلیفہ غلام محمد خاں) (مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں، اوچ)

۸۳۔ دعوت اسلام :۔ (اردو ترجمہ پریچنگ آف اسلام از آرنلڈ) عنایت اللہ دہلوی (علی گڑھ ۱۸۹۸ء)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۸۴۔ دھلی اور اس کے اطراف :۔ حکیم عبدالحئی (ندوۃ العلماء لکھنؤ ۱۹۵۸ء)

۸۵۔ دیوان مطھر کڑہ :۔ (قلمی) حبیب الرحمٰن کلیکشن، مسلم یونیورسٹی ۔ (علی گڑھ)

۸۶۔ ذخیرۃ الخوانین :۔ (قلمی) شیخ فرید بھکری مخزونہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی)

۸۷۔ ذکر سادات بخاری وسادات بھکری وسادات رسول داد
(قلمی تالیف ۱۰۳۹ھ) (مملوکہ خلیفہ اللہ داد خان، اوچ)

۸۸۔ ذکر کرام :۔ مولوی حفیظ الرحمٰن (بہاول پور ۱۹۳۶ء)

۸۹۔ رسالہ :۔ در حالات و معاملات شیخ صفی الدین گازرونی (قلمی) تالیف ۸۱۱ھ
ناصر الدین بن جہانگیر (مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں، اوچ)

۹۰۔ ریاض الانوار :۔ حافظ محمد عمر عرف سراج الحق (دہلی ۱۳۰۲ھ)

۹۱۔ سبع سنابل :۔ میر عبدالواحد بلگرامی (مطبع نظامی کانپور ۱۲۹۹ھ)

۹۲۔ سراج الھدایہ :۔ (قلمی) (ملفوظات مخدوم جہانیان جہاں گشت)
تاج الدین احمد برنی معین سیاہ پوش (مملوکہ پروفیسر خلیق احمد نظامی علی گڑھ)

۹۳۔ سراج الھدایہ :۔ (قلمی) تاج الدین احمد برنی (ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ)

۹۴۔ سیر و ریاض :۔ (سیر دہلی) شیخ ریاض الدین امجد (مرتبہ ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو)
(علی گڑھ ۱۹۶۲ء)

۹۵۔ سفرنامہ ابن بطوطہ :۔ (جلد اول) اردو ترجمہ عطار الرحمٰن (بک لینڈ کراچی ۱۹۶۱ء)

۹۶۔ سفرنامہ ابن بطوطہ :۔ (جلد دوم) (اردو ترجمہ محمد حسین) کراچی ۱۹۶۱ء

۹۷۔ سفرنامہ جہانیان جہاں گشت :۔ اردو ترجمہ محمد عباس (مطبع احمدی، دہلی ۱۸۹۹ء)

۹۸۔ سفرنامہ جہانیان جہاں گشت :۔ اردو ترجمہ محمد عباس (کانپور ۱۹۴۷ء)

۹۹۔ سفرنامہ جہانیان جہاں گشت :۔ اردو ترجمہ محمد عباس (کلکتہ ۱۹۶۲ء)

۱۰۰۔ سفرنامہ مخدوم جہانیان جہانگشت :۔ (مکمل) اللہ والے کی قومی دکان (لاہور)

۱۰۱۔ سفرنامہ مخدوم جہانیان جہانگشت :۔ (مطبع وحیدی کانپور)

۱۰۲۔ سفرنامہ جہانیانِ جہاں گشت :۔ (فارسی) (مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں۔ اوچ)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۱۰۳۔ سفینۃ الاولیاء:۔ شہزادہ داراشکوہ (اردو ترجمہ از محمد علی لطفی) (کراچی ۱۹۵۹ء)

۱۰۴۔ سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات:۔ خلیق احمد نظامی (ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۵۸ء)

۱۰۵۔ سیر الاولیاء:۔ مبارک العلوی (مطبع محب ہند، دہلی ۱۳۰۲ھ)

۱۰۶۔ سیر العارفین:۔ حامد بن فضل اللہ جمالی (مطبع رضوی، دہلی ۱۳۱۱ھ)

۱۰۷۔ سیر محمدی:۔ (قلمی) مرتبہ محمد علی سامانی (تالیف ۸۳۱ھ) مملوکہ صوفی عبدالرحیم، دکن دارالاشاعت کراچی

۱۰۸۔ شاہ عبدالرحمٰن پاک:۔ از سید شرافت نوشاہی (مریدکے ۱۹۷۱ء)

۱۰۹۔ شجرۃ لانساب سادات عظام:۔ (قلمی) (مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں، قلمی)

۱۱۰۔ شجرہ سادات اوچ شریف بخاری:۔ (قلمی) مولوی خلیفہ محمد رمضان (مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں، اوچ)

۱۱۱۔ شجرۂ سہروردیہ:۔ (قلمی، تالیف ۱۰۰۵ھ) احمد خاں اکبر شاہی (مخزونہ رضا لائبریری، رام پور)

۱۱۲۔ شجرۂ کلاں سلاسل عالیہ:۔ احمد سعید کاظمی (ملتان ۱۳۷۷ھ)

۱۱۳۔ شجرۂ محمدی:۔ (قلمی، تالیف ۱۲۷۶ھ) مکتوبہ مولوی محمد رمضان (مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں، اوچ)

۱۱۴۔ صحیفۂ زرین:۔ (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۰۲ء)

۱۱۵۔ صناوید سندھ:۔ مولوی محمد شفیع (مرتبہ احمد ربانی) لاہور ۱۹۷۰ء

۱۱۶۔ طبقات ناصری:۔ منہاج سراج (بہ تصحیح ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی) (لاہور ۱۹۵۲ء)

۱۱۷۔ عجائب الاسفار:۔ (ابن بطوطہ) اردو ترجمہ مولوی محمد حسین (دہلی ۱۹۱۳ء)

۱۱۸۔ عرب و ہند کے تعلقات:۔ سید سلیمان ندوی (ہندوستانی اکیڈمی، الہ آباد ۱۹ء)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۱۱۹۔ علم وعمل :۔ (وقائع عبدالقادر خانی) جلد اول مرتب محمد ایوب قادری
آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس ۱۹۶۰ء)

۱۲۰۔ عوارف المعارف :۔ (اردو ترجمہ) مولوی ابوالحسن فریدآبادی۔
(نول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۳ء)

۱۲۱۔ فتوح البلدان :۔ احمد بن یحیٰی بن جابر بلاذری (بیروت ۱۹۵۷ء)

۱۲۲۔ فتوح السلاطین :۔ عصامی (مرتبہ محمد یوشع) (مدراس ۱۹۴۸ء)

۱۲۳۔ فتوحات فیروز شاہی :۔ فیروز تغلق (علی گڑھ ایڈیشن)

۱۲۴۔ فوائد سعدیہ :۔ قاضی ارتضا علی خاں (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۳۰۲ھ)

۱۲۵۔ فوائد الفوائد :۔ (اردو ترجمہ) (ملفوظات شیخ نظام الدین اولیاء بدایونی)
(حسن سجزی، اللہ والے کی قومی دکان، لاہور ۱۹۵۶ء)

۱۲۶۔ فوائد الفواد :۔ (قلمی) حسن سجزی (مملوکہ محمد ایوب قادری)

۱۲۷۔ کاشف الاستار :۔ (قلمی) شاہ حمزہ مارہروی (مملوکہ محمد ایوب قادری)

۱۲۸۔ کشکول :۔ (قلمی) خلیفہ غلام محمد خاں (مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں۔ اوچ)

۱۲۹۔ کلیات جدولیہ فی احوال اولیاء اللہ :۔ (تحفۃ الابرار، جلد چہارم)
مرزا آفتاب بیگ (مطبع رضوی، دہلی ۱۳۲۳ھ)

۱۳۰۔ کنز التاریخ :۔ رضی الدین بسمل (نظامی پریس، بدایوں ۱۹۰۷ء)

۱۳۱۔ گزشتہ لکھنؤ :۔ عبدالحلیم شرر (کراچی ۱۹۵۸ء)

۱۳۲۔ لباب الالباب :۔ محمد عوفی (مرتبہ سعید نفیسی) (طبع ایران ۱۳۳۳ھ خورشیدی)

۱۳۳۔ لطائف اشرفی :۔ ملفوظات جہانگیر اشرف سمنانی، مرتبہ نظام یمینی
(النصرت المطابع، دہلی ۱۲۹۸ھ)

۱۳۴۔ مآثر الامراء :۔ جلد سوم (شاہنواز خاں) اردو ترجمہ محمد ایوب قادری
(مرکزی اردو بورڈ لاہور ۱۹۷۰ء)

۱۳۵۔ مآثر صدیقی :۔ سوانح عمری نواب صدیق حسن خاں۔ نواب علی حسن خاں۔
(نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۲۴ء)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۱۳۶۔ مآثر لاہور:۔ حصہ اول سید ہاشمی فرید آبادی (ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۵۶ء)
۱۳۷۔ مآثر لاہور:۔ محمد دین فوق (مرتبہ محمد عبداللہ قریشی۔ مشمولہ نقوش لاہور نمبر ۱۹۶۲ء)
۱۳۸۔ مثنوی دول رانی خضر خاں:۔ امیر خسرو (بہ تصحیح رشید احمد سالم)
(علی گڑھ ۱۹۱۷ء)
۱۳۹۔ مجموعہ تکبیرات راجو قتال:۔ (قلمی) صدر الدین راجو قتال
(مخزونہ رضا لائبریری، رام پور)
۱۴۰۔ مخدوم زادگان فتح پور:۔ مسعود علی محوی (حیدر آباد دکن ۱۹۴۲ء)
۱۴۱۔ مختصر فہرست مخطوطات:۔ فارسی کتب خانہ مولوی محمد علی مکھڈی
(مرتبہ نذر صابری۔ اٹک ۱۳۹۳ھ)
۱۴۲۔ مخزن الولایت:۔ (ملفوظات مخدوم شاہ خادم صفی) مرتبہ منشی محمد ولایت علی
(اردو ترجمہ محمد خصلت حسین صابری) (پاک اکیڈیمی ۱۹۶۳ء)
۱۴۳۔ مرآت جلالی:۔ (جلد اول) خلیل احمد منظاروی (اسرار کریمی پریس الہ آباد ۱۹۱۸ء)
۱۴۴۔ مرأت العالم:۔ (قلمی) بختاور خاں (مخزونہ نیشنل میوزیم آف پاکستان کراچی)
۱۴۵۔ مرأت سکندری:۔ شیخ سکندر بن محمد (مطبع فتح الکریم بمبئی ۱۳۰۸ھ)
۱۴۶۔ مرقع اکبر آباد:۔ سعید احمد مارہروی (آگرہ ۱۹۳۱ء)
۱۴۷۔ مرقع دھلی:۔ درگاہ قلی خاں (بہ تصحیح حکیم مظفر حسین) تاج پریس حیدر آباد دکن
۱۴۸۔ معجم المصنفین:۔ مولانا محمود حسن ٹونکی (بیروت ۱۳۴۴ھ)
۱۴۹۔ مفتاح التواریخ:۔ طامس ولیم بیل (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۶۷ء)
۱۵۰۔ مقالات حافظ محمود شیرانی:۔ (مرتبہ مظہر محمود شیرانی) لاہور ۱۹۶۶ء
۱۵۱۔ مقدمہ تاریخ زبان اردو:۔ پروفیسر مسعود حسن خاں مطبوعہ لکھنؤ
۱۵۲۔ مقود نامہ:۔ (قلمی) مجموعہ مکاتب مخدوم جہانیاں جہاں گشت۔ مرتبہ تاج الدین احمد
(سبحان اللہ کلیکشن، مسلم یونیورسٹی لائبریری علیگڈھ)
۱۵۳۔ مکتوبات اشرفی:۔ مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی (قلمی ذاتی)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۱۵۴۔ مکتوبات اشرفی :۔ مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی (مطبع دبدبۂ احمدی لکھنؤ ۱۳۰۹ھ)

۱۵۵۔ ملفوظات شاہ عبدالعزیز :۔ اردو ترجمہ مفتی انتظام اللہ شہابی و مولوی محمد علی (کراچی سنہ ۱۹۶۰ء)

۱۵۶۔ مناقب الاصفیاء :۔ شعیب فردوسی (مطبع نور الآفاق کلکتہ سنہ ۱۸۹۵ء)

۱۵۷۔ مناقب الاصفیاء :۔ (قلمی) حاجی عبداللہ اوچی (مملوکہ خلیفہ غلام محمد اوچ)

۱۵۸۔ مناقب الولایت :۔ (قلمی) حامد گنج بخش (مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں، اوچ)

۱۵۹۔ مناقب مخدوم جہانیاں :۔ (قلمی) (مخزونہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ)

۱۶۰۔ منتخب التواریخ :۔ ملا عبدالقادر بدایونی (اردو ترجمہ مولوی احتشام الدین مرادآبادی) لکھنؤ سنہ ۱۸۷۴ء

۱۶۱۔ نامۂ مظفری از محمد مظفر حسین خاں (مطبع مجتبائی لکھنؤ سنہ ۱۹۱۷ء)

۱۶۲۔ نتف من شعر ابی عطاء السندی :۔ مرتبہ ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ (سندھی ادبی بورڈ، کراچی سنہ ۱۹۶۱ء)

۱۶۳۔ نزہۃ الخواطر :۔ (جلد اول و دوم) حکیم عبدالحیٔ (حیدرآباد دکن سنہ ۱۹۴۷ء)

۱۶۴۔ نفحات الانس :۔ عبدالرحمٰن جامی (نول کشور پریس لکھنؤ سنہ ۱۸۸۵ء)

۱۶۵۔ نقوش سلیمانی :۔ مولانا سلیمان ندوی کراچی سنہ ۱۹۵۱ء

۱۶۶۔ واقعات دارالحکومت دہلی :۔ (جلد دوم و سوم) (مولوی بشیر الدین آگرہ سنہ ۱۹۱۹ء)

۱۶۷۔ ہندوستان عربوں کی نظر میں :۔ دارالمصنفین اعظم گڑھ سنہ ۱۹۶۰ء

۱۶۸۔ یادگار دہلی :۔ سید احمد ولی اللّٰہی (مطبوعہ دہلی)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

رسائل

۱۔	اردو	اپریل ۱۹۵۱ء	کراچی
۲۔	اردو	جنوری، اپریل ۱۹۵۳ء	کراچی
۳۔	اردو ادب	جولائی، ستمبر ۱۹۵۴ء	علی گڑھ
۴۔	اردو نامہ	جنوری ۱۹۶۳ء	کراچی
۵۔	اورینٹل کالج میگزین	فروری ۱۹۳۳ء	لاہور
۶۔	اورینٹل کالج میگزین (ضمیمہ)	اگست، نومبر ۱۹۵۲ء	لاہور
۷۔	آستانہ زکریا	جنوری ۱۹۶۳ء	ملتان
۸۔	بصائر	جنوری ۱۹۶۳ء	کراچی
۹۔	جرنل آف دی پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی	جولائی، اکتوبر ۱۹۶۰ء	کراچی
۱۰۔	زبان	جولائی ۱۹۴۹ء، مئی، جون ۱۹۲۷ء	مانگرول
۱۱۔	معارف	جنوری تا مارچ ۱۹۶۰ء	اعظم گڑھ
۱۲۔	نقوش	لاہور نمبر ۱۹۶۲ء	لاہور

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)